سیرت پاک

سلطان المشائخ، شمس العارفین رئیس الاولیا

حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

بہاؤالدین زکریا

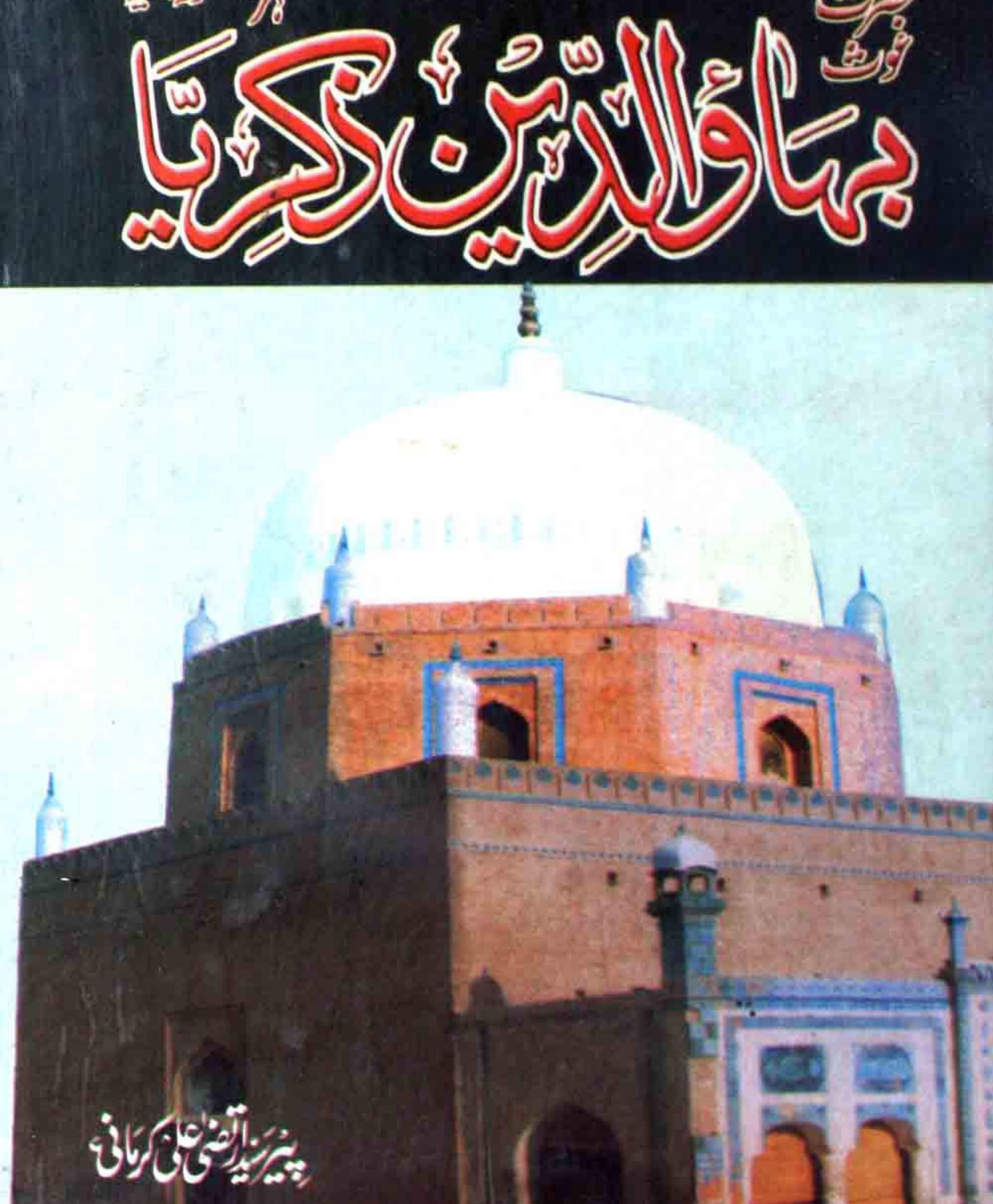

پیر سید اقتضی علی کرمانی

سنز اینڈ پبلشرز

marfat.com

اینڈ سنز
پبلشرز

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

شیخِ شیوخِ جہاں قُطبِ زمین و زماں

(حضرت مولانا فخر الدین عراقیؒ)

شیخِ شیوخِ جہاں قُطبِ زمین و زماں — غوثِ ہمہ انس و جاں مالک تتق رقاب

ناشرِ علم الیقین، کاشفِ عین الیقین — واصیٔ حق الیقین مہدیٔ ہادی خطاب

مُفصل فاضل نواز عالمِ عالم پناہ ! — مکملِ کامل صفات عالیٔ عالی جناب

پُرسئی اگراز جہاں کیست امامِ زماں؟ — نشوی از آسماں جز زکریا جواب

درنظرِ ہمتش ہردو جہاں نیم جُو — درکف دریا وشش ہفت فلک یک حُباب

اے تبو روشن جہاں ذرہ چگوید ثنات — خاطرِ من ترک مدح تو خُورشید تاب

چنگ بفتر اک تُو درزدہ ام بندہ وار — تاشوم روزِ حشر باخدمتِ ہمرکاب

درکنف لطفِ تو بردہ عراقیؔ پناہ — درگہِ رحماں بود غم زدگاں راملآب

گر شنود مصطفیٰ مدّحتِ حسّان تُو !

گویدم احسنت زہ صرف بکون الصواب

marfat.com

مزار اقدس حضرت بہاؤالدین زکریاؒ و حضرت صدرالدین عارفؒ

مزار اقدس حضرت شاہ رکن عالمؒ

marfat.com

سیرتِ پاک

شیخ الاسلام، قدوۃُ الاولیاء، عمدۃُ الاتقیاء، سلطانُ الشیوخ

حضرت غوث

بہاؤالدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ

پیر سید ارتضیٰ علی کرمانی

عظیم اینڈ سنز پبلشرز

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور، فون ۷۲۳۱۸۰۶

marfat.com

حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل

جملہ حقوق محفوظ

صاحبی محمد عظیم بٹ قادری عظیمی نے صابر
پرنٹرز سے طبع کروا کر فروری 2003ء
بمطابق ذوالحجہ 1424ھ میں شائع کی۔

قیمت : مجلد 80 روپے

بیرون ملک : 10 ڈالرز

marfat.com

انتساب بنام

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، پیرِ فقیر

حضرت میاں محمد اعظم مہاروی مدظلہٗ العالیہ

(سکیاں پل والے)

سجادہ نشین

آستانہ عالیہ پیر صدر الدین مہار شریف دھرے والا، دیپالپور

marfat.com

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ

لقد جاءکم رسول

تمہارے پاس ہمارا ایک ایسا نمائندہ آیا ہے جو (بظاہر خود) تم (سب) ہی میں سے ہے۔ وہ (تم سے ایسی

من انفسکم عزیز علیہ

شدید محبت کرنے والا ہے کہ) تمہاری ہر پریشانی اس پر بھاری ہے (کہ میرے محبوب کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ میری مخلوق راستے

ما عنتم حریص علیکم بالمومنین

سے بھٹک کر دوزخ کا ایندھن بنے) تم مومنوں کی بھلائی کیلئے وہ بڑے حریص ہیں اور بڑے نرم دل اور مہربان ہیں

رؤف رحیم

پ ۱۱ التوبہ ۱۲۸

صدق اللہ العظیم

marfat.com

حُسنِ ترتیب

عرض ناشر	9
میری عرض	11
حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ	19
غوث بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد	24
حضرت ھبارؓ بن اسود	28
حضرت مولانا وجیہ الدین محمد غوثؒ	32
ولادتِ باسعادت	36
حَصُولِ فیض	44
بیعتِ مُرشِدِ کامل	53
شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ	58
مُلتان میں آمد	62
رُشد و ہدایت	75

marfat.com

جُود و سخا	83
چہار درویش	87
شیخ الکبیر حضرت فرید الدین گنج شکرؒ	87
حضرت لال شہباز قلندرؒ	101
حضرت سید جلال سُرخ بخاریؒ	108
حضرت صدرالدین عارفؒ	112
حضرت صدرالدین عارفؒ کے خلفاء	115
حضرت رکن الدین عالمؒ	118
چند ہمعصر بزرگ	124
چند اہم واقعات	155
چند کرامات	169
وصالِ مبارک	186

marfat.com

عرض ناشر

عزیزی قارئین کرام! بلاشبہ حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس خطۂ برصغیر کے ان عظیم الشان اولیائے کرام میں سے ایک ہے، جنہوں نے اپنے علم و فضل، کردار و اخلاق اور اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے عین مطابق دینِ متین کی عظیم الشان خدمت کی۔

غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی پوری زندگی اتباعِ سنتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، تعلیمِ کتاب و الحکمت اور تزکیہ نفوس سے عبارت تھی۔ ادارہ اس کتاب کی اشاعت پر اللہ کریم علیم و خبیر کا ہزارہا مرتبہ شکر ادا کرتا ہے اور اس کتاب کی اشاعت کو ایک سعادت خیال کرتا ہے۔

خیر اندیش
حاجی محمد عظیم بٹ قادری عظیمی

marfat.com

شیخ ہفت اقلیم قُطب اولیاء واصلِ حضرت ندیمِ کبیریا !

مُفخرِ ملّت بہائے شرعِ دیں جانِ پاکش منبعِ صدق و یقیں

ازوجُودِ اونبزدِ دوستاں جنّت الماویٰ شُدہ ہندوستاں

منکہ رُو از نیک و ازبد تافتم ایں سعادت از قبولش یافتم

رختِ ہستی چُوں ببروازایں جہاں کرد پروازِ ہُما برآسماں !

آں بُلند آوازۂ عالم پناہ سرورِ عصر افتخار صدرگاہ

صدرِ دین و دولتِ آں مقبولِ حق

نہ فلک پر خوانِ جودش یک طبق

(حضرت میر حسینیؒ)

(از کنزالرموز)

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ

میری عرض

اہل اسلام کو مشرقِ وُسطیٰ میں حکمرانی کرتے ہوئے ابھی مشکل سے سات سو برس ہی گزرے تھے کہ یکا یک ترکستان کی سطوحِ مرتفع سے ایک خوفناک اور سیاہ آندھی مغل تاتاریوں کی صورت میں ظاہر ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً تمام اسلامی ریاستوں پر بُری طرح چھا گئی۔ تاتاریوں کی برق رفتاری اور برق سامانی کچھ اس قدر سرعت کے ساتھ ظاہر ہوئی کہ کسی بھی ریاست کو کسی بھی طرح سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل پایا۔ اس سیلابِ بے کراں نے خوارزم کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا اور بغداد جو کہ اہل اسلام کا مرکز کہلاتا تھا کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ خلیفۂ بغداد کو بیمانہ طریقہ سے قتل کر دیا گیا۔

تاتاریوں کے سیلاب کے آگے یوں دکھائی دیتا تھا کہ اسلامی سطوت، عظمت اور اقتدار کی شمع باطل کی تیز و تند آندھیوں کی نذر ہو جائے گی، مگر اسی دوران صوفیائے کرام کا مقدس گروہ اللہ عزوجل کی تمحید و تہلیل کو اپنی سپر بنائے اور اسوۂ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ننگی تلوار ہاتھوں میں لیئے تاتاریوں کے خوفناک اور بے رحم لشکروں اور قرامطیوں کے خونخوار گروہوں سے ٹکرانے اور انہیں پاش پاش کرنے کے لیے اپنے حجروں اور اپنی اپنی خانقاہوں سے باہر آ گیا۔

marfat.com

اس مقدس گروہ کے آگے درندوں سے بھرے گھنے جنگل' افعیٰ کی مانند پھنکارتے ہوئے خوفناک دریا' آگ برساتے ہوئے بے آب و گیا صحرا' بلند و بالا لُنڈ مُنڈ پہاڑ راستہ روکنے کے لیے موجود تھے۔ ان کے قدموں کو روکنے کے لیے مصائب و آلام کی آسمان کو چھوتی ہوئی دیواریں بھی حائل ہوئیں مگر آفرین ہے کہ اس گروہ کے لوگ عجیب دل گردہ رکھتے تھے۔ انہوں نے کسی بھی مشکل کو راستہ کا پتھر نہیں سمجھا بلکہ ان کی طمانیت بخش اور جرأت آفریں صدائیں اسلامی دور کے سرگردوں اور ژولیدہ حال گروہوں کے لیے بانگ درا ثابت ہوئی۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اقوامِ عالم کی تقدیروں کو بدلنے اور نوعِ انسانی کے عروقِ مُردہ میں حیاتِ نو کی نئی لہر دوڑانے والے ان مسیحانفسوں کے فولاد نے شوکتِ شاہانہ کے لوہے کو گویا کاٹ کر رکھ ڈالا۔ یقیناً انہی کی ہیبت اور سطوت سے وہ سیلاب جو سندھ اور نیل کے کناروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا آہستہ آہستہ تھم گیا۔ وہ دلدوز گھٹائیں جو شدت سے دورِ اسلامیہ کے مطلع پر بڑی تیزی سے چھا رہی تھیں' وہی آئینہ رحمت بن گئیں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ وہ خون آشام تلواریں جو اہل اسلام اور اسلام کو مٹانے کے لیے میانوں سے باہر آئی تھیں وہی اسلام کی سچی محافظ بن گئیں' یوں ملتِ اسلامیہ کے روبہ زوال اقتدار کی دیواروں کو مضبوط سہارا مل گیا۔

انہی نفوسِ مقدسہ میں جنوبی ایشیاء کے عظیم الشان ولی کامل' صوفی باصفا شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ اور آپؒ کے خلفاء عظام کو خصوصی درجہ حاصل ہے۔ بے شک یہی وہ نفوس قدسی تھے کہ جن کے پیکر صناعِ ازل

marfat.com

نے عشق کے خمیر سے تیار کیے تھے۔ ان کے سینوں میں پارے کی طرح بے تاب دل تھے۔ ان کی سپر' ان کا عشق اور ان کا ایمان ہی ان کا یقین تھا۔ ''تاریخ بنگال'' نامی کتاب مرتبہ جادو ناتھ سرکار کی جلد دوم کے صفحہ 68 تا 70 پر ان کو سکس ہنڈرڈ سولجر سینٹ یعنی چھ سو درویش مجاہدین کے نام سے ان صوفیائے کرام کا تعارف کروایا گیا ہے۔

یہ مجاہدین ہی تھے' یہی صوفیائے کرام بھی تھے جو کہ کبھی اسلام کی عظمت کی سربلندی کے لیے ایمان کی شمع لیے بنگال کی رزم گاہوں میں برق بن کر گوڑ گوبند کے لشکر پر کوندے تو کبھی جمالِ الٰہی کا مظہر بنے۔ انڈونیشیا' فلپائن اور چین کے کوچہ کوچہ میں دینِ متین کی دعوتِ حق دیتے دکھائی دیئے۔ یہی وہ نفوس مقدسہ تھے جو اللہ کریم کی رضا کے لیے بحرِ ہند کے منہ زور طوفانوں سے الجھے تو کبھی سیام اور برفانی فلک بوس پہاڑوں سے ٹکرائے۔ یہ مقدس لوگ تھے جو ظلماتِ کفر کے دبیز پردوں کو چاک کرتے ہوئے اس مقام تک جا پہنچے جہاں تک انسان تخیل کی رسائی ہو سکتی ہے۔

شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے کشمیر' سندھ' گجرات' دکن' بنگال اور مشرقِ بعید کی بھولی بھٹکی مخلوقِ خدا کو اسلام کے پیغام سے روشناس کروایا اور سیدھا رستہ دکھلایا۔ آپؒ نے بلاشبہ ملتِ اسلامیہ کی نگہبانی اس وقت فرمائی جب اغیار و اعداء نے اس پر زندگی کی ساری راہیں مسدود کر ڈالی تھیں۔ روحانیت کا وہ آفتابِ عالم تاب جو ملتان کے افق سے طلوع ہوا مگر اس کی ضیاء پاشیوں نے تمام عالم کو منور کر ڈالا' وہ جس نے خانقاہوں کو ان کی

marfat.com

چھینی گئی عزت وتوقیر دوبارہ عطا کی اور شریعت وطریقت کا مابہ الامتیاز کو واضح کیا' وہ جس نے خودپسندی اور خود پرستی کے ان خود ساختہ بتوں کو پاش پاش کر ڈالا' جنہوں نے شریعت اور طریقت کے مابین دیواریں کھڑی کر دی تھیں اور خدا پرستوں کو خود پرست بنا ڈالا تھا' وہ جس نے ملتان کے شاہی قلعہ میں ایک بہت بڑی اسلامی درسگاہ کی بنیاد رکھی تھی' جس میں شرعی علوم کی تعلیم کے علاوہ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے اور اکنافِ عالم میں توحید کی قندیلیں روشن کرنے کے لیے تبلیغی جماعتیں تیار کر کے روانہ کی جاتی تھیں۔

وہ جوادِ اعظم جس کے خلفائے حق پرست ہزاروں روپے کا تجارتی سامان خرید کر سوداگروں کی طرح انڈونیشیا' فلپائین اور چین تک سفر کرتے اور تجارتی سامان کی فروخت کے ساتھ ہی ساتھ وہاں کے عوام کو اسلام کی حقانیت سے روشناس بھی کرواتے' وہ شیخ کامل جس کے زہد وتقویٰ کا عالم یہ تھا کہ اس کی لونڈیاں بھی کوئی عام لونڈیاں نہ تھیں' یہ وہ لونڈیاں تھیں کہ جب چکی پیسنے بیٹھتیں تو کلام اللہ شریف ختم کر کے ہی اٹھا کرتی تھیں۔ وہ مرشدِ ارشد جو مرید کرتے وقت اس امر کی بیعت لیتا تھا کہ وہ مرید جو کسب کرتا ہے اس میں بد دیانتی نہیں کرے گا' وہ خدا یاد درویش جس کے رعب سے سلطان ناصر الدین قباچہ حرساں ولرزاں رہتا تھا' وہ جس نے اسلامی تاریخ کا حقیقی معنوں میں رخ موڑ ڈالا' وہ جس نے فکر ونظر میں انقلاب پیدا کر دیا' وہ جس نے قلب ورُوح کو نئی حیاتِ نو عطا کی۔

marfat.com

وہ عظیم المرتبت شخصیت کہ جس کا ذکر سید جلال سرخ بخاری رحمتہ اللہ علیہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

''آں سُلطانِ ملتِ مصطفوی وآں بُرہانِ دین محب نبوی و آں پروردۂ مسلکِ نبوت و آں خواجہ دلیلِ فتوت و آں ممکن ہدایت و آں متوکل ولایت و آں والئ قبلۂ عزّت' وآں صفی پردۂ وحدت و آں آفتاب کرم واحسان و آں دریائے ورع و امکان' وآں گنج عالم عزّلت' وآں خزینہ سرائے دولت و آں مبارزِ میدانِ مجاہدہ' و آں مجلدِ ایوانِ مشاہدہ' و آں عامل راہِ ہدایت و آں کاملِ بارگاہِ عنایت و آں خلیفۂ الٰہی و آں داعی نامتناہی و آں زینِ زماں و آں رُکنِ امان و آں تاجِ دین و دُنیا' و آں شمعَ زہدِ زاہداں' و آں چراغِ شرعِ وملت و آں شعلۂ مین و دولت و آں سلطانِ شریعت و آں برہانِ حجت وطریقت' و آں قدوۂ اولیاء و آں عمدۂ اتقیاء' و آں جود باطن وظاہر و آں فرد غائب وحاضر و آں زاہد متمکن و آں عابد متدین و آں سلطان الاولیاء و آں معلم الدرس ولارث وآں حقیقت الاصفیا' وآں شمس صفوۃ الدنیا والدین بدر المشائخ' بہاء الحق والدین ابو محمد زکریا القرشی الاسدی الکبیر قدسی للّٰہ سرّہٗ۔

marfat.com

یہ سیرت پاک اسی بابرکت بزرگ برحق کی ہے جس نے خطۂ برصغیر میں اسلام کی شمع روشن کی اور اس شمع کی روشنی 9 صدیوں سے زیادہ مردہ دلوں کو منور کر رہی ہے اور روشن قلوب کو معرفت اور طریقت کی سربلندیاں عطا کر رہی ہے۔ ہماری یہ کتاب ہماری اس نئی نسل کے لیے شمعِ راہ ہے جو اس خطۂ ارض میں پروان چڑھ رہی ہے اور جو اپنے اسلاف کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنا اور ان کے مطابق اپنی زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ خدا کرے کہ یہ نئی نسل گروہ بندیوں اور فرقہ بندیوں سے ماورا ہو کر دینِ متین کی صحیح معنوں میں خدمت کرنے کی حقیقی کاوشیں کرے اور اپنی زندگیوں کو اولیائے عظام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے بتلائے ہوئے راستوں پر گزارے۔

اولیائے عظام کے بتلائے ہوئے راستے اور طریقے یقیناً قرآن و سنت سے متصادم ہرگز نہیں بلکہ اگر یہ کہا تو ہرگز بیجا نہ ہوگا کہ ان کی مقدس زندگیاں عین قرآن و سنت کے مطابق تھیں اور یہ تا قیامت اہل اسلام کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ حضرت سیدنا غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام نے بلاشبہ برصغیر میں انسانیت اور اسلام کی بڑی خدمات انجام دی ہیں اور ان کی سیرت، تربیت اور شخصیت کی تعمیر میں نہایت ہی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ان کی تعلیمات مقدسہ میں ہمیں اخلاق و کردار کے وہ گراں مایہ خزانے حاصل ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کو حقیقتاً مالا مال کر دیتے ہیں۔ دراصل اسلامی تصوف وہ آئینہ ہے کہ جس سے فلسفہ حیات سے لے کر خدمتِ بنی نوعِ انسان تک زندگی کا ہر گوشہ جگمگا اٹھتا ہے۔ ان پاکباز اور صالح بزرگوں کی تعلیمیات علم

marfat.com

وحکمت کی روح ہیں۔ انہوں نے حقیقت کو شریعت کے جمال سے ہم آہنگ کر کے اپنی تعلیمات کو آراستہ کیا ہے۔

یوں تو تصوف کا تصور ہمیں ہر مذہب میں دکھائی دیتا ہے مگر اسلامی تصوف ان سب میں ممتاز نظر آتا ہے کیونکہ اسلامی تصوف دراصل اخلاق و کردار کی مضبوطی پر زور دیتا ہے اور یہ اسلام کے زریں اصولوں کو عملی صورت میں پیش کرتا ہے۔ بلاشبہ صوفیائے کرام نے عملی کردار کے ذریعہ اسلام کا پیغام پھیلانے کی جو خدمت سر انجام دی ہے اور عام مسلمانوں کے کردار کو جس طرح سنوارا ہے وہ تاریخِ عالم کا ایک درخشندہ باب ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی کہ صوفیہ کے عقائد کی بنیاد قرآنِ کریم اور اسوۂ حسنہ کا ہی تھی اور ہے۔

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء کا مرتبہ تین قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ آدمی ولی ہو اور اپنی ولایت کی نہ اس کو خبر ہو اور نہ خلق کو۔ دوسرے یہ کہ لوگ اس کی ولایت کو جانتے ہوں کہ وہ اولیاء میں سے ہے' لیکن وہ خود نہ جانتا ہو۔ تیسرے یہ کہ وہ ولی حق ہو اور یہ جانتا ہو کہ وہ ولی ہے اور لوگ بھی جانتے ہوں کہ وہ ولی ہے۔

فقیر' قارئینِ کرام سے درخواست گزار ہے کہ اپنی زندگیوں کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کے لیے اولیائے کرام کی مقدس سیرتوں کا مطالعہ خود بھی فرمائیں اور اپنے اہل خانہ و عزیز و اقارب کو بھی راغب کریں۔ کیونکہ اولیائے کرام نے عملی طور پر نمونے دکھلائے۔ فضول بحث مباحثہ سے حتی الامکان پرہیز کریں اور اسلامی کتب کو اپنے زیر مطالعہ رکھیں۔ فرقہ بندی اور فرقہ پرستی کو زہر

marfat.com

قاتل خیال کرتے ہوئے اسلام میں سختی پیدا نہ کریں اور تمام کلمہ گویاں کو مسلمان خیال فرمائیں۔ نیز یہ کہ دوسروں میں غلطیاں نکالنے کی بجائے اپنی اور اپنے اہل خانہ کی اصلاح فرمائیں۔

میری گزارش میرے عظیم الشان قارئین کی خدمتِ عالیہ میں یہ ہے کہ اگر انہیں میری اس کاوش میں کوئی سقم نظر آئے تو ازراہ کرم میری راہنمائی ضرور فرمائیں۔ بندہ حقیر دلی طور پر ممنونِ احسان ہوگا۔ اللہ کریم غفور الرحیم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ جلیلہ سے مجھے اور میرے دوستوں کے گناہوں کو درگزر فرمائے اور بروزِ محشر شافعِ روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و شفاعت نصیب فرمائے۔ (آمین۔ یا رب العالمین)

احقر العباد

ذوالحجہ 1424ھ

خاکپائے سگِ سگانِ کوئے مدینہ

فروری 2003ھ

سیّد ارتضٰی علی کرمانی۔ عفی اللہ عنہ

چاہ میراں لاہور

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ اولیائے برصغیر میں ایک نہایت ہی بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ صوفیائے کرام کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے اس خطۂ ارض پر کفر اور الحاد کی تاریکیوں میں اسلام کی شمع روشن کی۔ یہ شمع نو سو برس گزرنے کے بعد بھی اسی طرح روشن ہے۔ بلاشبہ صوفیائے کرام پر بہت زیادہ بحث ہو چکی ہے اور ہوتی رہتی ہے مگر ہم یہاں صرف تصوف کے بارے میں کچھ مختصراً عرض کرنا ضروری چاہئیں گے اور اسی میں دیکھیں گے کہ غوث بہاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں معاشرہ اور امتِ مسلمہ کا کیا حال تھا۔

سیر الاولیاء کے صفحہ نمبر 50 پر رقم ہے کہ اسلامی تصوف' اسلام سے الگ کوئی شے نہیں ہے۔ صوفیہ کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصوف فی الحقیت قرآنِ کریم کی تعلیم' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گفتار و کردار یعنی اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار پر زور دیتا ہے۔ گویا اسلامی تعلیمات کی عملی تصویر پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کلام اللہ موجود ہے۔ احادیث نبویؐ کی شمع اور کردار نبی کا مینار راستہ دکھلا رہا ہے تو پھر تصوف وصوفی کی کیا ضرورت باقی رہی؟ وہ کیوں وجود میں آئے ____ تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے۔ صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ صوفیہ کا گروہ بعض تاریخی عوامل کی بنا پر معرضِ وجود میں آیا۔ اس گروہ کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کو اور ان کے عقائد کو طاغوتی قوتوں کی ذد سے بچائیں ____ اور وہ اس طرح کہ خود باری تعالیٰ کے احکامات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کر کے دکھلائیں اور دوسروں کو ترغیب عمل دیں۔

marfat.com

وہ تاریخی عوامل کیا تھے جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مورخوں کا بیان ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد جب خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوگئی تو شاہانہ کروفر اور طاقت و جبروت کے جلو میں ظلم و استبداد کا دیو نمودار ہوا ____ فتوحات تو بہت ہوئیں ____ اسلام کا پرچم مشرق و مغرب میں لہرانے لگا ____ لیکن رفتہ رفتہ جہاد فی سبیل اللہ کی روح کا خاتمہ ہوتا چلا گیا اور اقدار پرستوں کی ہوس بڑھ گئی۔ خدا کے بعض نیک بندوں سے یہ صورت نہ دیکھی گئی۔ چنانچہ انہوں نے ملوکیت سے قطع تعلق کر لیا ____ تاریخ کا مبصر کہتا ہے کہ ان صلح جُو' صالح طبعیت بزرگوں کے سامنے تین راستے تھے۔

اول : یا تو بادشاہوں اور حاکموں کی کھلم کھلا مخالفت کریں۔

دوم : یا ان کی ہاں میں ہاں ملائیں۔

سوم : یا ترکِ تعلق کر کے خود اپنا نمونہ عوام کے سامنے پیش کریں۔

صوفیہ کے اولین گروہ نے تیسرا راستہ اختیار کیا۔ ابھی تو اسلام کی پہلی صدی تھی۔ اگر وہ مخالفت کرتے تو اندیشہ تھا کہ ملت نہ پارہ پارہ ہو جائے۔ مخالف طاقتیں تو عرصہ سے تاک میں تھیں کہ جہاں کمزور دیکھیں ضربِ کاری لگائیں اور دینِ محمدی کا نعوذ باللہ خاتمہ کر دیں۔ اگر موافقت کرتے تو گویا بادشاہوں اور حاکموں کی تمام پالیسیوں پر صاد کرتے اور انکی سختی کے شریکِ کار ہو جاتے' جس کی نہ شریعت اجازت دیتی تھی' نہ ان کی طبعیت۔ لہٰذا آج کل کی زبان میں انہوں نے ترکِ موالات اور غیر متابعت کی پالیسی کو اپنا لیا۔ محلوں اور درباروں سے منہ موڑا' عبادت اور توبہ و استغفار میں مصروف ہو کر عوام کے سامنے خود نمونہ بن گئے۔ صوفیہ کے اس پہلے دور کی کہکشاں کے درخشندہ ستارے حضرت مالک دینارؒ خواجہ حسن بصریؒ حضرت فضیل بن عیاضؒ اور حضرت ابراہیم ادھمؒ اور ان کے دیگر ہم عصر تھے۔

یہ بزرگ جاہ و حشم کے خلاف تھے۔ بادشاہوں سے ملتے جلتے نہ تھے اور اگر کبھی سامنا ہو جاتا تو انہیں سختی سے تنبیہہ کرتے تھے ____ جو راستہ انہوں نے بتایا' کم و بیش اکثر صوفیائے کرام اسی پر عمل پیرا رہے۔ روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ نے خلیفہ منصور کو

marfat.com

منیٰ میں پکڑا اور فرمایا کہ تو بے شمار مال صرف کرتا ہے جبکہ حضرت عمرؓ سے ایک حج میں 16 دینار خرچ ہو گئے تو وہ افسوس کرتے تھے کہ سارا بیت المال صرف ہو گیا ____ یہ طریقِ کار' نیکو کاروں کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے دین کے معاملہ میں بادشاہِ وقت کی بات نہ مانی تو ان کے جسم پر کوڑے مارے گئے ____ بعد میں قید کیے گئے لیکن انہوں نے اصول کو ہاتھ سے نہ چھوڑا' یہاں تک کہ قیدِ حیات و بندِ غم دونوں سے نجات مل گئی۔ بنو عباس کے دور میں یونانی فلسفے کا دور ہوا۔ یونان کے فلسفیوں کی کتابیں اونٹوں پر لادھ کر دارالخلافہ میں لائی گئیں۔ اس کے اثر سے ''عقلیت'' کی گھنگور گھٹا اس زور و شور سے اٹھی کہ عقائد کی روشنی پر اس کی دھند چھانے لگی ____ اس دور کے صوفیہ کا طبقہ پھر سامنے آیا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ معروف کرخیؒ ذوالنون مصریؒ شیخ فرید الدین عطارؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ وغیرہ نے اس آڑے وقت میں کتاب اللہ کی حفاظت فرمایا۔

ان بزرگوں نے عشقِ الٰہی پر زور دے کر یقین و ایمان کی آبیاری کی اور تشکیک پر ضرب کاری لگائی۔ بایزید بسطامیؒ فرماتے تھے کہ ''من'' و ''تو'' کا پردہ کب تک۔ ''من'' الگ ہو تو پھر پھر ''تو'' ہی ''تو'' ہے۔ معروف کرخیؒ نے استغراق پر زور دیا۔ سری سقطی نے توحید کا نظریہ پیش کیا جو بعد میں وحدت الوجود کا پیش خیمہ بنا۔

جب فقہ کی تدوین کا دور آیا تو فکر و عمل کو ہم آہنگ کیا گیا۔ دسویں صدی میں تصوف کی تحریک بہت آگے بڑھی۔ گیارہویں صدی میں حضرت داتا گنج بخشؒ اور سلطان ابوسعید ابوالخیر پیدا ہوئے۔ اگلے سو برسوں کے اندر اندر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے شجرِ اسلام کی آبیاری کی۔ بارہویں صدی میں امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' لکھی۔ مولانا شبلی کی رائے میں اس کی گونج جلال الدین رومیؒ ابنِ رُشد اور شاہ ولی اللہ کے یہاں سنائی دیتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے عملی اعتبار سے ارشاد و تلقین کا جو کام شروع کیا اس کے باعث ہزاروں غیر مسلم' اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

marfat.com

اجمیر میں پرتھوی راج کے عہد میں خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنی خانقاہ کی بنیاد ڈالی' کفرستان ہند میں جہاں چھوت چھات اور برہمنی استحصال کا دور دورہ تھا' ایک زبردست سماجی انقلاب رونما ہوا۔ ان کے خلفاء میں شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور شیخ حمید الدین ناگوریؒ مشہور ہوئے۔ شیخ بختیار کاکیؒ کا سلسلہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے واسطے سے حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی تک پہنچتا ہے۔ جنہیں عام آدمی حضرت سلطان جی کہتے تھے۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے خلفا میں حضرت غوث بہاء الدینؒ نے اس خطۂ ارضی میں دین متین کی شمع روشن کی۔

یہ وہ دور تھا کہ جب سلطنت دہلی میں حالانکہ مسلمان اقتدار پر قابض ہو چکے تھے مگر یہ ابھی تعداد میں بہت ہی کم تھے۔ مگر سیاسی اقتدار ان کے ہاتھوں میں آ چکا تھا۔ اسلام کی عظیم الشان تہذیب' ہندوستان کے قدیم کلچر سے ٹکرا رہی تھی۔ برصغیر کے دروازے کھل چکے تھے۔ ایران' توران' عراق و عرب کے علماء صلحاء اور صوفیہ و شعرا برابر آ رہے تھے اور اس برعظیم میں ایک نیا معاشرہ یعنی مسلم معاشرہ جنم لے رہا تھا۔

صوفیائے کرام اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو نہ طاقت و جبروت کے آگے سر جھکاتے تھے نہ دولت و ثروت سے مرعوب ہوتے تھے۔ پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے نان جویں کھانے والے' لکڑیاں بیچ کر روزی حاصل کرنے والے ایسے غنی تھے کہ دولت کی تھیلیوں کو ٹھکرا دیتے تھے۔ حالانکہ حاکم وقت اور بادشاہ ان برگزیدہ ہستیوں کو مرعوب اور محکوم بنا کر رکھنا چاہتے تھے مگر یہ لوگ لا الہ الا اللہ کی عملی تفسیر و تصویر تھے جو سر خدا کے آگے جھکتا ہے وہ کسی اور کے آگے کیوں جھکتا۔

سیر العارفین' قلمی نسخہ کے صفحہ نمبر 38 پر مولانا جمالی جو ہمایونی عہد کے مشہور مورخ اور سہروردیہ سلسلہ کے درویش کامل ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے حضرت بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا ہے۔

marfat.com

''آں گوہرِ دُرجِ شریعیت وطریقت وآں اخترِ بُرجِ معرفت وحقیقت آں رہنمائے منازلِ تصدیق' وآں ابواب کُشائے معارفِ تحقیق' آں مُرشدِ سالکانِ صاحبِ حال وآں رہبرِ رہروانِ اہل کمال وآں ذبدۃ اتقیاء وآں خلاصۃ اولیاء بہاء الدین ابومحمد زکریا قدس سرہ العزیز از اولیائے کبار بود ودرویش مشخیت صاحبِ اعتبار' درعلومِ ظاہری مجتہدِ زماں ودر اسرارِ باطن سلطان' سریر' عرفان' درعہدِ خویش از بے نظیران روزگر بود ودر کشف وکرامت عدیم المثال ودر عبادت وریاضت مستقیم الاحوال

آں محرمِ رازِ لامکانی — موصوف صفاتِ جاودانی
افلاک بزیر پائے کردہ — در عالمِ عشق جائے کردہ
جاروفتہ ازفنائے توحید — پاکوفتہ دربقائے تقریر
باطن بہویت وحقیقت — ظاہر بشریعت وطریقت
آں پاک گزیدۂ مشائخ — وآں مردم دیدۂ مشائخ!
سُلطانِ سریرو ملک وتمکین — یعنی کہ بجائے ملت ودیں
اُومالکِ ملکِ لایزا لیست — درمسلک محبتش جمالیست

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

غوث بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ
کے آباؤ اجداد

حضرت شیخ غوث الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ حسب ونسب کے لحاظ سے قریشی الاسدی تھے۔ اس بات پر سبھی محققین و تذکرہ نگار متفق ہیں کہ آپ کے خانوادہ میں سے بعض اشخاص نے خود کو اسدی العاشمی بھی کہلوایا ہے۔ مگر کتاب المعارف لابن قیتہ۔ کتاب الاشتقاق لابن درید ابن ہشام کے مطابق اسد بن ہاشم مقطوع النسل تھے۔ مگر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ غلطی سے اسد بن عبدالعزیٰ کو ہی اسد بن ہاشم سمجھ بیٹھے ہوں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسد بن ہاشم اور اسد بن عبدالعزیٰ دونوں ایک ہی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

ایک اسد کا نسب نامہ دو واسطوں سے جنابِ قُصّی سے جا ملتا ہے تو دوسرے کا تین واسطوں سے ردالمختار عرف شامی باب الزکوٰۃ میں علامہ شامی کے نزدیک بھی عبدالمطلب کی اولاد کے علاوہ کوئی ہاشمی نہیں جبکہ تاریخ الخمیس اور روضتہ الاحباب میں بھی سوائے آلِ عبدالمطلب کے کسی دوسرے کو بنو ہاشم تسلیم نہیں کیا گیا۔

سیدنا غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ و مرید حضرت سید جلال الدینؒ سرخ بخاریؒ نے آپؒ کا درج ذیل شجرۂ نسب پیش کیا ہے۔ یہ شجرہ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اکبر حضرت صدر الدین عارفؒ کی بیاض سے نقل شدہ ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:

marfat.com

ذَالِکَ اَدنیٰ وَجَدتُ نُسخَۃَ مَکتُوبَۃً مَولوقَۃً بِخَطِّ شَیخَنَا شَیخ الاِسلَام صَدرِ الحقَ وَالدِین اَبی المَغَانِمِ مُحمَّد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ.

شیخ عین الدین بیجاپوریؒ پیر زادہ محمد حسنؒ مترجم سفر نامہ ابنِ بطوطہ، شیخ محمد علی رونق مؤلف تحقیق الانساب کے علاوہ اکثر محققین نے اسی نسب نامہ کو اولیت دی ہے اور اسی پر کامل اعتماد کیا ہے۔ خلاصۃ العارفین کے قلمی نسخہ میں جو مولانا ضیاء الدین ملتانی نے 9 ذی الحج 1303 میں تحریر کیا اس کے صفحہ نمبر 5 پر درج ہے کہ:

وَمَشَائِخنَا کَانُوامِنْ رُؤسَآء العَربِ وَسَادَاتِھِمْ وَاشرَف النَّاس حَسباً وَّنسباً لِانَّھُمْ قُریشیُونُ مِنَ اِتّصَل نَسبھُمْ اَلِ شرفیُونَ اِلیٰ نَسَب النَّبِی صَلّی اللّٰہُ عَلیْہِ وَسَلّم اِلیٰ قصّی بِن کلاب. وَقصّی جَدّ نَبِیّنَا وَمُشَائِخنَا رِضوَانَ اللّٰہ تعالیٰ عَلَیھِمْ اَجمعِیْنَ وَلدقصّی ابنامِنھُمْ عَبدُالمنَاف جَدّ اَلنبیّ عَلیہِ السَّلام وَعَبدُ العزّیٰ جدمُشَائِخنَارَضیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنہُ وَمِنھُم اِلیٰ قصّی عِشرونَ اَحدیطنًا وَّمِنَ النّبِیَ اِلیٰ قصّیِ خَمسَۃٌ.

ترجمہ: ''یعنی حضرت سید جلال بخاریؒ اس بات پر بے حد فخر کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کے مرشد کے آباء و اجداد رؤساء اور شرفائے عرب میں سے تھے اور وہ ممتاز اور سربرآوردہ قریشی تھے۔ کیونکہ ان کا نسب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے ساتھ جناب قصی کے ساتھ جا ملتا ہے۔ جناب قصّی کے دو صاحبزادے تھے ایک کا نام عبدالمناف تھا جو کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے جد تھے اور دوسرے عبدالعزیٰ جو ہمارے شیخ کے جدا جد تھے۔ ہمارے مشائخ کا نسب اکیس واسطوں سے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پانچ واسطوں سے جناب قصّی سے جا ملتا ہے۔''

خلاصۃ العارفین کے صفحہ نمبر 5 پر حضرت سید جلال سرخ بخاری رحمتہ اللہ نے درج بالا وضاحت کے بعد شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کا مکمل نسب نامہ اپنے ملفوظ میں کچھ اس طرح درج فرمایا ہے۔

marfat.com

(1) حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریاؒ بہاء الحق بن شیخ محمد غوثؒ (2) بن شیخ ابوبکرؒ (3) بن شیخ جلال الدین (4) بن شیخ علی قاضی (5) بن شمس الدین محمد (6) بن الحسین (7) بن عبداللہ (8) بن الحسین (9) بن المطر ف (10) بن حزیمہ (11) محمد بن حازم (12) بن محمد (13) بن المطر ف (14) بن عبدالرحیم (15) بن عبدالرحمٰن (16) بن ھبار (17) بن اسود (18) بن عبدالمطلب (19) اسد (20) بن عبدالعزیٰ (21) بن قصی۔

مزید وضاحت کے لیے آپ کی خدمتِ عالیہ میں تفصیلی شجرہ پیش کیا جاتا ہے جس میں خاندانِ نبوت اور غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کا نسبی تعلق واضح کیا گیا۔

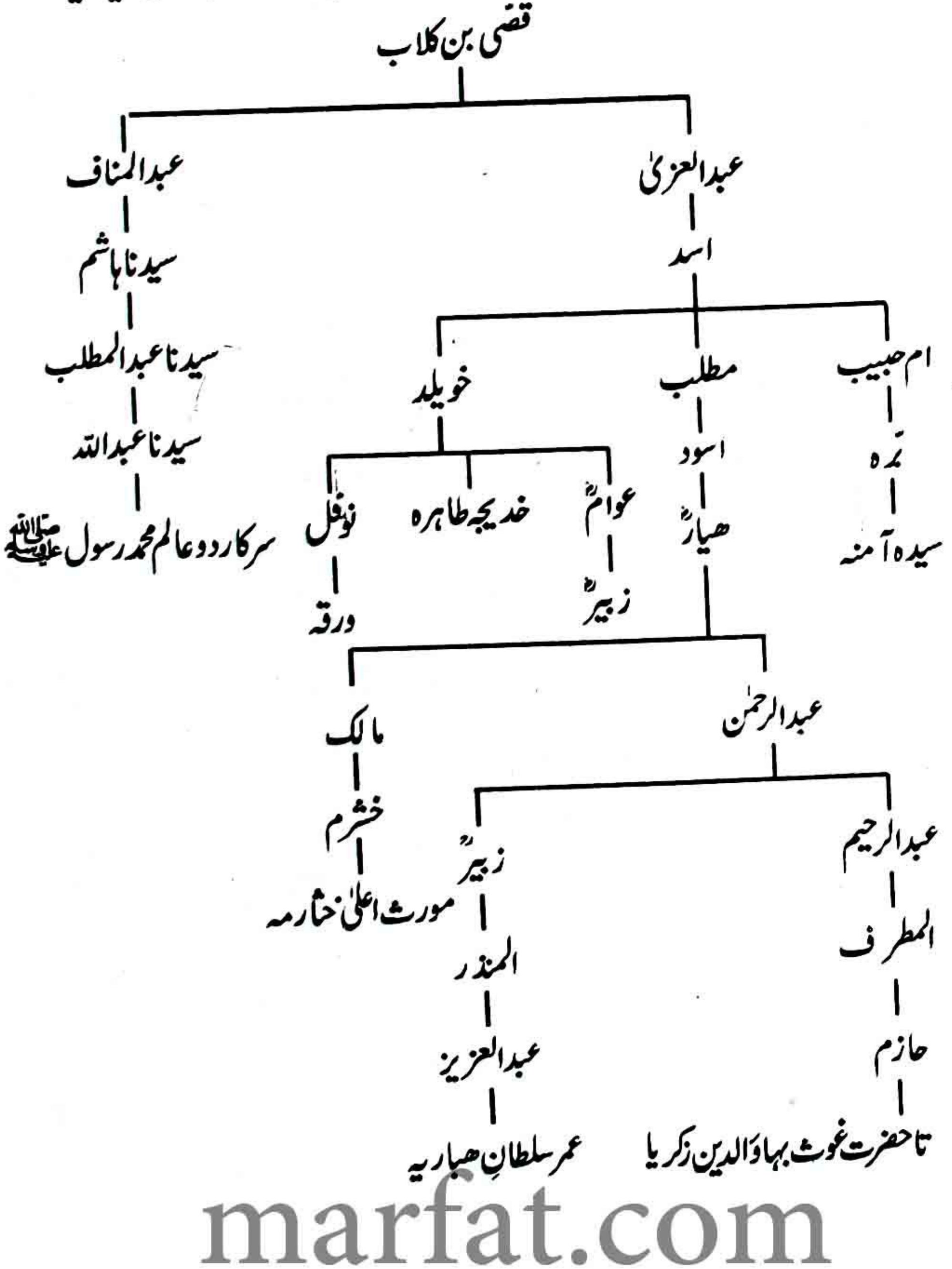

marfat.com

''تذکرہ اولیائے کرام'' میں جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب رقمطراز ہیں کہ:

''حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ العزیز کے جدِ بزرگوار حضرت کمال الدین علی شاہ قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔''

فرشتہ تذکرۂ اولیائے ہند مصنفہ شیخ عین الدین بیجاپوری کے حوالہ سے رقم طراز ہے کہ

''شیخ بہاء الدین زکریا از اولاد ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ است و ہبار اسلام آوردہ بود۔ برادرانِ او دمعہ و عمرو عقیل باحالتِ کفر در جنگِ بدر بقتل رسیدند وسودہ کہ درزمانِ پیغمبر بود دختر دمعہ است۔''

یعنی شیخ بہاء الدین زکریا ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن اقصیٰ کی اولاد سے ہیں۔ ہبار نے تو اسلام قبول کر لیا تھا مگر اس کے بھائی دمعہ وعمر اور عقیل کفر کی حالت میں جنگِ بدر میں قتل ہوئے اور سودہ جو کہ پیغمبر کے زمانہ میں تھی' دمعہ کی بیٹی تھی۔''

marfat.com

حضرت ھبارؓ بن اسود

حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ حضرت ھبارؓ بن اسود تھے۔ مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی نے تاریخ اسلام کے صفحہ نمبر 32 پر لکھا ہے کہ حضرت ھبارؓ بن اسود نے ابتداء میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ترین مخالفت کی تھی مگر آپ نے جب فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کر لیا تو آپ اللہ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعتِ احکام میں حد درجہ مضبوط قرار پائے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ھبار رضی اللہ عنہ ایک متمول شخص تھے۔ مکہ مکرمہ میں آپ نے سامانِ تجارت کے لیے کئی مقانات تعمیر کروا رکھے تھے۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق آپ اکثر مصر اور شام کی طرف تجارتی قافلے روانہ فرماتے تھے۔ حضرت ھبار رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ شریف سے بہت محبت تھی چنانچہ قبولِ اسلام کے بعد بھی آپ نے مکہ مکرمہ کو ہی اپنا مسکن بنائے رکھا۔ آپ اپنا زیادہ تر وقت کعبہ شریف کے قرب و جوار میں ہی گزارا کرتے تھے۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ حضرت ھبار رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دور میں ایک جاگیر عطا فرمائی تھی جس کو ''الجبال'' کہا جاتا ہے۔ ازاں بعد یہ خوارزم کے نام سے موسوم ہوا تھا۔

حضرت ھبار رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک میں سے صرف دو صاحبزادوں کا تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام عبدالرحمانؓ تھا جو کہ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے جدِ امجد تھے اور دوسرے کا نام حضرت مالکؓ تھا۔ انہی کے فرزند جناب خشرم کی

marfat.com

اولاد "خشارمہ" کے نام سے مشہور و معروف ہوئی۔ فتوح البلدان کے صفحہ نمبر 208 پر احمد بن یحییٰ بلاذری (التوفی 279ھ) نے لکھا ہے کہ "مجھ سے خشرم بن مالک بن ھبیرۃ الاسدی کی اولاد میں سے کسی نے بتلایا کہ الخشارمہ کے ماسیدان میں آنے اور رہنے کی ابتداء بنوامیہ کے آخر زمانے میں ہوئی جبکہ ان کا مورثِ اعلیٰ یہاں آیا تھا۔"

اس روایت کو دیکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ حضرت مالکؒ اپنے والدِ محترم کی حیات میں ہی مکہ مکرمہ سے کوفہ آ گئے ہوں گے۔ حضرت عبدالرحمٰنؒ کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ تمام عمر مکہ مکرمہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؒ کے دو صاحبزادے تھے ان میں ایک کا نام عبدالرحیم اور دوسرے کا نام زبیر تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے عباسیوں کی حمایت کی تھی۔ اس حمایت کی پاداش میں بنوامیہ نے ان پر بے حد سختی کی مگر انہوں نے صبر و شکر سے سب برداشت کیا۔ بنوامیہ کے ناروا برتاؤ کے باوجود ان دونوں نے مکہ مکرمہ کو چھوڑنا کسی بھی طرح گوارا نہیں کیا۔ اسی طرح پریشانی میں زندگی گزارتے ہوئے آپ دونوں تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد واصل بحق ہو گئے۔ عبدالرحیم کے صاحبزادے تاج الدین المطرف تھے جبکہ زبیر کے صاحبزادے المنذر تھے۔

اسی دور میں حکم بن عوانہ کو سندھ میں گورنر بنایا گیا۔ جب وہ سندھ جانے لگا تو اس نے المنذر کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ پہلے پہل تو آپ نے انکار کیا مگر ناسازگار حالات کی وجہ سے آپ حکم بن عوانہ کے ہمراہ اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ عازم سندھ ہوئے۔ یہاں آ کر آپ نے منصورہ کے قریب ایک سرسبز و شاداب علاقہ بیانہ نامی میں قیام کیا۔

تاج الدین المطرف کے متعلق یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت بھی مکہ مکرمہ میں ہی مقیم تھے جب مروان الآخر کو خلافت حاصل ہوئی۔ اس نے تاج الدین المطرف کو اس بات کے لیے مجبور کیا کہ وہ اس کی بعیت کریں۔ تاج الدین المطرف نے چونکہ اس سے قبل ہی ابراہیم بن محمد عباسی کی بیعت کر لی ہوئی تھی اس لیے مختلف طریقوں سے اس کے قاصدین کو مطمئن کرتے رہے۔ ابھی حالات سازگار نہیں ہو پائے تھے کہ ابراہیم بن محمد عباسی کو شہید کر دیا گیا۔ ابراہیم کی وصیت تھی کہ ان کے بعد عبداللہ بن محمد عباسی کو ان کا جانشین بنایا جائے چنانچہ یہی کیا گیا۔

marfat.com

عبداللہ بن محمد عباسی کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ بہت دلیر اور شجاع شخص تھے۔ آپ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ ولید بن سعد کے مکان پر کوفہ میں قیام پذیر تھے۔ عبداللہ نے اپنے حمایتوں اور داعیوں کو ہر طرف دوڑایا اور یوں خفیہ طور پر رضا کار بھرتی کرنا شروع کر دیئے۔ دوسری طرف حکومت کو بھی ان کی ان سرگرمیوں کی پوری طرح خبر تھی چنانچہ اب یہ ہونے لگا کہ جس کسی پر بھی انکی حمایت کا ذرہ برابر بھی شبہ ہوتا اسے ہی دھر لیا جاتا۔ تاج الدین المطر ف چونکہ عباسیوں کی کھل کر حمایت کر رہے تھے اسی لیے آپ کو بھی دارالخلافت میں ایک سے زائد مرتبہ طلب کیا جا چکا تھا۔ اسی دور میں ابو مسلم نے خراسان میں اپنی قوت کافی مضبوط کر لی تھی۔ چونکہ پایہ تخت بہت ہی دور تھا' اس لیے اس کے خلاف کبھی کوئی شدید کارروائی نہ ہو سکی۔

ان حالات میں تاج الدین المطر ف نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ حالات اب خطرناک صورتِ حال اختیار کرتے جا رہے ہیں' اس لیے حالات سازگار ہونے تک اپنا قیام مکہ مکرمہ سے تبدیل کر کے اپنی جاگیر ''الجبال'' میں قیام کرنا چاہیئے۔ اس وقت جان و مال اور عزت کو محفوظ کرنے کا یہ سب سے عمدہ ترین فیصلہ تھا۔ آخرِ کار آپ اپنے اہل خانہ اور چند عزیزوں کو ساتھ لے کر الجبال یعنی خوارزم میں چلے آئے۔ یہ ایک پُرفضا مقام تھا چنانچہ آپ نے یہاں مستقل قیام کا فیصلہ کر لیا۔

''منبع البرکات'' میں شیخ شمس الدین کے حوالہ سے تفصیل کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

''امیر تاج الدین المطر ف رئیس دیارِ عرب بود ودمکہ مکرمہ سکونت
مے داشت۔ چُوں نوبتِ خلافت بہ مروان الحمار رسید اوشاں باہر
تاج الدین تکلیف می نمود کہ بیعت ما قبول کنید۔ امیر ممدوح قبول
نہ کرد' فرمود بہ مروانیاں مخالفت قلبی شد۔ ازیں سبب وطنِ مالوفہ را
گزاشتہ مع لشکر و رخوارزم رسید نہ۔''

ابن بطوطہ' فرشتہ' جمالی اور مفتی غلام سرور لاہوری کی تحقیقات کی روشنی میں یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ غوث بہاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے بزرگوں میں سے تاج الدین

marfat.com

المطرف خوازم ناگزیر وجوہات کی بنا پر چلے گئے تھے اور پھر جب سندھ کے علاقہ پر ہباریوں کو غلبہ حاصل ہوا تو ان کی اولاد بھی منصورہ چلی آئی تھی۔ مگر جب قرامطیوں نے ہباریوں پر غلبہ حاصل کر لیا تو سلطان محمود غزنوی نے سندھ وارد ہو کر اس باطل فرقہ کو نیست و نابود کر ڈالا۔ ہباریوں کی شکست کے بارے میں ابنِ خلدون نے سندھ میں ہباری حکومت کے قیام کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ ھبارؓ کی اولاد میں سے عمر بن عبدالعزیز نے حاکمِ سندھ کے قتل ہونے پر 240ھ میں المنصورہ پر قبضہ کر لیا۔

تقریباً 200 سال تک اس خاندان کی حکمرانی رہی۔ 401ھ میں جب سلطان محمود غزنوی نے داؤد بن نصر قرمطی کو شکستِ فاش دے کر قلعہ نمور میں نظر بند کر دیا تو بقیہ السیف قرمطی وہاں سے بھاگ کر المنصورہ پہنچے اور اچانک قلعہ پر قابض ہو گئے۔ ہباری خاندان کی حکومت اس وقت کمزور ہو چکی تھی چنانچہ قرامطیوں سے شکست کھا کر اس کے افراد تتر بتر ہو گئے۔ مگر جب سلطان غزنوی نے قرامطیوں کا قلع قمع کیا تو غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے جد بزرگوار حضرت کمال الدین علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ لے کر ملتان آ گیا۔ آپ نے کچھ عرصہ ملتان میں ہی گزارا مگر جب سلطان نے آپ کو کوٹ کہروڑ کی قضاء پیش کی تو آپ نے یہ منصب قبول کرتے ہوئے ملتان کو خیر باد کہا اور کوٹ کہروڑ چلے آئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان علی قاضی کے بعد یہ منصب شیخ جلال الدین اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ ابوبکر نے سنبھالا۔ ان سب نے اپنی طبعی عمر پائی اور اسی شہر میں ان کی تدفین ہوئی۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ کا انتقال ملتان میں ہوا تھا جن کا مزار اقدس مائی پاکدامن کی خانقاہ میں موجود بتلایا جاتا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

حضرت مولانا وجیہ الدین محمد غوثؒ

شیخ ابوبکر رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا وجیہ الدین محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ تھے اور حضرت مولانا وجیہ الدین محمد غوث صاحب غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے والد بزرگوار تھے۔ حضرت مولانا وجیہ الدین نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والدِ محترم کے دستِ اقدس پر ہی بیعت کی اور ولایت کے اعلیٰ ترین مدارج طے کر کے بلند درجہ پر فائز ہوئے۔ حضرت مولانا وجیہ الدین کا شجرۂ بیعت حضرت سید جلال بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا ہے:

''شیخ وجیہ الدین محمد روصحبت داشت با ابوبکر واوصحبت داشت باعلی واوصحبت داشت بامحمد واوصحبت داشت باحسین واوصحبت داشت با شیخ شبلی واوصحبت داشت باحسن بصری واوصحبت داشت باعلی المرتضیٰ کرم اللہ وجیہ واوصحبت داشت باحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم و ایں سجادہ پیوستہ ہر دو جانبین خاندانِ شیخنا سلاسل شیخی داشت''

غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے والد محترم کا نام اکثر مورخین نے مولانا وجیہ الدین تحریر کیا ہے اور آپ کے دادا کا نام ابوبکر جبکہ ''تذکرۃ الکرام'' کے صفحہ نمبر 459 پر درج ہے کہ:

''شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی بیٹے قطب الدین محمد بن کمال الدین قریشی کے ہیں۔ 565ھ میں کوٹ کرمین ملتان میں پیدا ہوئے۔''

marfat.com

حضرت مولانا وجیہ الدین محمد غوث رحمتہ اللہ کا نکاح مسنونہ مولانا حسام الدین ترمذی کی صاحب زادی محترمہ بی بی فاطمہؒ سے ہوا تھا۔ یہ روایت خزینتہ الاصفیا' مرأۃ الاسرار' حدیقتہ الاسرار' تاریخ فرشتہ اور سیر العارفین میں تقریباً ایک ہی مضمون میں درج ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ ان سب کا مفہوم یہی ہے۔ مولانا حسام الدین ترمذی غزنوی ترکمانوں کے حملے کے وقت اپنے وطن سے کوٹ کہروڑ وارد ہوئے تھے۔ بعض روایات میں ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ تاریخی لحاظ سے یہ بات درست ثابت نہیں ہو پائی۔ آیئے ذرا غور فرمایئے:

مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینتہ الاصفاء میں مولانا وجیہ الدین محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کی شادی کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ:

''شیخ وجیہ الدین محمد غوثؒ کہ بکمالاتِ ظاہری و باطنی آراستہ بود'
بدختر مولانا حسام الدین ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کرور قلعہ کوٹ کروڑ
سکونت داشت کد خدا شد۔''

اسی کتاب میں مفتی غلام سرور لاہوریؒ نے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے والدِ گرامی کی شادی کی بابت اس طرح تحریر کیا ہے:

''حضرت جمال الدین سلیمان (والدِ ماجد حضرت گنج شکر) بادخترِ
مُلا وجیہ والدین خجندی کہ قرسم خاتون نام ورشت مقابل شد و از بطنِ
عفت وے سہ سیر والا گوہر بوجود آمد نہ۔ پکے از اعزالدین محمودؒ دوم
فرید الدین مسعود وسیوم نجیب الدین متوکل رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔''

ان روایات سے ایک بات تو صاف ظاہر ہوگئی کہ دونوں عظیم المرتبت بزرگ ایک دوسرے کے خالہ زاد نہ تھے اور نہ ہی دونوں بیبیوں کا آپس میں کوئی سابق خونی رشتہ موجود تھا۔ اسی طرح ہمیں ایک دو روایات یہ بھی ملتی ہیں کہ حضرت مولانا وجیہ الدین رحمتہ اللہ علیہ کی شادی سیدہ فاطمہ بنت شیخ عیسیٰ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ہوئی تھی اور یہی غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ تھیں۔

marfat.com

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عیسیٰ جو کہ حضرت غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی قطب ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے' تمام عمر مجرد رہے۔ تقریباً تمام محققین اور مؤرخین آپ کی تجرید کے قائل ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ نے کوئی نکاح ہی نہیں کیا تو پھر اولاد چہ معنی دارید؟ اس ضمن میں حضرت احمد معین سیاہ پوش علوی نے ''زبدۃ الموالیہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''امام موسیٰ' یحییٰ' محمد وعیسیٰ نیست ایشیازر اولاد و احفاد۔ ہر کہ خود را از اولاد و احفادِ ایں چہار تن گوید۔ کازب است۔ زیرا کہ عبدالجبار' عیسیٰ محمد' یحییٰ وموسیٰ غیر از نروتج وفات کہ دند و از ایشاں نسل واقع نشد۔''

بحرالسرائر میں علامہ سید سعد اللہ لاہور نے صفحہ نمبر 2 پر بھی درجِ بالا بیان کی تائید کی ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''وفات کرد شیخ عیسیٰ در مصر 573ھ قبل از نروتج وے را اولاد احفاد نیست۔ من بقول انا من اولاد و احفادہٖ فھو کذاب عنہ اللہِ و عنہ رسولہٖ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

بہجتہ الاسرار' معدن الانساب' کنزالاسرار' خلاصتہ الناظر اور نزہتہ الخواطر میں درجِ بالا دعویٰ کی ہی تاکید کی گئی ہے۔

کوٹ کہروڑ میں آمد:

حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد چونکہ علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے' اس لیے کئی نسلوں سے آپ کے خاندان میں کوٹ کہروڑ کی قضاء بطور وراثت میں آ رہی تھی۔ اکثر محققین اس بات پر متفق ہیں کہ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے بزرگوں میں سب سے پہلے کمال الدین علی شاہ ملتان میں تشریف لائے تھے۔ اس بات کی تائید مفتی غلام سرور لاہوری نے ''خزینتہ الاصفیا'' کی جلد دوم کے صفحہ نمبر 19 پر یوں کی ہے:

marfat.com

''جد بزرگوار وے کمال الدین علی شاہ قریشی از مکہ معظمہ بخوارزم
آورا پنجامہ بملتان رونق افزا شد۔''

حضرت مولانا وجیہ الدین محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنے بزرگوں کی طرح کوٹ کہروڑ کے قاضی تھے۔ آپ کا جب وقتِ وصال نزدیک آیا تو آپ نے قضا کا عہدہ اپنے بھائی شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا۔ شیخ حسن دیپالپوری کے مکتوب کے مطابق شیخ احمد غوث' حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے والدِ بزرگوار حضرت جمال الدین سلیمان کے مرید تھے۔ حضرت سلطان علی قاضی نے انہیں خواب میں ہدایت کی تھی کہ وہ حضرت جمال الدین سلیمانؒ سے رجوع کریں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ ''اے فرزند! درمخاطرہ دنیا اوقاتِ عمر چرا صرف مے تمائی بغیر علم لدنی ہمہ بے جاست و نصیب شما ازخدمتِ جمال الدین سلیمان ازحضرت حدیث مقرر است و درقصبہ کوتوال سکونت دارند نہ بروخدمت ایشاں عرضانی دار۔ ہر چہ نصیب است بتوخواہد رسید۔

اس وقت حضرت جمال الدین سلیمان کوٹھوال قصبہ کے قاضی تھے۔ کوٹھوال کا مقام ملتان سے تقریباً بارہ میل دور واقع ہوا ہے۔ شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ ایک ہفتہ کی مسافرت فرمائی اور شیخ سے فیوضی و برکات حاصل کیں۔ شیخ شرف الدین لاہوری کے مطابق آپ نے اپنی بقیہ زندگی درویشی اختیار کر لی تھی۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

ولادتِ باسعادت

حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ

اللہ رب العزت کا قانونِ لازوال ہے کہ جب کوئی بدی اور شر کی قوت فقہائے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کا دورِ زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک ادنیٰ سی مثال یوں بھی ہے کہ جب موسمِ گرما میں گرمی از حد شدت اختیار کر جاتی ہے تو یہ صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے لوگوں کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ یہ گویا گرمی کی شدت کی انتہا ہوتی ہے مگر اسی دوران اللہ عزوجل بادل نمودار فرماتا ہے اور پھر موسم بارش کی وجہ سے از حد خوشگوار ہو جاتا ہے۔

اگر آپ اسی طرح مشاہدہ فرمائیں تو آپ دیکھیں گے کہ جب موسمِ خزاں میں درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں اور درخت گنڈ منڈ دکھائی دیتے ہیں تو یہی بارش ان کی نئی زندگانی کا پیام دکھائی دیتی ہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہی ٹنڈ منڈ درخت ہرے بھرے لگنے لگتے ہیں اور درخت پھلوں اور پھولوں سے لد جاتے ہیں۔

بعینہ یہی صورت حال ہمیں انسانی تاریخ میں بھی دکھائی دیتی ہے کہ جب سرکش اور ظالم لوگوں سے عام لوگوں کی زندگیاں اجیرن ہو جاتی ہیں تو پھر قدرتِ کاملہ ایسے اسباب پیدا فرماتی ہے کہ ایسے بندگان حق لوگوں کی راہنمائی اور تربیت کے لیے میدانِ عمل میں آ جاتے ہیں کہ جن کی نہ تو کوئی دنیاوی خواہش ہوتی ہے اور نہ ہی جاہ و منصب ان کا مطمع نظر ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی دور میں پیدا ہوئے تھے جب شمال مغربی ہند کا کونہ کونہ کفرستان بنا ہوا تھا۔ طرح طرح کے شعبدہ باز اپنی شعبدہ بازیاں دکھلا کر سیدھے سادھے لوگوں کو ورغلا رہے تھے۔

marfat.com

حضرت شیخ الاسلام والدین غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ 565ھ یا 566ھ میں پیدا ہوئے۔ مراۃ الاسرار کے صفحہ نمبر 700 پر رقم ہے کہ:

''شیخ بہاء الدین زکریا 565ھ قلعہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے جو ملتان کے نزدیک ہے۔ (کوٹ کروڑ سے مراد شاید کہروڑ پکہ ہے جو بہاول پور سے دس میل کے فاصلہ پر لودھراں جنکشن سے پاک پتن جانے والی لائن پر دوسرا اسٹیشن ہے اور ملتان سے کوئی پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس شہر کے گرد ایک ہرانائی قلعہ بھی ہے جسے ملتانی زبان میں کوٹ کہتے ہیں۔)

جبکہ ''تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی'' میں جناب نور احمد خان فریدی صاحب نے صفحہ نمبر 40 پر آپ کی تاریخِ ولادت 560ھ تحریر فرمائی ہے۔ آپ نے حضرت سید جلال بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا حوالہ نقل فرمایا ہے جو کچھ یوں ہے:

''سید جلال بخاری نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت کی ولادت کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''مولانا شیخنا ومخدومنا شیخ بہاء الحق والشرع والدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ السابع والعشرین من شہر روضان المبارک فی لیلتہ القدر وقت الصبح لیلتہ الجمعہ فی التاریخ الہجریۃ المعطفویہ الملکتہ المدینہ وستین وخمس مائیتہ درخطہ کوٹ کروڑ ولایت دیپال است۔''

یعنہ میرے پیر طریقت حضرت بہاء الحق والدین ابو محمد زکریا رحمتہ اللہ علیہ 27 رمضان المبارک 566ھ کو پیدا ہوئے تھے۔ لیلتہ القدر، شب جمعہ، ماہ صیام اور طلوع سحر کا وقت تھا۔

جس دور میں حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی یہ وہ دور تھا کہ جب اسلامی تاریخ صحیح معنوں میں تہہ و بالا ہو رہی تھی۔ چنگیز خان اپنی پوری قہر سامانیوں کے ساتھ امتِ مسلمہ کو تہہ و تیغ کر رہا تھا اور دہلی اسلام پوری طرح خوابوں میں کھوئے ہوئے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب چنگیز خان چن چن کر اسلامی شہروں کو

marfat.com

تاراج کر رہا تھا۔ صرف ایک ہی اسلامی حکومت کا حکمران تھا جس نے اس کے ساتھ تھوڑی بہت ٹکر لی۔ وہ حکمران تھا سلطان خوارزم شاہ۔ روایت ہے کہ اس حکمران کا نوجوان اور اولوالعزم ولی عہد سلطان جلال الدین آخری وقت تک تاتاریوں کے ساتھ بہادری کے ساتھ جنگ کرتا رہا۔

سلطان جلال الدین کو جب ایران اور افغانستان سے کوئی بھی کسی قسم کی امداد نہ ملی تو اس نے ہندوستان کا رخ کیا کہ شائد اس کی کوئی مدد ہو جائے۔ ایک جنگ میں جب سلطان جلال الدین کو اپنی فوج کی شکست صاف دکھائی دے رہی تھی تو اس نے اپنا گھوڑا دریا میں اتار لیا۔ چنگیز خان اس نوجوان کی بہادری اور دلیری پر عشق عشق کر اٹھا اور اپنے بیٹوں سے کہنے لگا: ''مادرِ گیتی ایسے فرزند گاہے گاہے پیدا کرتی ہے اگر قسمت نے یاوری کی تو یہ اپنے باپ دادا کا نام ضرور روشن کرے گا۔''

سلطان جلال الدین لاہور آیا اور اس نے سلطان شمس الدین التمش سے اور ناصر الدین قباچہ سے مدد طلب کی مگر دونوں نے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ افسوس کہ جواں مرد یہاں سے مایوس ہو کر سیوستان کے رستے اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے کہ اس بہادر اور دلیر سلطان کا انجام کیا ہوا تھا۔

تواریخ میں یہ بات آتی ہے کہ چنگیز خان نے کبھی بھی دریائے سندھ کو عبور نہیں کیا تھا۔ مگر ''آئین اکبری'' میں تحریر ہے کہ چنگیز خان کا ایک جرنیل ''طرطائی خان'' یا ''ترم تائی'' دریائے سندھ کو عبور کر کے بھیرہ تک ان پہنچا تھا اور اس نے اپنے مشیر کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کی فوج کے لیے کشتیاں تیار کریں چنانچہ جب کشتیاں تیار ہو گئیں تو اس نے ان میں بڑے بڑے پتھر ڈلوائے۔ یہ روایت ہمیں ''تاریخ روضتہ الصفا'' میں سے حاصل ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس نے فوج تیار کی اور ملتان کا رخ کیا۔''

تاریخ جہانکشائے جوینی پر رقم ہے کہ جب اس کی فوج ملتان کے نزدیک پہنچی تو اس نے منجیقوں سے قلعہ پر پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ جس کی وجہ سے قلعہ کی فصیل جگہ جگہ سے نہایت خستہ ہو گئی۔ مسٹر ہاورتھ کا کہنا ہے کہ طرطائی خان کے ساتھ ایک مغل شہزادہ بیلا بھی موجود تھا۔ یہی دونوں سردار فوج کو لڑوا رہے تھے۔

marfat.com

تاتاریوں کی شورش میں ہی ایک ولیِ کامل حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے بھی درجہ شہادت پایا۔ آپ کو 627ھ میں ایک سو چودہ برس کی عمر میں تاتاریوں نے نہایت ہی بے دردی سے شہید کر ڈالا تھا۔ ہوا یوں تھا کہ جب نیشا پور کے محاصرہ کے دوران چنگیز خان کے داماد تغاچار نویاں کو قتل کر دیا گیا تو چنگیز خان نے تمام شہر میں قتل عام کا حکم دے دیا تھا چنانچہ پورے شہر کو ویران کر دیا گیا تھا اور تمام انسانوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔

درجِ بالا سطور سے یہ واضح ہو چکا ہوگا کہ حضرت شیخ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ جس دور میں پیدا ہوئے وہ کس قدر پر آشوب دور تھا۔ اہلِ اسلام کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا تھا اور یقیناً ان کا کوئی بھی پُرسانِ حال نہ تھا۔ افسوس کہ تمام مسلمان حکمران یہ بات نہ سمجھ سکے اور یکے بعد دیگرے تاتاریوں کے ہاتھوں اپنی حکومتیں اور عزتیں گنواتے رہے۔ اس شورش میں بغداد جو کہ اہل اسلام کا مرکز تھا تاتاریوں کے ہاتھوں بیدردی کے ساتھ تاراج ہوا تھا۔ خلیفہ آخر کو بوری میں لپیٹ کر ہاتھیوں سے یا مضبوط ڈنڈوں سے پٹوا کر قتل کر دیا گیا اور شاہی حرم کی پردہ دار خواتین کو تاتاری اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے دورِ اقدس میں بڑے بڑے عالیشان صوفیائے کرام مخلوقِ خدا کو خدا رسیدہ بنا رہے تھے۔ ان میں شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی، خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت ابن عربی، حضرت فرید الدین عطار، حضرت شیخ الکبیر فرید الدین مسعود گنج شکر، حضرت لعل شہباز قلندر، حضرت جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہم زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

حضرت سید جلال بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ چونکہ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی ولادتِ باسعادت رمضان المبارک میں ہوئی تھی اس لیے جب تک شوال کا چند نظر نہیں آ گیا آپ نے والدۂ ماجدہ کا دودھ نہیں پیا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"وبعد ازونہ یکید شیر از پستانِ مادر تا روزِ عید شُد"

marfat.com

یعنی یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ درحقیقت مامہ زاد ولی برحق تھے۔ حضرت سید جلال بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اور بھی روایت درج کی ہے کہ جب غوث بہاء الدین عالم شیر خوارگی میں تھے تو آپ سے کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ ہوتا یوں تھا کہ جب آپ کے والدِ ماجد حضرت محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کلام اللہ شریف کی تلاوت فرما رہے ہوتے تو اگر آپ والدہ کا دودھ پی رہے ہوتے تو آپ دودھ نہیں پیتے تھے اور یوں دکھائی دیتا تھا کہ آپ پوری توجہ سے تلاوتِ کلام پاک سن رہے ہیں۔ چند مرتبہ تو آپ کے والدینِ کریمین نے اس کو محض اتفاق ہی خیال فرمایا مگر جب تواتر کے ساتھ یہی پیش آیا تو دونوں ازحد خوش ہوئے اور چہار جانب اس کی دھوم مچ گئی۔ یقیناً یہ کوئی عام واقعہ تو نہ تھا۔ یہ تو خلافِ انسانی واقعہ تھا۔ انسانی عقل اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے کہ ایک ایسا بچہ جو ابھی ماں کا دودھ پی رہا ہو وہ کامل توجہ سے تلاوتِ کلام اللہ شریف کو سنے اور جب تک تلاوت کرنے والا تلاوت ختم نہ کرے وہ دودھ کو منہ نہ لگائے۔

غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند نے اس روایت کو اشعار کے قالب میں کچھ اس طرح ڈھالا ہے کہ پوری روایت کی بندے کے ذہن میں مکمل تصویر سی بن جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

جب کہ قرآن پڑھتے تھے والد تیرے
کان تھے تیرے بھی بس اُس پر لگے
ذوق تھا تجھ کو بہت قرآن کا
شوق تھا تجھ کو بہت رحمان کا

ابھی آپ کی عمر سعید محض بارہ برس ہی تھی کہ آپ کے والدِ ماجد حضرت محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کے والد گرامی نے 577ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ کے والد ماجد حضرت محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ اور جدِ بزرگوار حضرت مولانا کمال الدین ابوبکر رحمتہ اللہ علیہ کے مزاراتِ مقدسہ ملتان میں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں مفتی غلام سرور لاہوری نے ''خزینہ الاصفیا'' کی جلد دوم کے صفحہ نمبر 25 پر تحریر فرمایا ہے کہ:

marfat.com

''مزاراتِ پدروجد بزرگوار شیخ الاسلام ھم در ملتان در مزارات پیراں تتری واقع اندو نیز بہمال مقام ولآرام مزار پُرانوار بی بی راستی والدہ ماجدہ شیخ رکن الدین ابوالفتح واقع است از مقام سینہ مزار جدِ بزرگوار شیخ الاسلام درختے پیدا شُدہ بود۔ برہر برگ آں درخت اسمِ مبارک اللہ ازغیب نوشتہ بُود۔ تامدت مدید خلقِ خدا ازاں درخت فائدہ بے انتہا برداشت۔ بہر بچارے و مجنونے کہ برگ ہائے آں درخت مے خوارید ند شفائے یافت۔ آخر روزے شخصے بحالتِ جنابت بآں درخت رسید و برگِ درخت جُدا کرد و بخورد۔ ازاں درخت خشک شُد و باز برگ نیاورد۔''

اسی قسم کا بیان ہمیں ''سیر العارفین'' قلمی از مولانا جمالی صفحہ نمبر 21 پر بھی ملتا ہے۔ مولانا جمالی رحمتہ اللہ علیہ شیخ سماء الحق سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ حج کے سفر پر جا رہے تھے کہ اپنے دادا پیر کے مزارِ اقدس پر حاضری کے واسطے ملتان حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمتہ اللہ علیہ اس وقت سجادہ نشین تھے۔ آپ جب دہلی تشریف لے گئے تھے تو مولانا جمالی کے ساتھ ان کا بہت ارتباط رہا تھا۔ چنانچہ مولانا جمالیؒ واردِ ملتان ہوئے تو شیخ صدر الدین عارفؒ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

شیخ صدر الدین عارفؒ نے محبت کا اظہار یوں فرمایا کہ مولانا جمالیؒ کی رہائش کے لیے وہ کمرۂ خاص کھلوا دیا جس کمرہ میں شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ مولانا جمالیؒ جتنے روز بھی ملتان میں رہے' شیخ صدر الدین عارف نے انہی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ مولانا جمالیؒ کو تو یہ ایک بہت بڑی سعادت نصیب ہو گئی تھی چنانچہ ان کا اپنا بیان ہے کہ انہوں نے اس حجرۂ خاص میں ایک چلہ بھی چالیس روز کا پورا کیا اور آپ کو شیخ الاسلام کی زیارتِ بابرکات حاصل ہوئی۔

مولانا جمالیؒ اس حجرۂ خاص میں رہنے کے بعد روضہ مبارک حضرت الاسلام پر بھی اقامت پذیر رہے۔ شیخ صدر الدین عارفؒ یہاں بھی برابر تشریف لاتے رہے۔ مولانا جمالی تحریر کرتے ہیں کہ:

marfat.com

''مزارِ جدِ بزرگوار حضرت سلطان المشائخ بہاء الملتہ والدین زکریا قدس سرہٗ درمزاراتِ پیرانِ تتریست کہ در ملتان واقع است وخطیرہ بی بی راستی ہمدراں مزاراست ودر انجا گورے ست کہنہ وُ برسینہ آں درخت برگد واقع است و برشاخ او لفظ ''اللہ'' برآمدہ است۔''

''چنانچہ ایں حقیر از پیر دستگیر استماع داشت کہ در مزارات پیران تتری برسر مزارے درخت برگداست کہ برتنا وشاخہائے او لفظ ''اللہ'' برآمدہ است۔''

آپ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ

''چوں ایں حقیر درملتان رسید۔ از مرد ماں حالات آں درخت برہرسد و معائینہ نمود۔ فی الواقع ہمچناں بود۔''

والدِ مکرمی کی وفات کے وقت غوث بہاع الدین زکریاؒ کی عمر سعید بمشکل گیارہ بارہ برس ہی تھی مگر آپ اس عمر میں بھی ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے۔ جب آپ کی عمرِ شریف پانچ چھ برس کی تھی تو آپ کے والدِ گرامی حضرت محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو مولانا نصیر الدین بلخیؒ کے پاس ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ مگر ابھی آپ درسی کتاب کی طرف متوجہ ہی ہوئے تھے کہ آپ کے والدِ گرامی قدر اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

والدِ محترم کے انتقال کے بعد خاندان کی کفالت کی ذمہ داری حضرت کے چچا جان حضرت شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے سنبھالی۔ حضرت شیخ احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے آخری وقت میں حضرت مولانا وجیہ الدین محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے منصب قضاء سپرد کر دیا تھا۔ چنانچہ اب تمام تر ذمہ داری خاندان کی کفالت کی آپ ہی کے سپرد تھی۔ حضرت احمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے اس ذمہ داری کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔

غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے عمِ بزرگوار نے اپنی ذمہ داری نبھاتے

marfat.com

ہوئے شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کے لیے قرب و جوار میں سے بڑے بڑے علماء وفضلا کو کوٹ کہروڑ میں بلوالیا۔ یہاں آپ نے کچھ عرصہ تک علم حاصل کیا' اسی کے بعد آپ ملتان تشریف لے آئے اور تعلیم حاصل کرتے رہے۔ملتان میں محلہ کٹرہ کے اندر ایک مسجد واقع ہے۔ اس مسجد کے جنوبی حجرہ میں مولانا عبدالرشید کرمانی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اقدس بھی ہے۔ جہاں پر ہمہ وقت عقیدت مندوں کا ہجوم موجود رہتا ہے۔ روایت ہے کہ آپ حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ ان کے علاوہ کتابوں میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ آپ کے دیگر اساتذہ کرام کون کون تھے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دیگر علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ سات قرائتوں میں کلام اللہ شریف حفظ کر لیا تھا اور اسی کے بعد آپ دوسرے شہروں میں حصول تعلیم کے لیے گئے تھے۔

marfat.com

حصولِ فیض

حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے جب کہروڑ اور ملتان میں اکتساب علم کرلیا تو آپ نے اپنے عمِ بزرگوار سے اجازت چاہی کہ اب دوسرے معروف شہروں میں حصولِ علم کے لیے جائیں۔ آپ کے عم بزرگوار نے جب اجازت دے دی تو آپ نے ملتان سے خراسان کی طرف رخصتِ سفر باندھا۔ افسوس یہ معلوم نہیں ہو پایا کہ آپ جب روانہ ہوئے تو آپ کی عمرِ سعید کیا تھی۔ خراسان اس زمانہ میں علم وفضل کا ایک مرکز کہلاتا تھا۔ یہاں مشہور و معروف درسگاہیں باقاعدہ ایک یونیورسٹی کا درجہ رکھتی تھیں۔ ملتان سے آپ ایک قافلہ کے ہمراہ خراسان وارد ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ خراسان میں آپ نے مستند علمائے کرام سے سات برس تک اکتسابِ علم کیا۔

خراسان سے اکتسابِ علم کے بعد آپ کا رخ اب بخارا کی جانب تھا۔ یہاں بھی آپ نے مستند علمائے کرام اور اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ روایت ہے کہ بخارا میں آپ نے آٹھ برس تک علم حاصل کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کے اکتسابِ علم کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا طریقہ کچھ یوں ہوا کرتا تھا کہ جب آپ کسی عالم یا استاد کے پاس حاضر ہوتے تو آپ دو تین روز میں اس کا تمام علم بذریعہ قوت مکاشفہ حاصل کر لیتے۔ اسی طرح آپ نے چار سو چوالیس علماء وفضلا سے اکتساب علم کیا۔ خلاصتہ العارفین میں درج ہے کہ:

"علم ظاہر بخدمت چندیں استاتذہ بایں طریق خواندہ اند کہ یک استاد را ہر قدرے علم کہ در سینۂ او بودے یک یا دوسہ روز بتائیدِ الٰہی

marfat.com

مکاشفہ کروے باز پیش دیگر مے خواندے و ہر قدرے علم کہ در وسع امکان او بودے۔ در دوسہ روز درس مے کردے۔ ولہجہ علم را کشف مے نمودے۔ تاہم چنیں بخدمتِ چہار صد و چہار و چہل استاتذہ زانوئے تلمذ تہ کردہ سندِ فضیلت حاصل کردند۔"

جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب نے "تذکرۂ اولیائے کرام" کے صفحہ نمبر 7 پر درج کیا ہے کہ:

"خراسان سے آپ نے بخارا جا کر علم حاصل کیا۔ ان کے اوصافِ پسندیدہ اور خصائل حمیدہ کی وجہ سے بخارا کے لوگ ان کو بہاء الدین فرشتہ کہا کرتے تھے۔"

خزینۃ الاسرار میں اس طرح یہ بات درج ہے:

"درخراسان و بخارا شہرے عظیم یافتند کہ اہل آنجا ایشاں را بہاء الدین فرشتہ می گفتند۔"

یہ کوئی معمولی لقب نہیں کیونکہ یہ لقب ایک ایسے شخص کو دیا جا رہا ہے جو کہ ایک طالبِ علم کی حیثیت سے ان شہروں میں ملکِ ہندوستان سے وارد ہوا ہے جبکہ یہ دونوں شہر اس وقت اکنافِ عالم میں علم و فضل کے لحاظ سے یکتائے روزگار تھے اور جہاں ایک سے بڑھ کر ایک ماہرِ علم موجود رہتا تھا۔ جہاں عربی زبان کے مایۂ ناز علماء و فضلا موجود تھے مگر ایک غیر عربی نے ان کے درمیان اپنی خداداد قابلیت اور صلاحیت سے ایک بلند درجہ حاصل کیا اور وہاں کے لوگ آپ کے زہد و تقویٰ اور عبادات کو دیکھ کر آپ کو فرشتہ کہنے لگے۔

خراسان اور بخارا سے حصول علم کے بعد غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے اب یکسوئی کے ساتھ مجاہدات اور تزکیہ نفس پر توجہ مرکوز کر دی۔ خلاصۃ العارفین کے صفحہ نمبر 30 پر قم ہے کہ:

"مجاہدہ خود بزبانِ خود بیان کردن نشاید اما مجاہدہ کمیتہ مبتدیانہ پیشِ تو بیان مے کنم کہ ایں فقیر بیست سال تمام بہ یک درم آب و بہ یک

marfat.com

درم طعام روزہ افطار کرد۔ بعد ازاں مسافر شدم بہ میتِ زیارتِ
کعبتہ اللہ روانہ شدم۔"

(کسی عقیدت مند نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ یا شیخ اپنے مجاہدہ کا حال ہم سے بیان فرمائیے جس کے جواب میں غوث بہاء الدین زکریاؒ نے ارشاد فرمایا کہ)

ترجمہ: "اپنے مجاہدہ اور ریاضت کی کیفیت بیان کرنا مناسب نہیں کہ اس سے غرور کا اظہار ہوتا ہے اور طالب کو خوف لاحق ہوتا ہے کہ کہیں اس کی محنت برباد نہ ہو جائے۔ مگر پھر بھی آپ کی خاطر اتنا ظاہر کرنے میں تامل نہیں کرتا کہ یہ فقیر بیس برس تک ایک چھٹانک پانی اور ایک چھٹانک طعام پر روزہ افطار کرتا رہا۔ اس کے بعد کعبہ شریف کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔"

"خلاصتہ العارفین" کے صفحہ نمبر 130 پر درج ہے کہ کسی موقع پر آپ کے ایک عقیدت مند نے عرض کیا کہ یا شیخ مجاہدہ کی تعریف ارشاد فرمائیے۔ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"مجاہدہ است کہ ہرچہ نفس آرزو کند تابیست سال آن آرزو
بدو نرساند۔"

ترجمہ: "مجاہدہ یہ ہے کہ نفس جس شے کی تمنا کرے اس تمنا کی تکمیل بیس برس تک نہ کی جائے۔"

ازاں بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے ابتدائی مجاہدہ کا ذکر کیا ہے یہ میرے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ یہ تو محض ابتداء کی صورت ہے۔ ورنہ مردان خدا تو ستر برس تک اپنے نفسوں کو آب و طعام کے نزدیک بھی نہیں پھٹکنے دیتے اور اسے شبانہ روز عبادات و اطاعتِ الٰہی میں ہی مقید رکھتے ہیں۔ البتہ یہ مجاہدہ کی صحیح تعریف ہو سکتی ہے۔"

میں نے یہ مشقت و ریاضت ربِ کعبہ کی محبت اور رضا جوئی کے لیے کی۔ یہاں تک کہ ارضِ مقدس میں جا پہنچا۔ حج کیا اور عرفات کی پہاڑی پر حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے کامل تین سال اپنی خدمت میں رہنے کا شرف بخشا۔

marfat.com

خداوندِ کریم کے فضل و احسان سے اسی دوران ہی میں نے بڑا فیضان حاصل کیا۔ اس کے بعد جدید احرام باندھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ پانچ برس یہاں رہ کر حضرت کے قدموں کی خاکِ پاک کی برکت سے انوارِ الٰہی کا ظاہری اور باطنی مشاہدہ کیا۔"

حضرت مولانا جمالی علیہ رحمتہ "سیر العارفین" قلمی کے صفحہ نمبر 23 پر رقمطراز ہیں کہ

"حضرت شیخ الاسلامؒ نے پانچ برس کامل جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کیے۔ ان دنوں مولانا کمال الدین یمنیؒ جو اپنے عہد کے بہت بڑے محدث تھے۔ حرمِ نبویؐ میں حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت بھی ان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور ان کے زانو سے زانو جوڑ کر حدیث کا درس لیتے رہے۔ ہر سال حج کے موقع پر مولانا کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے اور حج کے بعد واپس لوٹ آئے۔

جب حضرت شیخ الاسلامؒ نے حدیث شریف کا تمام علم ازبر کر لیا تو زمانہ کی رسم کے مطابق مولانا سے حدیث پڑھانے کی سند حاصل کی اور ان سے رخصت ہو کر بیت المقدس کو روانہ ہوئے۔ مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ حرم شریف میں قُبہ مبارک کے دائیں جانب ایک خاص مقام پر معتکف رہا کرتے تھے جو کہ بعد میں آپؒ سے منسوب ہو کر رہ گیا۔ مولانا جمالیؒ جب مدینہ منورہ گئے تو آپ نے بھی اسی جگہ کو عبادات کے لیے پسند کیا آپ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

"ایں احقر الانام کہ دراں ایام درحرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم بود
بداں موضوع مشغول شدئے دمے ماندے و فیض بُردے"

جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب "تذکرۂ اولیائے کرام" کے صفحہ نمبر 67 پر تحریر فرمایا ہے کہ "بخارا سے حج کے ارادہ سے آپ مکہ معظمہ گئے۔ وہاں سے روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پانچ سال تک جوارِ رسولؐ میں زندگی بسر کی۔ اس مدت میں مولانا کمال الدین محمد سے جو اپنے عہد کے جلیل القدر محدث تھے' حدیث پڑھی۔ مولانا کمال الدین محمد نے ترپن سال تک مجاور کی حیثیت

marfat.com

سے حرمِ نبوی کی خدمت کی۔ حضرت بہاء الدین زکریا نے حدیث کی تعلیم سے فراغت کے بعد روضہ اقدس کے پاس تزکیہ قلب اور تصفیہ باطن کے لیے مجاہدہ شروع کیا پھر وہاں سے چل کر بیت المقدس پہنچے۔

حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ حالانکہ تمام علوم پر دسترس حاصل کر چکے تھے مگر ابھی تک آپ کی تلاش ختم نہیں ہوئی تھی۔ یہ تلاش تھی مرشد کی۔ آپ کامل راہنمائی کے لیے اب شہروں شہروں گھوم پھر رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے مدینہ طیبہ سے بیت المقدس کا طویل ترین سفر بھی کیا۔ ایک واقعہ درج کرنا چاہوں گا جس سے قارئین کرام کو اندازہ ہو سکے گا کہ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ روحانیت کے کسی درجہ پر فائز ہو چکے تھے۔

ڈاکٹر شمیم محمود زیدی نے ''احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی'' نامی کتاب کے صفحہ نمبر 153 پر تحریر کیا ہے کہ ''تمام مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ سے شیخ الاسلام بیت المقدس تشریف لے گئے۔ یہاں کچھ عرصہ رہ کر انبیاء علیہم السلام کے مقابر کی زیارت کی۔ اس کے بعد دمشق پہنچے۔ یہاں شہر کے باہر ایک خوفناک اژدھا رہتا تھا جو بے شمار آدمیوں کو ہلاک کر چکا تھا۔ ایک مرتبہ آپ بھی وہاں سے گزرے۔ اژدھا آپ کو دیکھ کر پھنکارتا ہوا باہر نکلا جب قریب آیا تو حضرت نے اپنی چادر اس پر دے ماری۔ وہ اژدھا اسی وقت مر گیا اور حضور آگے بڑھ گئے۔ اس نے بے شمار آدمیوں کی جان لی تھی۔ اس لیے جب یہ خبر شہر میں پہنچی تو لوگ جوق در جوق زیارت کو حاضر ہوئے۔ پانچ سال تک دمشق کے علمائے و مشائخ آپ کے آگے زانوئے ادب تہہ کر کے استفاضہ کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے سمرقند کا رخ کیا۔''

اس کتاب کے صفحہ نمبر 132 پر درج ہے کہ ''یہاں ایک باخدا درویش کا بڑا چرچا ہو رہا تھا۔ آپ مرشد کی تلاش میں ملک ملک کا دورہ کرتے پھرتے تھے۔ جب لوگوں سے اس کی شہرت سنی تو طویل سفر طے کرنے کے بعد اس خدا دوست بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان پر استغراق کا عالم طاری تھا۔ آپ ایک عرصہ تک لگاتار ان کے پاس جاتے

marfat.com

رہے لیکن وہ متوجہ نہ ہوئے۔ دو برس کے بعد وہ بزرگ ہوش میں آئے۔ آپ پر نظر ڈالی۔ حضرت شیخ الاسلام اسی ساعت کے منتظر تھے۔ بڑھ کر قدمبوس ہوئے تو آپ سے فرمایا کہ:

''آپ کا آنا مبارک ہو۔ آپ نے بڑی تکلیف اٹھائی' مگر
ہاں! درویشوں کی خدمت سے دونوں جہانوں کی مرادیں ملتی ہیں۔''

اے بہاء الدین' سن! تیس برس ہو چکے ہیں کہ یہ فقیر بحرِ تجلیات میں متغرق ہے اور آنے جانے والوں سے بے خبر۔ آج دوست کا حکم ہوا ہے کہ آپ سے ہمکلام ہو کر اپنی حالت سے آگاہ کروں۔ اے عزیز! درویش کے لیے مخلوق کی صحبت سے بڑھ کر اور کوئی چیز مُضر نہیں۔ کیونکہ وہ جس قدر خلقت سے نزدیک ہوتا ہے' اسی قدر خالق سے دور ہو جاتا ہے۔''

یہ کہہ کر اپنا مصلّی اور مٹھی بھر اشرفیاں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کو عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ ''یہ آپ کا زادِ راہ ہے۔ آپ کو بہت دور جانا ہے۔ آپ تشریف لے جائیں۔ ابھی یہ فقرہ پوری طرح سے ادا بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ طالبِ صادق آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔''

اگرچہ حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ علم و فضل میں کامل ہو چکے تھے مگر ابھی تک آپ کو وہ ذاتِ اقدس نہیں ملی تھی جس کی آپ کو اول دن سے ہی تلاش تھی۔ یہ ذات تھی مرشد کامل کی ذات۔ اگر دیکھا جائے تو حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ اس دور میں اضطرابی کیفیت کا شکار تھے۔ ایک عرصہ سے آپ مرشدِ کامل کی تلاش میں شہروں شہروں' قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں گھوم رہے تھے۔ کسی بھی تاریخ میں یہ نہیں ملتا کہ آپ کوئی تجارت وغیرہ کرتے تھے' چنانچہ یہ بات ہی درست ہے کہ آپ اس وقت سخت ترین اور دشوار گزار مجاہدات سے گزر رہے تھے۔

درجِ بالا سطور میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ آپ ایک موہوم امید پر دو برس تک ایک درویش کے آستانہ پر حاضری دیتے رہے۔ مگر دو برس کے بعد انہوں نے بھی آپ کو

marfat.com

اپنی تلاش جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا اور خود غائب ہو گئے۔ اب آپ نے نئے سرے سے کمرِ ہمت باندھی اور پھر اپنے مقصد کی طرف گامزن ہوئے۔ آپ ایک صاحب کمال شخصیت بن چکے تھے۔ عبادات و ریاضات میں آپ کامل عبور حاصل کر چکے تھے مگر شیخِ کامل کا دامن ابھی تک آپ کے ہاتھوں میں نہیں آیا تھا۔ ایک مرتبہ پھر آپ اپنے سفر پر چل پڑے اور عبادات و ریاضت کو مزید نکھارا۔

فقیر درجِ بالا سطور میں یہ تحریر کر آیا ہے کہ حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ حصولِ تعلیم کے لیے شہر شہر گھومتے رہے۔ دراصل یہ تلاش حق ہے۔ ''مرآۃ الاسرار'' کے صفحہ نمبر 42 پر حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معموم بیٹھے تھے کہ ہر شخص مجھ سے احکامِ شریعت کے متعلق دریافت کرتا ہے اور اسرارِ باطن کے متعلق کوئی نہیں پوچھتا۔ شائد یہ راز ہمارے ساتھ قبر میں چلا جائے گا۔ (یعنی اس سے کوئی مستفیض نہ ہوگا) لیکن بمصداق اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیئاً نَھِیَ اسبَابَہ (جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے) اس وقت اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالبؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری متابعت تو کر لی ہے مگر انہوں نے اپنے احوالِ باطن کے بارے میں کوئی تعلیم نہیں دی۔

تا کہ متابعتِ باطنی سے بہرہ ور ہوتا۔ پس کمال صدق و اخلاص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے کہ مجھے اسی طرح حکم تھا کہ بغیر طلب صادق یہ راز کسی کو تعلیم نہ کیا جائے۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ راز حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ قَالَ رَسُول عَلَیہِ السَّلام لِعَلیٍ یا عَلِی اَنتَ نَظِیرِی ای مِثلِ فِی اَلوَلایتِ اَلَّتِی ھِیَ مُعَانِتۃُ الحقِ. ترجمہ: ''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ اے علی تو میری مانند ہے میری ولایت میں کہ یہ ولایت معائنہ حق ہے۔''

marfat.com

پس وہ راز حضرت علی کرم اللہ وجیہ سے فرقۂ صوفیہ تک پہنچا العلماء ورثۃ الانبیاء عالم وارث انبیاء ہیں۔ اسی سبب سے کہا گیا ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمام اولیائے کاملین حصولِ علم وفضل کے لیے دور دراز کے شہروں اور ملکوں میں جایا کرتے تھے تو اس کی وجہ یہی ہوتی تھی کہ صوفیائے کرام کی متابعت صورتاً اور معناً عین متابعتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ چنانچہ لازم ہے کہ راہِ حق کا طالب صوفیائے کرام کے احوال و اقوال و عقائد کو کما حصہ سمجھے اور ان کے قدم بہ صراط مستقیم پر سلوک طے کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں تمام اولیائے کاملین کی سیر تھائے مقدسہ میں بھی قدر مشترک دکھائی دیتی ہے کہ یہ سب بابرکت مردان حق حصولِ علم کے لیے اپنے آبائی شہروں سے اللہ تعالیٰ کے توکل کے سہارے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ غوث ربانی عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی حصولِ علم کے لیے اپنے گھر بار اور والدہ ماجدہ سے جدائی برداشت کی' حضور داتا گنج بخشؒ' حضرت معین الدین چشتیؒ خواجہ بختیار کاکیؒ حضرت شیخ الکبیر گنج شکرؒ اور غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ میں قدر مشترک یہی ہے کہ ان سب بزرگوں نے حصول علم میں اپنی زندگیوں کا ایک بڑا حصہ سیاحت میں بسر کیا تھا۔

دوسری طرف جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں شیخ الکبیر گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ حاضر ہوئے اور بیعت کی درخوست کی تو خواجہ صاحب نے آپ کو حکم دیا کہ پہلے علم حاضر کرلو چنانچہ شیخ الکبیر علیہ رحمتہ اللہ کا ارشادِ عالیشان ہے کہ "جاہل صوفی مسخرہ شیطان ہوتا ہے۔"

برسہا برس حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ تلاش مرشد میں سرگرداں رہے' آخر شہروں شہروں سیاحت کرتے ہوئے آپ نے بغداد شریف میں قدم رکھا۔ وہ بغداد شریف جس میں اولیائے عظام کی ایک کثیر تعداد موجود ہی رہتی تھی اور جو غوثِ ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا شہر ہے۔ افسوس کہ ہمیں تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ آپ نے کس سن میں بغداد شریف کو رونق بخشی۔ ہاں مگر "انوارِ غوثیہ" میں تحریر ہے کہ آپ 614 میں بغداد شریف سے روانہ ہوئے تھے اور گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے 615 ھ کے آغاز میں ہی ملتان میں قدم رنجہ فرمایا ہوگا۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ غوث بہاء

marfat.com

الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ 614 کے اوائل میں ہی بغداد شریف تشریف لائے تھے۔ کیونکہ تمام محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ آپ محض سترہ روز ہی مرشد کامل شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر رہے۔

تلاشِ مرشدِ کامل میں آخر کار غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ کامیاب و کامران ہو گئے۔ یہ تلاش تاریخی لحاظ سے 614ھ میں مکمل ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمرِ سعید تقریباً 48 برس تھی۔ اگر یہ خیال کر لیا جائے کہ آپ نے اپنی تعلیمی سیاحت کا آغاز اندازاً بیس برس کی عمر مبارک میں کیا ہوگا تو آپ نے تقریباً اٹھائیس برس حصولِ علم میں بسر کر دیئے۔ بات ہمارے موضوع سے زرہ ہٹ کر ہے مگر میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر صاحبِ انوارِ غوثیہ کے بیان کو درست مان لیا جائے تو پھر ایک ابہامی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ابہامی کیفیت یہ ہے کہ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت ''تذکرۂ اولیائے کرام'' میں صفحہ نمبر 90 پر 611ھ درج کی گئی ہے۔

مگر مراۃ الاسرار میں شیخ صدر الدین عارفؒ کی عمر اسّی برس بتلائی گئی ہے۔ نیز یہ بھی درج ہے کہ آپ نے 684ھ میں وصال فرمایا۔ اگر یہ مان لیا جائے تو پھر حضرت شیخ صدر الدین عارف علیہ الرحمتہ کی ولادت 605ھ میں ہوئی ہوگی۔

''تزکرۂ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی'' میں جناب نور احمد خان فریدی صاحب صفحہ نمبر 60 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''ایک دن حضرت مخدوم عبدالرشید رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں علماء و مشائخ کا اجتماع تھا۔ بحث و مناظرہ میں تین پہر گزر گئے۔ اجلاس برخاست ہونے پر دفعتاً آپ پر غنودگی طاری ہوئی اور عالم رویا میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت احمد غوثؒ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں:

''بیٹا! چوتھے روز تیرے چچا زاد بھائی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا دین و دنیا کی سعادتوں سے مالا مال ہو کر ملتان میں داخل ہوں گے۔ تمہیں لازم ہے کہ اپنی ہمشیرہ کو ان کے نکاح میں دے دو اور خود حرمین شریفین کو روانہ ہو جاؤ۔''

marfat.com

مخدوم عبدالرشید خواب سے بیدار ہوئے اور برادرِ بزرگوار کے آنے کی بشارت سے شادمان ہوئے اور بڑی بیتابی سے انتظار کرنے لگے۔"

اب اگر اس روایت کو دیکھا جائے تو غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کا نکاح مبارک 615ھ یا616ھ میں ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ جبکہ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت جیسا کہ ہم اوپر عرض کر آئے ہیں کہ 611ھ "تذکرۂ اولیائے کرام" میں درج ہے۔ چنانچہ ہمیں صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کب بغداد شریف میں وارد ہوئے اور کب آپ وہاں سے چلے مگر یہ بات سب نے ہی تحریر کی ہے کہ آپ 615ھ میں عازمِ ملتان ہوئے تھے۔ حقیقت کا علم سوائے اللہ علیم وخبیر کے کسی اور کو نہیں۔ (واللہ عالم بالصواب)

بیعتِ مُرشِدِ کامل:

بغداد شریف جب غوث پاک بہاؤ الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ پہنچے تو وہاں ایک ہی شخصیت کا شہرہ تھا۔ آپ نے لوگوں سے معلوم کیا تو آپ کا دل خود بخود اس شخصیت کی طرف مائل ہونے لگا۔ وہ شخصیت تھی حضرت شیخ الشیوخ حضرت سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی مقتدر شخصیت۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ شیخ الشیوخ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو صاحبِ نظر ولی کامل کی حق شناس نظروں نے پہلی نظر میں ہی پہچان لیا کہ یہ نووارد تو صاحبِ کمال شخص ہے۔

غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے جب شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے چہرۂ اقدس پر نظر ڈالی تو آپ کو اپنی سیاحت پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ہزاروں مردانِ حق سے آپ ملاقات کا شرف حاصل کر چکے تھے مگر جو بات آپ کو شیخ الشیوخ میں دکھائی دی وہ کسی اور میں نہ تھی۔ نہایت ہی ادب و احترام سے آپ شیخ الشیوخ سے ملے اور حلقۂ ارادت میں شامل کرنے کی استدعا کی۔ شیخ الشیوخ نے آپ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا اور فیوض و برکات سے مستفید فرمایا۔

marfat.com

اولیائے کاملین کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سالہا سال مریدین اپنے مرشدین کی خدمت کرتے ہیں اور ان کی تمام ہدایات پر عمل کرتے ہیں' پھر جب مرشد کو اپنے مرید میں یہ دکھائی دیتا ہے کہ مرید اب کامل ہو چکا ہے تو اس کو اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کیا جاتا ہے۔ مگر ہمیں یہ صورتِ حال یہاں دکھائی نہیں دیتی۔ ایک ہی ملاقات میں سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو بیعت کر لیا۔ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی تمام ریاضتیں و عبادتیں اور مجاہدات و مشاہدات شیخ الشیوخ کی نظروں میں آ چکے تھے۔ آپ کو یہ بخوبی معلوم ہو چکا تھا کہ یہ نووارد سلوک کی تمام تر منازل طے کر چکا ہے اور اب اس کو مرید کر لینا ہی اس کی منزل ہے۔ ایک روایت ہے کہ اس پہلی ملاقات میں ہی غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کو عالمِ حجاب کے اٹھارہ ہزار پردے آنکھوں سے دور ہو گئے۔

خلاصتہ العارفین میں درج ہے کہ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اس وقت شیخ الشیوخ نے جو خرقہ زیب تن کر رکھا تھا اپنے بدن مبارک سے اتار کر میرے سر پر رکھ دیا' اپنا وہ مصلیٰ جس پر آپ نے کثرت سے عبادات کی تھیں اور وہ خرقہ جو شیخ الشیوخ کو اپنے مشائخ کریمین کے توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجیہ کریم کا ملا تھا' دونوں میرے سپرد فرمائیے۔

ایک نووارد اور ایک ایسے مرید کے ساتھ شیخ الشیوخ کا یہ سلوک ان کے مریدین با اخلاص کے لیے حد درجہ تعجب خیز تھا۔ ان میں سبھی عارفین تھے اور معرفتِ الٰہیہ میں خاص مقامات کے حاملین تھے۔ ان میں سے بہت سے ایسے بھی تھے کہ جنہیں یہ قوی امید تھی کہ ان تبرکات میں سے کوئی ایک تبرک ان کو ضرور ملے گا مگر ان کی حیرانی اس وقت دوچند ہو گئی جب ایک نووارد کو تمام تبرکات مل گئے۔

جو خرقۂ ارادت شیخ الشیوخ نے غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا' اس کے بارے میں بھی شیخ الشیوخ کے اکثر مریدین یہ حسنِ ظن رکھتے تھے کہ یہ انہی کو حاصل ہوگا۔ مگر یہ خرقہ تو اس ذاتِ اقدس کے نصیب میں تھا۔ جس نے ملک ہندوستان

marfat.com

کے کفرستان میں اسلام کی شمع روشن کرتا تھی۔ ایک عارف نے اپنی مجلس کے دوران یہ بات کہہ دی کہ ''بہت ہی تعجب خیز بات ہے کہ ہندی درویش نے ایک ہی رات میں تمام دولت و نعمتیں سمیٹ لی ہیں۔ مگر ہم لوگ جس دروازہ پر سالہا سال سے ریاضت اور مجاہدے کر رہے ہیں اس توجہ سے محروم ہی رہے۔''

اس قسم کی باتیں شیخ الشیوخ سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین آپس میں کرتے رہتے تھے۔ ہُدہ ہُدہ یہ باتیں شیخ الشیوخ کے بھی گوش گزار ہوئیں۔ آپ ایک جہاندیدہ اور صاحب نظر ولی کامل تھے۔ آپ نے بجائے اس کے کہ اپنے مریدین پر غصے ہوتے بلکہ ان کی اصلاح کرنے کی ٹھان لی۔ ایک مرتبہ جب آپ کے وہی مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سب کو مع غوث بہاء الدین زکریاؒ یہ حکم دیا کہ ''ایک ایک کبوتر لے جاؤ اور اس جگہ جا کر ذبح کرو جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔'' آپ کا حکم سن کر تمام مریدین نے کبوتر پکڑے اور حجرۂ پاک سے اجازت لے کر چلے گئے۔

شیخ الشیوخ کے وہ مریدین پہلے تو اِدھر اُدھر جگہ تلاش کرتے رہے آخر تھک ہار کر اپنے حجروں میں گئے اور کبوتروں کو ذبح کر لیا۔ مگر ذبح کرنے سے پہلے انہوں نے یہ یقین ضرور کر لیا تھا کہ انہیں دیکھ تو کوئی نہیں رہا۔ سبھی درویش کبوتر ذبح کر کے مرشدِ کامل کے پاس حاضر ہو چکے تھے اور خاموش بیٹھے شیخ الشیوخ کے بولنے کا انتظار کر رہے تھے کہ معاً غوث بہاء الدین زکریاؒ بھی حجرۂ پاک میں داخل ہوئے۔ مگر یہ کیا! تمام درویش یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس ہندی درویش کے ہاتھوں میں تو زندہ کبوتر پھڑ پھڑا رہا تھا۔

ان درویشوں کو یک گونہ خوشی بھی ہوئی کہ چلو آج اس نووارد ہندی درویش سے تو مرشد پاک ناخوش ہی ہوں گے اور ان کو یہاں سے جانا ہی پڑے گا۔ جب غوث بہاء الدین زکریاؒ بڑے ادب سے مرشد کے حضور بیٹھ گئے تو شیخ الشیوخ نے ارشاد فرمایا:

''اے بہاء الدین! بڑی دیر کے بعد آئے ہو اور کبوتر پھر بھی ذبح نہیں کیا۔''

غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا۔

marfat.com

''میرے آقا! آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کبوتر اس مقام پر زبح کیا جائے جہاں کوئی بھی دیکھنے والا نہ ہو۔ مگر میں جہاں بھی گیا وہاں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر پایا۔ میں اسی لیے کبوتر کو واپس لے آیا ہوں۔''

شیخ الشیوخ نے اپنے ان مریدوں کی طرف دیکھا جنہوں نے اپنی اپنی محافل میں اعتراض کیا تھا اور جنہیں اپنی عبادت' ریاضت اور اپنے مجاہدوں پر بڑا فخر تھا۔ آپ نے ان کو دیکھ کر جب اپنا سرِ اقدس ہلایا تو ان سب کی گردنیں شرم کے مارے جھک گئیں۔ مگر شیخ نے محسوس کیا کہ ان مریدوں کی ابھی کامل تسلی نہیں ہوئی چنانچہ آپؒ نے اسی روز یہ حکم سبھی کو ارشاد فرمایا کہ تم سب جنگل میں چلے جاؤ اور گھاس کا ایک ایک گٹھا لے آؤ تا کہ خانقاہ کے صحن میں اس کو بچھایا جائے۔

تمام مریدین حسب الارشاد خانقاہ سے باہر چلے گئے اور سب نے جنگل کا رخ کیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد تمام مریدین جب واپس آئے تو انہوں نے اپنے سروں پر گھاس کے گٹھے اٹھا رکھے تھے۔ یہ تمام کے تمام گٹھے نرم نرم اور تازہ گھاس کے تھے۔ مگر اس وقت تمام درویش حیران رہ گئے جب انہوں نے دیکھا کہ ہندی درویش تو بالکل خشک اور سوکھی گھاس کا گٹھا اٹھا لایا ہے۔ شیخ الشیوخ بھی دیکھ رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے بہاء الدین! یہ کیا کیا! تم بھلا ہری بھری گھاس کیوں نہیں لائے۔''

غوث بہاء الدین زکریاؒ ابھی بولے نہیں تھے اور نہایت ادب سے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ تمام درویش زیرِ لب مسکرا مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے کہ اب بھلا یہ کیا بولیں گے کہ اچانک آپ گویا ہوئے۔

''یا شیخ! جب میں جنگل میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ہر طرف ہری بھری گھاس وافر مقدار میں موجود تھی۔ مگر جہاں بھی میں نے دیکھا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ گھاس یاد الٰہی میں مصروف ہے۔ مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں گھاس کو یاد الٰہی سے محروم کر دوں۔ پھر جب میں نے دیکھا کہ خشک گھاس اللہ کا ذکر نہیں کر رہی تھی کیونکہ وہ تو مردہ تھی اس لیے میں اسی کو لے آیا ہوں۔''

marfat.com

یہ جواب یقیناً ان درویشوں کے لیے غیر متوقع تھا ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ان کی حیرانگی اور شرمندگی کو دیکھتے ہوئے شیخ الشیوخ علیہ الرحمتہ نے ارشاد عالیشان فرمایا کہ:

''میرے عزیزو! تم لوگوں نے بڑی بدگمانی کی تھی۔ مگر تم لوگ تو گیلی لکڑی کی مانند تھے' جس پر آگ فوری اثر نہیں کرتی۔ مگر بہاء الدین ایک سوکھی لکڑی کی مانند ہے کہ عشق الٰہی کی آگ نے اسے فوراً اپنی لپیٹ میں لے لیا۔''

اسی لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

ایں سعادت بزورِ بازوئے نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کچھ روز کے بعد شیخ کامل کے حضور جب طلب کرنے پر حاضر ہوئے تو آپ کو شیخ نے ایک کٹا ہوا انار دیا اور فرمایا کہ اسے کھالیں۔ انار جب آپ نے پکڑا تو اس میں سے ایک دانہ نیچے گر گیا۔ آپ نے یہ دانہ جلدی سے اٹھا کر کھا لیا۔ کیونکہ یہ انار مرشدِ پاک کا دیا ہوا تھا۔ پھر بھلا یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ مرید کامل اسے زمین پر ہی پڑا رہنے دیتا۔ آپ کی انکساری اور عقیدت دیکھ کر شیخ الشیوخ نے ارشاد فرمایا:

''اے بہاء الدین! یہ دانا جو گر پڑا تھا اور تم نے اس کو بڑی عقیدت کے ساتھ نوش کر لیا ہے یہ دراصل دنیا تھی۔ میں نے چاہا تھا کہ تم اس کے جھمیلوں میں نہ ہی پڑتے۔ مگر تم نے اس کو احترام کی وجہ سے کھا لیا ہے۔ لہٰذا تمہارے قبضہ میں اب دین بھی ہے اور دنیا بھی۔''

روایت ہے کہ چند روز کے بعد آپ نے غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کو یہ حکم ارشاد فرمایا کہ:

''اے بہاء الدین! اب آپ ملتان میں جائیں اور وہیں سکونت اختیار کریں۔ اس ملک کے باشندگان کی ہدایت آپ کے سپرد کی گئی ہے۔''

marfat.com

کم و بیش اٹھائیس برس کے بعد حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کی تلاش آج مکمل ہو گئی تھی۔ آج اس سفر کی انتہا ہو گئی تھی جس کی ابتدا غالباً بیس برس کی عمر میں آپ نے کی تھی۔ ایک نوجوان جو اپنے شہر سے تن تنہا نکلا تھا آج ایک طرح سے کامل ہو کر واپس آنے کا منتظر تھا مگر وہ نوجوان نہیں بلکہ ادھیڑ عمر ولی کامل کے روپ میں واپس آ رہا تھا۔ آج تقریباً اٹھائیس برس کے بعد اس کو اپنی منزلِ مقصود حاصل ہو چکی تھی اور وہ شاداں و فرحاں واپس آ رہا تھا۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولادِ پاک میں سے تھے۔ آپ نے اپنے چچا حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی اور ان کی وفات کے بعد ان کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے تھے۔

''تذکرۃ الکرام'' کے صفحہ نمبر 450 پر رقم ہے کہ ''حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سُہروردی کی ولادت رجب میں 543 ہجری میں ہوئی۔ آپ مرید اور فیض یافتہ اپنے چچا حضرت ابونجیب ضیاء الدین سُہروردی کے تھے جو پیر حضرت نجم الدین کبریٰ کے تھے اور ابو نجیب ضیاء الدین سہروردی اپنے ماموں وجیہ الدین ابوخفصی کے مرید تھے۔''

''مرآۃ الاسرار'' کے صفحہ نمبر 620 پر رقم ہے کہ ''آپ نے خرقۂ خلافت شیخ ابو مدین مغربیؒ سے حاصل کیا۔ امام عبداللہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''آپ اپنے زمانہ کے استاد اور یگانۂ روزگار، محلِ طلوعِ انوار، حقائقِ الٰہی و منبعِ اسرار لامتناہی و راہ نمائے طریقت، مظہر حقیقت و رئیس و بزرگ ترین مشائخ و جامع علوم ظاہری و باطنی و مقتدائے عارفاں عمدۂ سالکان اور عالمِ ربانی تھے۔

آپؒ نے جس قدر مجاہدات و ریاضات کیے ہیں کسی نے کم ہی کیے ہوں گے۔ علمِ الحدیث میں آپ بے نظیر تھے۔ کیونکہ سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی سنت آخری وقت تک آپ سے فوت نہ ہوئی اور جس قدر تصرفات ظاہری و باطنی آپ

marfat.com

سے سرزد ہوئے بہت کم صوفیاء سے سننے میں آتے ہیں۔ آپ کے فیضِ صحبت سے بڑے بڑے اکابر اولیائے کرام وجود میں آئے ہیں۔ مثل شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ جو آپ کے بعد مقامِ غوث تک پہنچے اور ایک جہان آپ سے فیض یاب ہوا۔

آپ کے اکمل خلفا میں سے ایک شیخ نجیب الدین برغش شیرازی تھے۔ آپ کے تیسرے خلیفہ مہر سید معزالدینؒ جیسے عظیم القدر ولی اللہ اور صاحبِ حالِ قوی تھے۔ آپ بلاشبہ ہفت ابدال میں سے تھے۔ جو اسمِ الٰہی ''القاہر'' کی صفت سے موصوف تھے۔ آپ ولایتِ ہندوستان میں قہر و غلبہ کے طریق پر تصرف کرتے تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے زمانہ میں بغداد سے ہندوستان تشریف لائے اور قصبہ سندیلہ میں مقیم ہوئے۔

''نفحات الانس'' میں درج ہے کہ ''شیخ شہاب الدین اپنے وقت میں شیخ الشیوخِ بغداد تھے۔ آپ نے ابتدائے حال میں شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی صحبت پائی۔ بلکہ اپنے وقت کے بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا۔ آپ نے جزیرہ عبادات میں بعض ابدال کی صحبت حاصل کی اور خضر علیہ السلام سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ بے شمار تصانیف کے مالک ہیں، جن میں سے عوارف المعارف مکہ معظمہ میں لکھی گئی۔ جس وقت کوئی مشکل پیش آتی آپ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے، طوافِ کعبہ کرتے اور حق بات معلوم کرنے کے لیے توفیق الٰہی کے طلب گار ہوتے تو فوراً مشکل حل ہو جاتی۔

''نفحات الانس'' میں یہ بھی تحریر ہے کہ ''شیخ سعد الدین حمویؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے شیخ عربی کو کس طرح پایا؟ فرمایا: ''نورِ لانہایت اللہ اللہ کے لاانتہا نور ہے'' انہوں نے پوچھا شیخ شہاب الدین کو کیسا پایا؟ فرمایا: '' نور متابعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حسین السھر وردی شئ آخر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سہروردی کا کمال ہے۔'' اور تکملہ کی ایک سو انیسویں حکایت میں آپ خود فرماتے ہیں کہ میں جوانی میں علم الکلام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس علم کی چند کتابیں یاد کر لیں۔ اس حد تک کہ میں فقیہ ہو گیا۔ میرے چچا شیخ ابو نجیبؒ مجھے اس علم سے منع فرماتے تھے اور میں باز نہیں آتا تھا۔

marfat.com

ایک دن وہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی زیارت کو گئے اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا بھتیجا علم الکلام میں مشغول ہے' میں نے اسے بہت منع کیا لیکن باز نہیں آتا۔ حضرتِ شیخ نے دریافت فرمایا: ''اے عمر تم نے کونسی کتاب یاد کر لی ہے؟'' میں نے کہا: ''فلاں فلاں کتاب۔'' آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر لگایا۔ واللہ! جو کچھ مجھے یاد تھا فوراً ہی بھول گیا اور حق تعالیٰ نے اسی وقت علم الدنی (علم معرفت) کا دروازہ میرے دل پر کھول دیا اور حکمت کی باتیں کرتا ہوا شیخ کی خدمت سے رخصت ہوا۔

آپؒ نے مجھے فرمایا کہ اے عمر! انت آخر المشہور فی العراق (یعنی تم عراق میں سب سے آخری مشہور شیخ ہو گے) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سلطانِ طریقت اور بڑے معترف بزرگ تھے۔ چنانچہ ان کے بعد شیخ شہاب الدین نے عراق میں بڑی شہرت حاصل کی اور قرب بعید کے علاقوں سے اربابِ طریقت شیخ کی خدمت میں آ کر فیض یاب ہونے لگے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو قوی تصرف اور بلند ہمت عطا فرمائی تھی۔

حضرت شیخ الکبیر خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں چند روز شیخ شہاب الدینؒ کی خانقاہ میں رہا۔ ہر روز میں دیکھتا تھا کہ قریب دس ہزار دینار آپ کی خدمت میں بطور فتوح غیب سے آتے تھے اور شام تک کچھ بھی باقی نہیں رہتا تھا۔ حضرت شیخ الکبیر گنج شکرؒ راحت القلوب میں فرماتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے چالیس سال تک خلق کے عیبوں کی طرف نگاہ نہ کی۔ اس بارے میں آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ لوگوں کے عیب مجھے نظر نہیں آتے۔''

''مرآۃ الاسرار'' کے صفحہ نمبر 623 پر درج ہے کہ ''یہ فقیر مائب الحروف (مولانا عبدالرحمٰن) ابتدا کے سلوک میں ریاضتِ شاقہ کرتا تھا اور ہر سلسلہ کے اشغال کیا کرتا تھا۔ حق تعالیٰ سے اس سلسلہ کے بانی کے وسیلہ سے امدادِ معنوی طلب کرتا تھا۔ ایک رات نماز تہجد کے بعد مسجد میں مشغول تھا کہ حضرت شہاب الدین سہروردی نے عالم معاملہ میں کمال زرہ نوازی سے 41 اسمائے اعظم بالترتیب تلقین فرمائے۔ ان میں اسم ''یاد ائم بلا فَنَاءِ ولازوال لملْکِرِ وتقائہٖ یا دائمُ یاموکل'' اس فقیر کو عنایت فرمائے۔ میں نے سجدہ سے

marfat.com

سر اٹھایا تو بیداری میں بھی میں نے ایک خوبصورت جوان صاحب جمال اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں دردائیل موکل اسم یا دائم ہوں۔ حضرت شیخ الشیوخ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ بندہ آپ کا تصرف دیکھ کر حیراں رہ گیا اور آپ کا پہلے سے بھی زیادہ گرویدہ ہو گیا۔ آپ سلطانِ طریقت اور برہانِ حقیقت تھے۔"

"تذکرۃ الکرام" کے صفحہ نمبر 452 پر درج ہے کہ "خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے بغداد میں رجب کے مہینہ میں 622ھ میں ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں سامنے شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحدالدین کرمانی وغیرہ کے خواجہ معین الدین حسن سنجری کے مرید ہوئے اور استفادہ اٹھایا۔"

رسول اللہ کے سفیر میں صفحہ نمبر 289 پر درج ہے کہ حضرت شیخ محمد صادق شیبانی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ سلسلۂ سہروردید کے شیخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے والد محترم لاولد تھے' ان کی زوجہ محترمہ حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے عرض کی کہ حضور! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا فرمائیں۔ آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا: "بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹے کی نعمت سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ نیک بی بی اسی شب حاملہ ہو گئیں اور پھر جب وقت مقررہ پر بچے کی ولادت ہوئی تو دیکھا کہ لڑکے کی بجائے لڑکی کی پیدائش ہوئی ہے۔

چنانچہ اس بات کی خبر حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچائی گئی۔ آپ نے سن کر اطلاع لانے والے سے فرمایا: "جا کر اچھی طرح دیکھو وہ لڑکا ہے' لڑکی نہیں۔" اس پر گھر آ کر دیکھا تو واقعی وہ لڑکا تھا۔ آپ نے اسی مبارک بچے کا نام شہاب الدین تجویز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ پروردگار کے فضل و کرم سے یہ بچہ لمبی عمر پائے گا اور اپنے وقت کا کامل ترین بزرگ ہوگا۔ وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے اجل ولی اللہ ہوئے اور لمبی عمر پائی۔"

marfat.com

''مراۃ الاسرار'' کے صفحہ نمبر 624 پر درج ہے کہ آپؒ کی وفات بروز چہار شنبہ یکم ماہ محرم 632ھ میں خلیفہ مستنصر کے عہد میں ہوئی۔

''تذکرۂ الکرام'' کے صفحہ نمبر 480 پر درج ہے کہ آپ کو دو طرف سے فیض پہنچا تھا۔ ایک تو حضرت ممشاد دینوریؒ سے دو وسطوں کی درمیانگی سے اور وہ مرید حضرت جنید بغدادی کے تھے اور دوسرے حضرت ابوالقاسم گرمائیؒ سے بواسطہ احمد غزالیؒ اور ابوعلی رودباری کے۔ الغرض حضرت شیخ شہاب الدین بڑے عارف اور مقرب الٰہی تھے اور سینکڑوں ولی اللہ آپ کی خانقاہ سے نکلے۔ چنانچہ بہاء الدین زکریا ملتانی اور مخدوم یحییٰ منیری اور مخدوم نظام الدین غزنوی اور مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادی اور حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی وغیرہ آپ کے مریدانِ کامل تھے اور حضرت کو صحبت حضرت غوث اعظم الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی تھی اور خرقۂ خلافت ان سے بھی پایا بعد حضرت غوث الثقلین کے بغداد میں حضرت شیخ الشیوخ کا بڑا رشد ہوا۔ کتاب عوارف کہ اخلاق میں بے مثل اور عبارت عربی میں ہے۔ اسی بزرگ کی یادگار ہے۔ اکثر عارف درس کرتے ہیں۔ حضرتِ شیخ کی وفات 632 ہجری میں ہوئی۔

مُلتّان میں آمد:

چونکہ حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ خطۂ سندھ اور ملتان کے صاحب ولایت ولی کامل ہیں' چنانچہ اس علاقہ میں اسلام کا آغاز اور سلاطین کے احوال بھی یہاں مختصراً درج کرنا ضروری ہیں۔ ''مراۃ الاسرار'' پر صفحہ 700 پر رقم ہے کہ ''اکثر مورخ اس بات پر متفق ہیں کے ملک ہندوستان میں اسلام سب سے پہلے ملتان جو کہ ولایت سندھ میں شامل ہے کہ راستہ داخل ہوا۔ چنانچہ منتخب التواریخ میں متعدد تواریخ مثل تاریخ فیروز شاہی کلاں و تاریخ بہادر شاہی وغیرہ سے نقل ہے کہ ولید بن عبدالمالک مروان کی خلافت کے زمانہ میں حجاج بن یوسف نے جو ان کا سپہ سالار تھا 73ھ میں شیراز سے عماد الدین محمد بن قاسم بن عقیل ثقفی جو اس کا چچا زاد بھائی اور داماد تھا کو سترہ سال کی عمر میں روسائے شام میں سے چھ ہزر آدمی دے کر تسخیر سندھ کے لیے روانہ کیا۔

marfat.com

انہوں نے کئی مراحل طے کرنے کے بعد دیبل جو راجہ داہر کے ملک میں تھا کا محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں کے بعد اسلامی لشکر کو فتح ہوئی اور کثرت سے مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اس کے بعد انہوں نے سیوستان کا رخ کیا' جہاں راجہ داہر کا چچا زاد بھائی حاکم تھا۔ دس دن کے محاصرہ کے بعد وہ قلعہ سے نکل کر مفرور ہو گیا' وہاں سے بے شمار مالِ غنیمت لے کر محمد بن قاسم راجہ داہر کی طرف متوجہ ہوا' لیکن راجہ داہر کئی ہزار راجپوتوں سمیت لڑائی میں مارا گیا اور اس قدر مالِ غنیمت ہاتھ آیا کہ جو حد و حساب سے باہر تھا۔

اس فتح کے بعد سندھ کا پورا صوبہ دس ماہِ رمضان اور پنج شنبہ 73ھ (بمطابق جنوری 693ء سے عماد الدین محمد بن قاسم کے قبضہ میں آ گیا۔ انہوں نے ہر قصبہ اور ہر شہر کے لیے حاکم تعینات کئے اور کچھ عرصہ یہاں رہ کر واپس چلے گئے۔ لیکن اکثر مسلمان سندھ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ کچھ مدت کے بعد یہ علاقہ تمیم انصاری کے لڑکوں کے قبضہ میں آ گیا اور کچھ عرصہ کے بعد کفار نے پھر قبضہ کر لیا۔

سلطان محمود غزنویؒ نے کفار کو شکست دے کر اس علاقہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور کافی عرصہ تک ان کے بیٹوں کے تصرف میں رہا۔ جب سلطنتِ غزنویہ کو زوال آیا تو یہ علاقہ قرامطہ کے قبضہ میں آ گیا۔ حتیٰ کہ جب سلطان معزالدین سیام عرف شہاب الدین غوریؒ نے 571ھ بمطابق 1137ء میں ملتان پر قبضہ کیا تو اسی تاریخ سے یہ علاقہ سلاطین دہلی کے تصرف میں آ گیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے لیے جمشید کیانی کی اولاد میں سے کچھ لوگ ٹھٹھ میں حکمران ہو گئے اور اپنے آپ کو جام کے لقب سے ملقب کرنے لگے۔

سلطان فیروز شاہ نے ان پر لشکر کشی کر کے جام مالی کو جنگ میں گرفتار کر لیا اور دہلی لے آیا۔ چونکہ جام کے اندر حکمرانی کی صلاحیت موجود تھی اور اس کے اخلاق پسندیدہ تھے۔ فیروز شاہ نے اسے پھر سے ٹھٹھ کا حکمران مقرر کر دیا۔ حتیٰ کہ اس خاندان کے پندرہ افراد نے فیروز شاہ اور اس کے بیٹوں کے تحت سندھ میں حکومت کی۔ جام خاندان امیر تیمور اور دیگر سلاطین دہلی کے ماتحت حکومت کر کے ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان علاء الدین بن محمد بن فیروز شاہ بن خضر خان کے زمانہ میں سلطنت دہلی کمزور ہو گئی اور ہر طرف طواف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا۔

marfat.com

ان ملوکِ طواف میں سے سلطان بہلول لودھی بھی تھا۔ چونکہ مغلوں کے حملوں کی وجہ سے ملتان میں اس وقت کوئی حاکم نہ تھا۔ 847ھ بمطابق 1444ء میں ملتان کے معتبر لوگوں نے شیخ یوسف قریشی متولی درگاہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کو والئی ملتان مقرر کیا اور ملتان اور اوچ (تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور) اور گرد و نواح کے علاقوں میں شیخ یوسف کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ رائے بہرہ نے جو وہاں کا اعلیٰ زمیندار اور لنگاہ قوم کا سردار تھا اپنی لڑکی کا عقد شیخ یوسف سے کر دیا اور کبھی کبھی اپنی لڑکی سے ملنے ملتان آیا کرتا تھا۔ (لنگاہ قوم علاقہ طاہرواری نزد اوچ شریف میں اب تک آباد ہے۔)

ایک دفعہ وہ تمام لنگاہوں کو ملتان ساتھ لایا اور رات کے وقت بغاوت کر کے شیخ یوسف کو قید کر لیا۔ سلطان قطب الدین لنگاہ کا لقب اختیار کر کے ولایتِ ملتان (سندھ) کا بادشاہ بن گیا اور سارے علاقہ میں اس کے نام پڑھا جانے لگا۔ اس کے بعد یوسف قریشی کو قید سے رہا کر کے دھلی بھیج دیا۔ جب وہ دہلی پہنچا تو سلطان بہلول لودھی اس کے ساتھ بہت احترام و عزت کے ساتھ پیش آیا اور اپنی لڑکی کا عقد نکاح اس کے لڑکے شیخ عبداللہ سے کیا اور وعدہ کیا کہ ملتان فتح کر کے تجھے دوں گا۔ لیکن یہ بات میسر نہ آ سکی اور لنگاہ قوم بدستور حکومت کرتی رہی۔ حتیٰ کہ جب ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ نے پنجاب یعنی لاہور اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کیا تو ملتان کو لنگر خان لنگاہ کے قبضہ سے چھڑا کر اپنے بیٹے کامران کی جاگیر میں شامل کر دیا اور یوں مغل حکمرانوں نے عملاً اس علاقہ پر حکمرانی کا آغاز کیا۔ اسی تاریخ سے یہ علاقہ ظہیر الدین محمد بابر کی اولاد کے قبضہ میں آیا۔

حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ پیر و مرشد کی ہدایت کے عین مطابق ملتان کی طرف چل پڑے تھے مگر آپ جب غزنی کے قریب پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ ملتان کے سلطان ناصر الدین قباچہ اور غزنی کے خلجیوں کے درمیان جگن چھڑ چکی ہے۔ چنانچہ راستوں کو غیر محفوظ خیال کیا جا رہا تھا۔ خلجیوں کے چونکہ بہت سے قبائل جنوبی افغانستان میں رہتے تھے اور انہوں نے خود کو کافی منظم بھی کر رکھا تھا اس لیے خلجوں کی اولاد کے لیے یہاں سے روزانہ ہی جنگجو افراد قافلوں کی صورت میں جا رہے تھے۔

marfat.com

غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ سے بھی یہ صورت حال قطعاً پوشیدہ نہ تھی۔ آپ سب کچھ بڑے غور سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جناب نور احمد خان فریدی صاحب ''تذکرۂ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی'' کے صفحہ نمبر 61 پر رقم طراز ہیں کہ ''ایک دن آپ کا گزر ایسے گاؤں میں ہوا جہاں سے قباچہ کی سرحد شروع ہوتی تھی۔ یہ پُر فضا اور کوہستانی مقام تھا۔ آپ چند ایام کے لیے یہیں رہ پڑے اور حالات کا جائزہ لینے لگے۔ اس نواح میں آپ کی تشریف آوری کا چرچا سن کر لوگ جوق در جوق رشد و ہدایت کے اس سرچشمہ پر جمع ہو گئے۔ ہزاروں فاسق و فاجر آپ کی توجہ سے صراط المستقیم پر گامزن ہو گئے۔ سینکڑوں نے جنیدؒ اور بایزیدؒ کا مرتبہ پایا۔''

یقیناً میں ایک کمزور اور کم علم شخص ہوں۔ مگر میں یہ ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ مولانا فریدی صاحب کو یہ لکھتے ہوئے قطعاً یہ خیال نہیں آیا کہ ''سینکڑوں نے جنیدؒ اور بایزیدؒ کا مرتبہ پایا۔'' ایک صاحب علم یہ کس طرح خیال کر سکتا ہے کہ کوئی بھی شخص جنید بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ کا درجہ حاصل کرے گا اور وہ بھی سینکڑوں کی تعداد میں' جبکہ ان میں سے ایک کو بھی دنیا نہیں جانتی۔ دوسرے یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکی کہ غزنی کے مضافات اور ملتان کی کون سی سرحد تھی جو اس وقت آپس میں ملتی تھی جو کہ بعد میں ناپید ہو گئی۔ (واللہ عالم بالصواب)

شیخ شرف الدین قریشی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم عبدالرشیدؒ کو بذریعہ کشف آپ کی آمد کا علم ہو گیا تھا چنانچہ جب آپ ملتان میں داخل ہوئے تو انہوں نے آپ کا دیول دروازہ پر ہی استقبال کیا۔ اس کے بعد آپ دونوں ایک ساتھ ہی گھر کو واپس آئے اور گھر آ کر والدہ کو یاد کر کے بہت روئے۔ ''انوارِ غوثیہ'' نامی کتاب میں درج ہے کہ آپ 614ھ میں بغداد سے روانہ ہوئے تھے اور گمان اغلب یہی ہے کہ حضرت نے 615ھ کے آغاز میں ہی ملتان کا رخ کیا ہوگا۔'' چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ عہد کی عمر مبارک 49,48 برس رہی ہوگی۔

ایک روایت ''خزینتہ الاصفیا'' کے صفحہ نمبر 21 پر درج ہے کہ ''جب حضرت ملتان میں تشریف لے آئے اور طالبانِ حق فوج در فوج حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو

marfat.com

اکابر ملتان کو آپ کی عالم گیر شہرت پر حسد ہوا اور دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ خدمتِ اقدس میں ارسال کیا۔ اس سے اشارہ یہ تھا کہ ''ملتان اس پیالہ کی مانند مشائخ اور علماء سے بھرا پرا ہے۔ یہاں آپ کی گنجائش کہاں؟''

حضرت کے آگے اس وقت گلاب کے پھول رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک پھول اس پیالے میں ڈال کر واپس بھجوا دیا۔ گویا جواب یہ تھا کہ اس پھول کی طرح ہم نہ صرف یہاں سما سکتے ہیں بلکہ ہماری شہرت اور نیک نامی یہاں کے جملہ باخدا درویشوں پر غالب آئے گی۔'' (تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا' مولانا فریدی۔ صفحہ نمبر 62)

اسی سے ملتا جلتا ایک بہت مشہور واقعہ یہ بھی ملاحظہ فرمائیے: ''تذکرۂ اولیائے کرام' از سید صباح الدین عبدالرحمٰن صفحہ نمبر 171 پر درج ہے کہ ''جب حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کا نزول اجلال پانی پت میں ہوا تو دودھ سے ایک بھرا ہوا پیالہ اپنے خادم کے ہاتھ شیخ بوعلی قلندرؒ کی خدمت میں بھیجا۔ شیخ بوعلی قلندر خادم کو دیکھ کر مسکرائے۔ گلاب کے چند پھول ان کے سامنے پڑے تھے' ان کی پنکھڑیاں دودھ میں ڈال کر اسے حضرت شمس الدین ترک کے پاس واپس بھیج دیا۔ وہ پیالے میں گلاب کی پتیاں دیکھ کر متبسم ہوئے۔ حاضرین مجلس نے تبسم کی وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ بوعلی قلندر کے پاس دودھ سے بھرا ہوا پیالہ بھیجنے سے مراد یہ تھی کہ یہ ملک میرے شیخ نے مجھ کو عطا کیا ہے۔ جو مجھ سے پُر ہو گیا ہے۔ شیخ بوعلی قلندر نے گلاب کی پنکھڑیاں ڈال کر دودھ کا پیالہ واپس کر دیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ میرے ملک سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے اور یہاں اسی طرح رہیں گے جس طرح دودھ میں گلاب کی پنکھڑیاں ہیں۔''

حیرت انگیز بات ہے کہ دونوں روایات میں ایک ہی واقعہ درج کیا گیا ہے۔ مگر غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ میں یہ واقعہ اس لیے بے وزن معلوم ہوتا ہے کہ وہ کون سے حاسدین تھے جنہوں نے اس شخص کے ساتھ یہ حرکت کی جو کہ یہاں سے ہی گیا تھا اور اپنے ہی شہر میں واپس آیا تھا۔ کیا غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے حاسدین یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ قاضیو ں کے خاندان کے ایک معروف فرد ہیں اور

marfat.com

ان کا پورا خاندان یہاں آباد ہے اور وہ کون لوگ تھے کہ جنہوں نے اتنی بڑی جسارت کر ڈالی اور یہاں تک کہہ دیا کہ آپ کی یہاں پر گنجائش نہیں ہے۔ کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ اپنے ہی شہر میں کسی کو یہ کہہ دیا جائے کہ اس شہر میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ افسوس مولانا فریدی صاحب نے ان اکابرینِ ملتان کے نام نہیں لکھے۔

ایک اور واقعہ بھی تقریباً تمام تاریخی کتابوں میں دستیاب ہوتا ہے کہ جب حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ بغداد شریف سے ملتان کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت سید جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی مرشد پاک سے آپ کے ہمراہ چلنے کی اجازت طلب کی۔ ''تذکرۂ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی'' میں نور احمد خان فریدی صاحب صفحہ نمبر 54 پر تحریر فرماتے ہیں کہ سید جلال تبریزیؒ کے نام سے ایک بزرگ حضرت شیخ الشیوخ کے آستاں پر رہتے تھے۔ تین چار ملاقاتوں میں ارتباط اس قدر بڑھا کہ وہ بھی آپ کے ہمراہ چلنے کو تیار ہو گئے اور حضرت شیخ الشیوخ سے عرض کی کہ مجھے شیخ بہاء الدین زکریاؒ سے بڑی محبت ہے۔ اگر ارشادِ عالی ہو تو میں بھی ان کے ہمراہ چلا جاؤں۔ حضرت الشیوخ نے اجازت دے دی ور دنیائے تصوف کے یہ شمس وقمر بغداد سے ملتان کو روانہ ہوئے۔''

آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ''ان دنوں بخارا کے راستے سے ملتان آنا پڑتا تھا۔ جب یہ بزرگوار سفر طے کر کے نیشا پور پہنچے تو شیخ جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ علماء و مشائخ سے ملنے کے لیے شہر میں تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الاسلامؒ اپنی منزل گاہ میں ہی مصروفِ عبادت رہے۔ ملاقات کے بعد واپس آئے تو حضرت شیخ السلام نے ان سے پوچھا کہ آج کی سیر میں کس درویش کو سب سے بہتر پایا؟

فرمایا: ''شیخ فرید الدین عطار کو۔''

پوچھا: ''کیا کیا باتیں ہوئیں؟''

فرمایا: ''انہوں نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

''آپ لوگوں کا کہاں سے آنا ہوا؟''

میں نے عرض کیا: ''بغداد سے آیا ہوں۔''

marfat.com

پھر پوچھا: ''وہاں کون درویش سب سے زیادہ عبادت الٰہی میں محو ہے؟''
میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ آپ نے اپنے مرشد شیخ الشیوخ سہروردیؒ کا ذکر کیوں نہ کیا۔ شیخ تبریزی نے جواب دیا۔

''شیخ فریدالدینؒ کی عظمت میرے دل پر ایسی چھا رہی تھی کہ ذہن حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی طرف منتقل نہ ہوسکا۔''

یہ جواب حضرت شیخ الاسلامؒ کو نہایت شاق گزرا۔ فرمایا' ''جس کا ذہن اپنے مرشد کے معاملے میں سہو کا شکار ہوسکتا ہے اس سے ہم کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔'' یہ کہہ کر فوراً مصلیٰ کندھے پر رکھا اور ملتان کو چل دیئے۔''

حضرت جلال الدین تبریزیؒ فنا فی الشیخ تھے۔ یہ واقعہ کچھ اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ ایک ولی کامل کی توہین ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ تقریباً تمام مورخین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ اپنے مرشد حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروریؒ کے بہت ہی خدمت گزار مرید تھے۔

اب ایک اور بھی روایت ملاحظہ فرمایئے جو نور احمد فریدی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 123 پر درج کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''ان ایام میں شیخ الاسلامؒ شیخ الشیوخ سہروردی کے لئے سخت فکرمند ہو رہے تھے۔ ان کی فوج نے اسلامی ممالک میں جو دھاندلی مچائی تھی' طوفانِ نوح کے بعد یہ بہت بڑی مصیبت تھی' جو نوع انسانی پر نازل ہوئی تھی۔ حضرت شیخ الاسلام پریشانی کے اسی عالم میں بغداد کو روانہ ہوئے۔ ابھی ایک منزل چلے تھے کہ سید جلال الدین تبریزی اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملاقات ہوئی جو بغداد سے چلے آئے تھے۔

شیخ جلال الدین تبریزی نے فرمایا کہ ''شیخ الشیوخ کا فرمان یہی ہے کہ آپ واپس چلے جائیں۔'' مرشد کی خیر و عافیت سن کر آپ کو اطمینان ہوا اور اپنے باکمال مہمانوں کے ہمراہ ملتان کو واپس لوٹ آئے۔

marfat.com

بڑی ہی حیران کن بات ہے کہ پہلے فریدی صاحب نے یہ تحریر فرمایا کہ سید جلال تبریزی کسی اور طرف چل پڑے اور دوسری مرتبہ یہ فرمایا کہ بغداد سے سید جلال تبریزی انہی کی طرف آ رہے تھے۔ایک اور بھی روایت آپ نے اپنی کتاب میں درج کی ہے جس میں سید جلال تبریزی آپ کے ہاں کچھ عرصہ ملتان میں مہمان بھی رہے۔ خلاصتہ العارفین نامی کتاب کے حوالہ سے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ''شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ جن دنوں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ شیخ جلال الدین تبریزی و شیخ المسلمین بہاؤ الدین زکریا یکجا ملتان میں مقیم تھے۔ تینوں بزرگوار عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے اور نوافل میں پورا قرآن مجید ختم کرتے تھے۔''

ایک روایت میں تو دو اولیائے کاملین کا جھگڑا پیش کر دیا اور دوسری روایت میں کچھ ہی عرصہ کے بعد مہمان بھی بنا دیا۔ سمجھ میں نہ آنے والی باتیں ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ سید جلال الدین تبریزیؒ اپنے مرشد کو نظرانداز کر دیں کیونکہ مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طویل عرصہ تک آپ نے شیخ الشیوخ کی خدمت بالکل دیوانوں کی طرح کی تھی۔ فریدی صاحب نے اپنا زور قلم اس بات پر صرف کر دیا ہے کہ سید جلال بخاری شیخ الشیوخ کے مرید نہیں تھے بلکہ محض صحبت یافتہ تھے۔ اس سلسلہ میں فریدی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 123 کے حاشیہ پر اپنی ہی سند سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ''شیخ جلال الدین تبریزیؒ اگرچہ شیخ ابوسعید کے مرید تھے' لیکن ان کی وفات کے بعد بغداد میں چلے آئے اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہنے لگے۔ ہر سال ان کے ہمراہ حج کو جاتے اور زیارت رسول مقبول ﷺ سے مشرف ہوئے۔

شیخ الشیوخ جب بوڑھے ہوگئے تو توشہ جوان کے ہمراہ لے کر چلتے تھے' ٹھنڈا ہو جانے کے سبب ان کے مزاج کے موافق نہ رہتا۔ اس لئے شیخ جلال الدین ہمیشہ شیخ کے محافہ کے ہمراہ چولہا و دیگ سر پر اٹھا کے پیدل چلا کرتے تھے اور جب شیخ کو اشتہا ہوتی' وہیں طعام گرم کرکے حضرت کے حضور پیش کرتے۔ پہلی مرتبہ شیخ الاسلام کے ہمراہ بغداد سے خراسان آئے تھے لیکن جب شیخ الاسلام انہیں چھوڑ کر ملتان چلے آئے تو وہ پھر بغداد

marfat.com

میں پہنچے اور شیخ الشیوخ کی خدمت میں رہنے لگے۔ جب قطب الاقطاب بختیار کاکی بغداد سے ہندوستان کو روانہ ہوئے تو یہ بھی ساتھ ہولئے۔''

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ حضرت فرید الدین عطارؒ کا قیام نیشا پور میں تھا مگر فریدی صاب نے خراسان تک کا قیام ثابت فرما کر جدا کر وایا اور پھر انہیں بغداد پہنچا دیا۔ یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ برس ہا برس شیخ جلال الدین تبریزیؒ شیخ الشیوخ کے ہمراہ رہے اور ان کی بے حد خدمت گزاری کی۔ مگر فریدی صاحب نے ان کو شیخ الشیوخ کا محض صحبت یافتہ ہی خیال فرمایا ہے۔ مرآۃ الاسرار کے صفحہ نمبر 722 پر رقم ہے کہ ''آپ ہر سال اپنے شیخ کے ساتھ حج بیت اللہ شریف کو جاتے تھے۔ جب شیخ عمر رسیدہ ہوگئے اور سفر کی حالت میں ان کو سرد و خشک غذا موافق نہیں آتی تھی تو شیخ جلال الدین تبریزیؒ سر پر دیگ رکھ کر پیادہ چلتے تھے اور بوقت ضرورت گرم کھانا شیخ کے لئے مہیا کرتے تھے۔''

اس کے بعد صاحب مرآۃ الاسرار اگلے صفحہ پر درج کرتے ہیں کہ ''جب دونوں بزرگ نیشا پور پہنچے تو شیخ جلال الدینؒ نے شہر جا کر شیخ فرید الدین عطارؒ سے ملاقات کی۔'' جب وہ واپس منزل پر پہنچے تو شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ نے پوچھا کہ درویشوں میں سے کس کے ساتھ ملاقات ہوئی اور کیسی صحبت رہی۔ آپ نے کہا شیخ فرید الدین عطارؒ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو' میں نے کہا بغداد سے۔ فرمایا' وہاں مشغولانِ حق میں س ے کون کون ہیں۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا کہ آپ نے کیوں نہ کہا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر شیخ فرید الدین عطار کے استغراق کی عظمت اس قدر چھا گئی کہ شیخ شہاب الدین بالکل یاد نہ رہے۔ شیخ بہاؤالدین کو یہ بات اور اسی جگہ سے ایک دوسرے سے علیٰحدہ ہوگئے۔ شیخ بہاؤالدین ملتان چلے گئے اور شیخ جلال الدین سیر کرتے ہوئے سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں دہلی پہنچے۔''

بلاشبہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں ایک بلند مقام رکھتے تھے اور یہ بات ممکن نہیں ہے کہ غوث بہاؤ الدین زکریاؒ جیسا ولی کامل اس طرح اپنے پیر بھائی کے

marfat.com

ساتھ بے اعتنائی برتے۔ یہ تو وہ قدسی النسل لوگ تھے کہ جنہوں نے کبھی دشمنوں سے بھی منہ نہیں پھیرا تھا اور یہی بات فقیری اور بادشاہی میں تمیز پیدا کرتی ہے۔ خدانخواستہ میں کوئی موازنہ نہیں کر رہا بلکہ محض یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اولیائے کرام کا مرتبہ پہچاننا چاہیے یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ایک ولی کامل کی عزت کو بڑھانے کے لئے دوسرے ولی کامل کی عزت کو گھٹا دیا جائے۔ یہ بلاشبہ دین اور تصوف کی خدمت نہیں کہی جا سکتی۔

اب میں آپ کی خدمت اقدس میں فریدی صاحب ہی کی کتاب سے ایک اور واقعہ بھی پیش کرنے کی جسارت کروں گا جس میں آپ دیکھیں کہ غوث بہاؤ الدین زکریاؒ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے مرتبہ سے کس قدر واقف تھے۔ فریدی صاحب اپنی کتاب ''تذکرہ بہاؤالدین زکریا'' کے صفحہ نمبر 182 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''دہلی میں گوہر نامی ایک خوبصورت رقاصہ رہتی تھی' جو عشوہ گری اور رقص و سرود میں یکتائے زمانہ تھی۔ اسے پانچ سو اشرفیاں دینے کا وعدہ کر کے آمادہ کیا کہ وہ سید جلال الدین تبریزیؒ کو تہمت زنا سے ملعون کرے۔ اڑھائی سو اشرفیاں اسے پیشگی دے دی گئیں اور اڑھائی سو احمد مشرف نامی ایک بنئے کے پاس امانت رکھوا دی گئیں کہ جب یہ معاملہ رقاصہ مذکورہ پایۂ ثبوت کو پہنچا دے اس وقت اسے دی جائیں۔

رقاصہ نے سلطان کی خدمت میں جا کر سید جلال تبریزیؒ پر تہمت لگائی۔ بادشاہ یہ سن کر ششدر رہ گیا۔ اسے یقین تھا کہ حضرت سید جلال اس الزام سے بالکل بری ہیں فاحشہ عورت کی شہادت کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ کیونکہ زنا ثابت کرنے کے لئے ایمن اربع کی شہادت ضرورت تھی۔ لیکن چونکہ مقدمہ سامنے آ چکا تھا اس لئے سلطان نے شرعی تحقیقات کی غرض سے محضر طلب کرنے کا حکم جاری کیا۔ محضر میں شرکت کے لئے اکابر علماء اور مشائخ کو خصوصی دعوت دی گئی۔

جمعہ کا دن تھا' نماز کے بعد جامع مسجد علماء و مشائخ سے بھری پڑی تھی۔ مولانا جمالی کے بیان کے بموجب اس محضر میں اڑھائی سو نو اولیائے کرام شریک تھے۔ حضرت شیخ الاسلام بھی اپنے رفیقوں کے ہمراہ تشریف لا چکے تھے اور سلطان کے پہلو میں تشریف

marfat.com

رکھتے تھے۔ سلطان شمس الدین التمش نے شیخ نجم الدین صغریٰ سے فرمایا کہ ان علماء و مشائخ میں سے جس کو آپ کی طبیعت چاہے ثالث مقرر کر لیجئے تا کہ عادلانہ فیصلہ ہو سکے۔ شیخ نجم الدین نے حضرت شیخ الاسلام کا نام پیش کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت شیخ الاسلام اور سید جلال الدین شیخ الشیوخ سہروردیؒ سے مرخص ہوکر ملتان کو روانہ ہوئے تھے تو نیشا پور میں ان کے درمیان لطیف سی شکر رنجی ہوگئی تھی۔ شیخ نجم الدین کو اس واقعہ کا علم تھا اور وہ ان دونوں بزرگوں کی کشیدگی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے نیز انہیں شیخ الاسلامؒ کی خشک عابدانہ زندگی کا بھی پتہ تھا کہ وہ شکوک و شبہات کی دنیا سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ بہرحال وہ اس امر کو ضرور محسوس کریں گے کہ سید جلال الدین نے اپنے طرز عمل سے ایسا موقع کیوں بہم پہنچایا جس پر مخالفین کو سا قسم کے الزامات تراشنے کی جرات ہوئی۔

الغرض حضرت شیخ الاسلام ثالث تسلیم کر لئے گئے اب شیخ نجم الدین نے رقاصہ کو پیش کیا اور سید جلال الدین کو طلب کیا گیا۔ وہ جونہی مسجد میں داخل ہوئے' تمام مشائخ ان کی بزرگی اور عظمت سے متاثر ہوکر استقبال کو بڑھے۔ حضرت شیخ الاسلام نے لپک کر ان کی جوتیاں سنبھال لیں اور آستین مبارک میں لپیٹ کر اپنی جگہ واپس آ بیٹھے۔ سلطان التمش اس کارروائی کو چشم حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا:

> ''صاحبو! جبکہ امام الاولیاء بہاؤالدین زکریاؒ جیسے جلیل القدر ثالث نے سید جلال الدین کی اس قدر توقیر کی ہے' ان کی بزرگی میں کلام کرنا دانش مندی سے بعید ہے۔ پس وہ الزام جو رقاصہ نے سید جلال الدین پر لگایا ہے' بالکل ہے۔''

حضرت شیخ بہاؤ الدین نے کھڑے ہوکر فرمایا' ''میرے لئے فخر کی بات ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کے پاؤں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں کیونکہ وہ میرے مرشد شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروریؒ کے ساتھ سات سال تک سفر و حضر میں رہے۔''

اس سے آگے کا واقعہ بڑا مشہور ہے' ہم آپ کی خدمت اقدس میں صرف یہی پیش کرنا چاہ رہے تھے کہ غوث بہاؤالدین زکریاؒ ایک عالم و فاضل اور ایک بلند مرتبہ کے حامل

marfat.com

ولی کامل تھے پھر بھلا آپ اپنے مرشد کے محبوب خلیفہ کے ساتھ کس طرح ناروا رویہ اختیار کر سکتے تھے جبکہ الگ الگ راہ اختیار کرنے کا واقعہ نہ تو غوث بہاؤ الدین زکریا نے کسی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور نہ ہی شیخ جلال الدین تبریزی نے اور دوسرے یہ کہ وہ دور اس قدر ترقی یافتہ نہ تھا کہ آن واحد میں سب جگہ اس قسم کی خبریں پہنچ جایا کرتیں کہ شیخ نجم الدین صغریٰ کو بھی نیشا پور والی شکر رانجی کا علم تھا۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ فریدی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 124 پر پہلے ہی درج فرما چکے ہیں کہ "شیخ فریدالدین مسعود شکر گنج فرماتے ہیں کہ جن دنوں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، شیخ جلال الدین تبریزیؒ اور شیخ السلمین بہاؤالدین زکریاؒ یکجا ملتان میں مقیم تھے۔ تینوں بزرگوار عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے اور نوافل میں پورا قرآن شریف ختم کرتے تھے۔"

لیجئے جناب اگر شیخ نجم الدین صغریٰ کو یہ علم تھا کہ نیشا پور میں چند سال پہلے شیخ جلال الدین تبریزی اور غوث بہاؤ الدین زکریاؒ کے درمیان "لطیف سی شکر رنجی" پیدا ہو چکی تھی اور اس کا اثر غوث بہاؤالدین زکریاؒ پر ابھی تک تھا تو انہیں ملتان میں ان تینوں بزرگوں کی صحبت کا علم کیونکر نہ ہوا ہوگا۔ یہ بڑی ہی عجیب وغریب بات ہے جو محض زیب داستان ہی کہی جا سکتی ہے وگرنہ غوث بہاؤالدین زکریاؒ سے اس سلوک اور برتاؤ کی امید ہی نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ کسی بھی ولی کامل کی کردار کشی کریں یا ان کی عزت گھٹانے کی ذرہ برابر بھی کوشش کریں۔ لکھ تو ہم اولیائے کرام کی سیرت رہے ہیں اور ولی کامل کی عزت وتکریم کو نظر انداز کر ڈالتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں معاف فرمائے۔

اب چند سطور آپ کی خدمت عالیہ میں حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے بارے میں بھی رقم کرتا ہوں۔ صاحب مرآۃ الاسرار نے صفحہ نمبر 722 پر رقم کیا ہے کہ شیخ ابوالقاسم جلال الدین تبریزی قدس سرہ کا شمار بزرگان روزگار و عارفان صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔ آپ کا حال نہایت قوی اور ہمت نہایت بلند تھی۔ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔

marfat.com

شیخ اوحدالدین کرمانیؒ سے سیر العارفین میں روایت درج ہے کہ ایک موقعہ پر میں شیخ جلالالدین تبریزیؒ کے ساتھ کعبۃ اللہ جاتے ہوئے ہمسفر تھا جب ہم پہاڑ میں پہنچے تو راستہ نہایت دشوار گزار ہوگیا اور کافی اونٹ اور آدمی مر گئے۔ غریب لوگ بے بس ہوکر سخت پریشان ہو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر پہاڑی لوگ اونٹوں کے گلے لائے۔ اور بیس اشرفی فی اونٹ کے حساب سے بیچنے لگے۔ دولت مند لوگ اونٹ خرید رہے تھے لیکن غریب لوگ حیران تھے کہ کیا کیا جائے۔ شیخ جلال الدینؒ تین بار اسم پاک یا لطیف پڑھ کر تھیلے میں ہاتھ ڈالتے اور اشرفیاں نکال کر اونٹ خریدتے جاتے تھے۔ اسی طرح آپ نے پانچ سو اونٹ خرید کر غریوں میں تقسیم کئے اور خود پیادہ بیت اللہ تک گئے۔

ایک بہت ہی مشہور واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب شیخ جلال الدین تبریزیؒ سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں دہلی پہنچے تو سلطان خود شہر سے باہر آ کر آپ سے ملا اور آپ کو اپنے ساتھ ہی لے کر شہر میں آیا تھا۔ سلطان نے جو عزت افزائی حضرت جلال الدین تبریزیؒ کی کی تھی وہ اس کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو ایک آنکھ نہ تھائی۔ چنانچہ جب سلطان نے اس سے پوچھا کہ شیخ کو کہاں ٹھہرایا جائے تو اس نے کہا کہ یہ میری ذمہ داری ہے۔ اس نے آپ کے لئے اس اس مکان کا بندوبست کیا جس میں بے شمار جن رہتے تھے اور وہاں کوئی بھی نہیں ٹھہرتا تھا۔

جب شیخ جلال الدین تبریزیؒ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے اپنے ایک خادم کو جس کا نام تراب تھا فرمایا کہ جاؤ اور اس مکان میں اچھی طرح صفائی کر آؤ مگر جب وہاں داخل ہونا تو یہ کہنا کہ اے جنات جلال الدین تبریزی آ گئے ہیں اس لئے تم اب یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ جنات وہاں سے چلے گئے۔ حضرت جلال الدین تبریزی وہاں آرام وسکون سے ساری رات رہے اور جب صبح نجم الدین صغریٰ وہاں آیا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ تو بالکل پرسکون ہیں اور جنات کا نام ونشان تک نہ تھا۔

آپ کا مزار اقدس بنگال میں موجود ہے جو کہ آج تک مرجع خلائق ہے۔افسوس کہ آپ کی تاریخ وصال دستیاب نہیں۔

marfat.com

رُشد و ہدایت

غوث بہاؤ الدین زکریاؒ جب ملتان سے تحصیل علم اور حصول فیض کے لئے رخصت ہوئے تھے تب ملتان اور ملتان کے قرب و جوار میں قرامطیوں کا اثر و نفوذ کافی تھا۔ قرامطیوں کی بیخ کنی میں سلطان محمد غوری نے بہت شد و مد سے حصہ لیا اور 571ھ بمطاق 1176ء میں ان کو کافی نقصان پہنچایا تھا مگر ان کی حمایت چونکہ حاکم لاہور خسرو ملک کر رہا تھا اس لئے ان کا مکمل طور پر قلع قمع نہ ہو سکا تھا۔ شہروں کی یہ نسبت ان کا اثر دیہات میں بہت زیادہ تھا۔ سلطان محمد غوری نے 576ھ بمطابق 1180ء میں حاکم لاہور پر حملہ کیا مگر خسرو ملک نے قلعہ بند ہو کر اپنی حکومت کو بچا لیا۔

ہم بات کر رہے تھے کہ قرامطیوں نے اس خطہ ارض میں بہت زیادہ افراتفری پھیلا رکھی تھی۔ مناسب ہے کہ چند سطور میں یہ دیکھا جائے کہ یہ کیا تھے۔ یہ گروہ دراصل عبداللہ میمون ایرانی کے پیرو تھے۔ یہ ایسا شخص تھا کہ جس نے تمام مذاہب کو ہی ختم کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا جبکہ اس نے جو نظریہ پیش کیا تھا اس کے مطابق تمام مذہب ہی بے کار تھے۔ اس کے نظریہ کے مطابق دنیا اور آخرت میں نیک و بد اعمال کی جزا و سزا کا کوئی وجود نہیں تھا۔

احمد قرمط اسی عبداللہ میمون کا ہی پیرو تھا۔ یہ شخص ایک بڑا گروہ تشکیل دینے میں کامیاب ہو گیا مگر اس کے گروہ میں زیادہ تر وحشی قبائل کے اوباش قسم کے لوگ تھے جن کو مذہب اور اخلاقیات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ احمد قرمط نے جو اپنا نیا دین ایجاد کیا تھا اس کے مطابق:

marfat.com

1- نمازیں صرف دو پڑھی جائیں گی پہلی طلوع آفتاب سے پہلے اور دوسری غروب آفتاب سے پہلے اور دونوں نمازوں میں صرف دو دو رکعتیں پڑھی جائیں گی۔

2- نمازوں کی ادائیگی بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرکے نہیں بلکہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے پڑھی جائیں گی۔

3- رمضان المبارک کے روزوں کی بجائے پورے سال میں صرف دو روزے رکھنا ہوں گے ۔ پہلا مرجان کے روز اور دوسرا نیمروز کے دن رکھنا ہوگا۔

4- خمر حلال ہوگا اور شراب حرام۔

5- غسل جنابت کی کوئی ضرورت نہیں۔

6- دانتوں والے اور کینچلی والے جانوروں کا کھانا حلال ہے۔

7- اتوار کا دن یوم السبت ہے۔

''تذکرۃ الکرم'' کے صفحہ نمبر 419 پر درج ہے کہ ''268ھ (881ء) میں قرامطہ کا ظہور کوفہ میں ہوا۔ یہ ملاحدہ کی قوم تھی۔ جنابت سے غسل نہ کرتے' شراب کوحلال جانتے۔ محمد بن حنیفہ کو رسول اللہ کہتے' سال میں دو روزے رکھتے۔ حج کرتے اور قبلہ ان کا بیت المقدس تھا۔''

290ھ بمطابق 903ء میں قرمطیوں نے شام پر بہت شدید حملہ کیا اور تباہی مچائی۔ اس کے بعد 311ھ بمطابق 923ء میں انہوں نے کوفہ اور بصرہ میں بری طرح لوٹ مار کی۔ 319ھ بمطابق 931ء میں اس گروہ نے ابو طاہر کو اپنا پیشوا بنا کر مکہ مکرمہ پر قبضہ کر لیا۔اس واقعہ میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر ڈالا اور حجر الاسود کو بھی اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گئے جو ان کے پاس قریب 20 برس رہا۔

جناب نور احمد فریدی صاحب اپنی کتاب ''تذکرہ بہاؤالدین زکریاؒ'' کے صفحہ نمبر 37 پر مولانا ذکاء اللہ کے تاثرات تحریر فرماتے ہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا:

> ''محمود غزنوی نے اس فرقے کا ملتان سے منہ کالا کیا' مگر وہ یہاں سے بالکل خارج نہیں ہوئے تھے۔ دیہات میں ان کا ہمہ گیر اثر موجود تھا۔ جگہ جگہ ان کے نقیب اور داعی مقرر تھے جو لوگوں میں کفر

marfat.com

اور الحاد کا پرچار کرتے پھرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سلاطین غزنوی کمزور ہو چکے تھے اور کوٹ کروڑ کی ریاست بھی اتنی مضبوط نہ تھی کہ وہ اس سیلاب کا مقابلہ کر سکتی۔ مسلمان بالکل اقلیت میں تھے' ان ملحدوں نے ان پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ وہ بے چارے خانہ بدوشی کی حالت میں مارے مارے پھرتے تھے لیکن انہیں کہیں امان نہ ملتی تھی۔"

قرامطیوں کی مکمل طور پر بیخ کنی سلطان شہاب الدین غوری اور ان کے غلام قطب الدین ایبک نے کی تھی۔ اور ان کو چن چن کر ختم کروایا تھا مگر ان کی تعلیمات کے اثرات ابھی تک باقی تھے۔ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ نے ملتان آنے کے بعد جب یہ دیکھا کہ ملتان کا حاکم قباچہ حد درجہ سست اور لاپرواہ ہے جس کی وجہ سے قرامطہ فرقہ اپنی غیر شرعی اور ملحدانہ تعلیمات سادہ لوح مسلمانوں میں پھیلا رہا ہے تو آپؒ نے ان کے اثرات ذائل کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا۔

غوث بہاؤ الدین زکریاؒ نے اس سلسلہ میں اپنی خانقاہ میں ایسے لوگوں کو تربیت دینا شروع کی جو اسلام کا درد رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی خانقاہ میں دو شعبے قائم کئے ان میں سے ایک شعبہ میں علمائے کرام اور دوسرا شعبہ میں مبلغین کی تربیت کی جاتی تھی۔ آپؒ نے ایک خاص کام یہ کیا کہ ملک ہندوستان میں جن جن علاقوں میں تبلیغ کے لئے اپنے نمائندے روانہ فرمائے ان کو وہاں کی زبان سے ضرور روشناس کروایا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے بلند پایہ علمائے کرام کو اپنے ہاں مدعو فرمایا اور ان کے قیام و طعام کا خاطر خواہ انتظام بھی کیا اور ان کو معقول روزینہ بھی عطا کیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ کے پاس جب کوئی بھی جماعت آتی جو تعلیم حاصل کر چکی ہوتی تو آپ ان سے سوال کرتے کہ کیا وہ لوگ اسلام کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ اور لازمی بات ہے کہ انہوں نے تعلیم ہی اس لئے حاصل کی ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ ان سے پوچھ کر ان کے ہی تجویز کردہ علاقوں میں تبلیغ کے لئے روانہ فرماتے۔

marfat.com

اور محدثوں کا ذکر عربی کتابوں میں ملتا ہے۔ جو سندھ سے نکل مکانی کر کے سر زمین عرب کے مختلف علاقوں میں جا کر متوطن ہوئے تھے۔ ان کی زندگی میں صوفیانہ طرز زندگی کا اثر واضح نظر آتا ہے۔

اس کے بعد پانچویں صدی ہجری میں حضرت خواجہ ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخشؒ لاہور تشریف لائے۔ ان سے قبل لاہور میں ایک دوسرے بزرگ شیخ حسن زنجانی موجود تھے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے جب لاہور میں قدم رکھا تو شیخ حسن زنجانی کا جنازہ باہر لایا گیا (یہ بزرگ دراصل میراں حسین زنجانی تھے جن کو حسن زنجانی تحریر کیا گیا ہے۔ مولف) گویا لاہور میں پانچویں صدی کے شروع میں بزرگان دین موجود تھے اور دین کی تبلیغ اور صوفیانہ تعلیم کے پھیلانے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کی تبلیغ کی وجہ سے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے طریقہ میں شریعت کی پابندی لازمی تھی اور دین اسلام کی تبلیغ ان کی زندگی کا مقصد تھا۔

بزرگان دین میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ سلسلہ قادریہ آپ سے ہی منسوب ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ سہروردیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے بھی آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ کے پوتے حضرت سید صفی الدین گیلانی سیر و سیاحت کرتے ہوئے علاقہ ملتان میں آئے اور کئی لوگوں نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے فرزند سید ابوعبدالرحمٰن شرف الدین عیسیٰ بھی سندھ آئے اور کچھ عرصہ کے لئے شہر بالا (ضلع حیدر آباد سندھ) میں قیام کیا۔ بعد میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے ابو محمد سراج الدین اور حضرت مخدوم سید ابوعبداللہ محمد غوث گیلانی پنجاب میں آئے اور تبلیغ کے ذریعہ کئی لوگوں کو راہ راست پر لائے۔"

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ "پاکستان میں باقاعدہ صوفیانہ تعلیم پھیلانے کا سلسلہ پانچویں صدی ہجری میں حضرت داتا گنج بخش کے ذریعہ شروع ہوا اور چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد، حضرت خواجہ یعنی الدین چشتی اجمیری اور ان کے خلاف، حضرت سید عثمان قلندر شہباز اور حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی کی جدوجہد کے ذریعہ اس کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور برصغیر کے ہر حصہ میں پہنچ گیا۔ بزرگان

marfat.com

دین کے ذریعہ دین اسلام کی تبلیغ ہوئی' بے شمار لوگ مسلمان ہوئے اور کئی لوگوں کے اخلاق وکردار کی اصلاح ہوئی۔"

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ نے اپنی پوری قوت تبلیغ دین متین پر ہی صرف کی مگر آپ نے لوگوں کی دنیاوی بھلائی کے امور کو بھی نظرانداز نہ کیا۔ اکثر لوگوں کی آپ مالی اعانت بھی فرمایا کرتے تھے اور شریعت کے امور بھی سکھلایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بہت کم عرصہ میں ملتان اور سندھ سے قرامطوں اور اسماعیلیوں کا اثر ونفوذ ختم کر دیا اور آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ سندھ کے حکمران خاندان سومرہ نے اسماعیلی اور قرامطی عقائد سے تائب ہوکر اہل سنت و الجماعت کے عقائد اختیار کئے۔ اسی طرح تبلیغ دین کے لئے راہ ہموار ہئی اور ازاں بعد کئی ایک قبائل نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ کا انداز تبلیغ دیگر اولیائے عظم سے قدر مختلف تھا۔ آپ اپنے تربیت یافتہ افراد کو ان کے من پسند علاقہ میں روانہ کرنے سے پہلے کچھ معقول نقدی عنایت فرماتے اور اس علاقہ کے مطابق اشیاء خریدنے کا حکم فرماتے۔ روانہ فرماتے وقت ہدایت یہ ہوتی تھی کہ "اپنا سامان کم سے کم منافع پر فروخت کرنا زیادہ کا لالچ ہرگز نہ کرنا' کسی کے ساتھ لین دین میں تعلیمات' اسلامی کو ملحوظ خاطر رکھنا' ناقص اور غیر معیاری اشیاء کو فروخت نہ کرنا اور اگر ایسی نوبت آ ہی جائے تو ان کے نقائص بتلا دینا' فقرا و مساکین کو اگر ممکن ہو تو بلا معاوضہ اشیاء دے دینا' اپنے پاس آنے والوں اور خریداروں سے انتہائی خندہ پیشانی سے پیش آنا اور اسلام کی تبلیغ ان لوگوں پر کرنا جن کا تمہیں مکمل اعتماد حاصل ہو جائے۔

چنانچہ ان تربیت یافتگان حضرت غوث نے تاجروں کے طور پر غیر مسلم معاشرہ میں اسلام کی حقانیت کو غیر مسلموں کے قالب میں داخل کیا اور دین متین کو پھیلایا۔ اس کے علاوہ حضرت غوث نے برصغیر کے کونے کونے میں ازخود جا کر اسلام کا پیغام پہنچایا۔ آپ جہاں بھی جاتے وہاں آپ اپنا ایک نمائندہ ضرور چھوڑ آتے تھے جو آپ کی غیر موجودگی میں تبلیغ دین کے مشن کو جاری و ساری رکھتا۔ آپ کے تربیت یافتگان نے آپ کی ہدایت کے مطابق برصغیر میں اکثر مقامات پر خانقاہیں تعمیر کیں جہاں پر آپ کے تربیت یافتہ علمائے کرام تبلیغ دین کے لئے ہمہ وقت موجود رہتے تھے۔

marfat.com

یہ تربیت یافتہ لوگ ہر خانقاہ میں ایک مخصوص دن لوگوں کے سامنے بڑی دل پذیر تقاریر کیا کرتے تھے جن سے لوگوں کے دل و دماغ روشن ہوجاتے تھے۔ سنگدل سے سنگدل لوگوں کے قلب پگھل جایا کرتے تھے اور ان کی آہیں گونج اٹھتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی روانہ کی گئی جماعتیں اپنے کھانے پینے یا زادرہ کے سلسلہ میں کسی پریشانی کا شکار نہیں ہوتی تھیں بلکہ انہیں روانہ فرماتے وقت حضرت غوث ایک معقول رقم عنایت فرماتے تھے جس سے یہ لوگ سامان تجارت خریدتے اور اس سے تمام اخراجات پورے کرتے اور اگر یہ دیکھتے کہ کسی بستی میں کسی کی امداد کرنا ہے تو یہ بڑی خوشی سے کر دیا کرتے تھے۔

حضرت غوث بہاؤالدین زکریاؒ کی تبلیغ کے اثرات کے متعلق بزم صوفیاء کے صفحہ نمبر 92 پر سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''ملتان کی مدت قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کے فیوض و برکات کے انوار سے منور ہوگیا تھا اور ان کا عہد خیر الاعصار کہاجاتا ہے'' اسی طرح ''اخبار الاخیار'' کے صفحہ نمبر 27 پر شیخ محمد نوربخش سلسلہ الذہب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ ہندوستان میں رئیس الاولیاء تھے۔ علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے۔ ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے منتسب ہوئے۔ لوگوں کو رشد و ہدایت کی تلقین فرماتے اور انہیں کفر سے ایمان کی طرف' معصیت سے اطاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لے آتے اور ان کی بڑی شان تھی۔''

سفینۃ الاولیاء کے صفحہ نمبر 197 پر رقم ہے کہ ''حضرت بہاؤالدین زکریا شیخ الشیوخ سے رخصت ہوکر ملتان آئے اور یہیں توطن اختیار کیا۔ رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے' تو بہت سے لوگوں نے ان کی ہدایت کی برکت پائی۔ اس دیار کے تمام لوگ ان کے ہی مرید اور معتقد ہیں۔''

آپ کے روضہ اقدس کے مشرق میں وہ چبوترہ موجود ہے جہاں آپ نے بیس برس تک وعظ فرمایا تھا اس وعظ میں بس انہی ایام میں وقفہ آتا تھا جب آپ تبلیغی دورے پر

marfat.com

تشریف لے جاتے تھے۔ یہ وہ چبوترہ ہے جہاں سے علماء و مشائخ اور عام مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ آپ کی زندگی عین اسلامی اصول پر استوار تھی اگر آپ ایک بہت ہی اعلیٰ پائے کے عابد و زاہد تھے تو آپ بہت بڑے عالم دین بھی تھے۔ اگر آپ حجرۂ پاک میں اپنے ارادت مندوں کو تزکیۂ نفس اور تصوف کی تلقین فرمایا کرتے تھے تو مجمع عام میں عام لوگوں کو دین متین کی باتیں بتلا کر ان کے دلوں کو گرمایا بھی کرتے تھے۔ آپ کی ہر مجلس میں کثرت سے غیر مسلم لوگ اسلام قبول کرتے اور اپنی عاقبت سنوارتے جبکہ مسلمان اپنے ایمان تازہ کرتے تھے۔

معمولاتِ غوث:

آپ کے روزانہ کے معمولات کے متعلق جناب فریدی صاحب اپنی کتاب ''تذکرۂ بہاؤ الدین زکریا'' کے صفحہ نمبر 78 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''غروب آفتاب سے پہلے مضافات میں ہواخوری کے لئے تشریف لے جاتے۔ کبھی سواری پر' کبھی پیادہ اور کبھی ہوا دار ہی۔ خاص خاص خادم اور ارادت مند ہمراہ ہوتے۔ مغرب کو واپسی ہوتی اور باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد تخلیہ میں چلے جاتے اور دیر تک اوراد و اذکار میں مصروف رہتے۔

عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد پھر مسجد میں تشریف لے آتے اور نماز پڑھ کر ڈیڑھ پہر رات تک عبادت میں مصروف رہتے۔ اور اد و اذکار سے فارغ ہوکر دولت خانہ میں تشریف لے جاتے اور غذا تناول فرما کر کچھ دیر استراحت فرماتے۔

ایک تہائی رات نیند لے کر پھر بیدار ہوتے' اس وقت تہجد ادا فرماتے۔ علاوہ ازیں فوتی اوراد و اذکار ختم کئے جاتے۔ اس کے بعد صبح کی نماز تک حجرہ شریف سے قرآن مجید تلاوت کرنے کی آواز آتی اور کسی کسی وقت ایک آہ مگر دوز جس کا اظہار ذیل کی رباعی سے ہوتا ہے جو اکثر اوقات حضور کی زبان مبارک سے سننے میں آتی تھی۔

؎ دریادِ تو اے دوست چُناں مدہوشم
صد تیغ اگر بزنی سر نخرو شم
آہے کہ بزغمِ بیادِ تُو وقتِ سحر
گر ہر دو جہاں دہند واللہ! نفروشم

marfat.com

جُود وسخا

آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا کہ ایک درویش کواس بات کا اختیار دیا گیا کہ خواہ دنیاکو اختیار کرے یا عاقبت کو۔ اس درویش نے عرض کیاکہ جو کچھ میرے لئے آخرت میں تیار کیا گیا ہے میں اسے پسند کرتاہوں۔ جب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد عالیشان ختم ہوا تو جناب صدیق اکبرؓ رو دیئے۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ جس درویش کا ذکر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے وہ تو خود آپؐ ہی ہیں۔ (فوائد الفوائد صفحہ نمبر 67)

یہ بات تو اس روایت سے صاف ہو جاتی ہے کہ درویشوں کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو چن لینے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض درویش دنیا کو اختیار کرتے ہیں جبکہ بعض درویش نہیں کرتے مگر اس سے ان کی روحانی طاقتوں کو چنداں فرق نہیں پڑتا۔ اس سلسلہ میں ہم گذشتہ اوراق میں غوث بہاؤ الدین زکریاؒ کا انار والا واقعہ آپ کو مبتلا آ کے ہیں کہ آپ کو دین و دنیا دونوں ہی حاصل ہوئیں تھیں۔

خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتیؒ کو وراثتی طور پر ایک باغ انگور کا حاصل ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بھی جائیداد تھی۔ حضرت معین الدین چشتیؒ نے تمام املاک کو فروخت کر کے حاصل شدہ تمام رقم کو مستحق اور فقرا و مساکین میں بانٹ دی۔ اس کے بعد آپ نے حصول فیض کے لئے سمرقند کا رخ کیا۔ (ہمارے خواجہ صفحہ 4)

دلیل العارفین میں رقم ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ ''حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا باورچی خانہ جب سرد ہوتااور خادم آ کر عرض کرتا تو آپ جا نماز الٹ دیتے اور خادم سے فرماتے جس قدر آج اور کل کے لئے چاہیے لے جائے' تو

marfat.com

وہ اٹھا لیتا۔ اسی طرح جب کبھی کوئی حاجت مند یا کوئی مستحق حاضر ہوتا تو آپ اس کو فرماتے کہ جانماز کے نیچے سے اٹھاؤ۔"

راحت القلوب صفحہ نمبر6 پر رقم ہے کہ شیخ الکبیر مسعود الدین گنج شکرؒ نے ارشاد فرمایا کہ "اس دعاگو نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی زیارت کی ہے اور چند روز آپ کی خدمت میں بسر کئے ہیں۔ اس عرصہ میں تقریباً چھ ہزار دینار ہر روز آپ کی خانقاہ میں بطور نذر آتے اور سب راہ خدا میں صرف کئے جاتے اور رات کو ایک پیسہ بھی نہ بچاتے' ساتھ ہی یہ فرماتے تھے کہ اگر میں کچھ بچاؤں تو لوگ مجھے درویش نہیں کہیں گے بلکہ کہیں گے کہ یہ درویش مالدار ہے۔"

حضرت شیخ سعدیؒ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے مریدوں میں ایک عجیب شان رکھتے تھے۔ ایک حکایت آپنے "گلستان" میں تحریر فرمائی ہے آپ نے فرمایا کہ "جوتی پھٹ گئی تھی' نئی جوتی خریدنے کے لئے پیسہ پیسہ جمع کیا اور جوتا خریدنے کے لئے روانہ ہوا' مگر جب ایک مسجد سے نماز پڑھ کر جو نکلا تو اچانک ایسا درویش دکھائی دیا جس کے پاؤں ہی نہیں تھے' میں نے وہ رقم اس کے حوالے کر دی کہ جوتی نہیں تو کیا ہوا پاؤں تو ہیں۔"

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ نے اپنے دارالعلوم کے ساتھ ہی طالب علموں کے لئے ایک قیام گاہ بھی تیار کروا رکھی تھی جبکہ ایک قیام گاہ علماء و مشائخ کے لئے مخصوص تھی۔ یہ تو مستقل رہائشیں تھیں مگر روزانہ آنے والے مسافروں کے لئے بھی آپ نے ایک سرائے کا انتظام کر رکھا تھا۔ ان تمام جگہوں پر سب کو بلامعاوضہ کھانا وغیرہ ملتا تھا۔ حضرت غوث کے معمولات میں یہ بات شامل تھی کہ آپ روزانہ سرائے میں ضرور تشریف لے جاتے اور مسافروں سے ملاقات فرماتے ۔ یہ مسافر کوئی عام مسافر نہیں ہوتے تھے بلکہ یہ آپ کے عقیدت مند ہوتے تھے جو دور دراز کا سفر کے آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

روایت ہے کہ روزانہ کثیر تعداد میں لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے اور آپ سے فیض اور برکت حاصل کر کے واپس لوٹ جاتے تھے۔ اکثر اوقات یوں بھی ہوتا تھا کہ آپ ان کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے یعنی دعا بھی اور دوا بھی۔ اسی طرح آپ نے اس سرائے کے ایک طرف ایک اور قیام گاہ بھی بنوا رکھی تھی جس میں جسمانی معذور لوگ رہتے

marfat.com

تھے۔ ان کے متعلق حضرت غوث خصوصی ہدایات فرمایا کرتے اور ان کی خود بھی نگہداشت فرماتے تھے۔ ایک روایت ہے کہ آپ کی خدمت عالیہ میں روزانہ سینکڑوں عقیدت مند حاضری دیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ کو جب سجادگی حاصل ہوئی تو آپ کو ستر ہزار اشرفیاں ترکہ میں حاصل ہوئیں۔ آپ نے تین روز میں وہ تمام دولت مستحق افراد میں تقسیم فرما دیں اور خود کو دولت سے آزاد کرلیا۔ مگر ساری زندگی روپے پیسے کی طرف راغب نہ ہوئے۔ جب آپ دہلی تشریف لے جاتے تو آپ کو لاکھوں اشرفیاں شہنشاہ بطور نذرانہ پیش کرتا تھا مگر آپ دہلی میں ہی یہ ساری دولت درویشوں اورمحتاجوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمد تغلق جب ملتان آیا تو اس نے آپ کو ایک سود یہات نذر کئے۔آپ نے وہ تمام اراضی اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں میں تقسیم فرما دی۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس جو فتوح روزانہ آتے وہ اسی روز درویشوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے حدتو یہ ہے کہ آپ گھڑوں میں سے پانی بھی نکلوا دیا کرتے تھے۔

سلطان ناصر الدین قباچہ کے عہد میں ایک بار سخت قحط پڑ گیا۔ شیخ الاسلام غوث بہاؤ الدین زکریاؒ کے لنگر خانہ میں اناج وافر مقدار میں موجود تھا۔ سلطان کو جب یہ علم ہوا تو اس نے آپ سے کچھ اناج طلب کیا۔ آپ نے خدام سے فرمایا کہ سلطان کے آدمیوں کو فلاں گودام سے اناج دے دیا جائے۔ اب ہوا یوں کہ جب وہ اناج کی بوریاں لے کر چل گئے تو ان میں سے اشرفیوں کے سات توڑے بھی برآمد ہوئے۔ سلطان کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے حکم دیا کہ یہ توڑے آپ کو واپس کردیئے جائیں۔ جب سلطان کے آدمی وہ توڑے لے کر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے یہ فرما کر واپس کر دیئے کہ جو دے دیا ہے اس میں واپس لینا کوئی اچھی بات نہیں اور ہمیں پہلے سے ہی یہ بات معلوم تھی۔

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ کا خزانہ ہمہ وقت مستحق اور غریب لوگوں کے لئے کھلا رہتا تھا۔ لوگ دور دور سے آپ کے پاس احتیاج لئے حاضر ہوتے اور مراد حاصل کر کے

marfat.com

لوٹتے۔ کبھی کسی کو خالی ہاتھ واپس جاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ اپنے حجرہ پاک میں عبادت میں مصروف تھے اور آپ کے قریب ہی چند درویش بھی زیرلب کچھ پڑھ رہے تھے۔ یکا یک آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور اشرفیوں کی ایک تھیلی اٹھا کر باہر کی جانب تیز تیز قدموں سے چلے۔

تمام درویش حیران ہوکر ایک دوسرے کو تکنے لگے اور دوسرے ہی لمحے وہ بھی شیخ کے پیچھے لپکے۔ باہر انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ ایک مفلوک الحال شخص کو کچھ قرض خواہ قرض کی وصولی کے لئے ذلیل کر رہے تھے۔ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ نے اس غریب شخص کو اپنے قریب بلویا اور اشرفیوں کی تھیلی اس کو دے کر فرمایا کہ اس میں سے جتنی رقم ان کی ہے دے دو اور باقی سے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لئے کھانے پینے کی چیزیں لے جاؤ۔ ابھی وہ کچھ بول بھی نہ پایا تھا کہ آپ اپنے درویشوں کے ہمراہ واپس حجرہ پاک کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ نے روحانی دولت کے علاوہ دنیاوی دولت بھی اپنے عقیدت مندوں میں جی بھر کر بانٹی تھی۔ آپ کا دسترخوان بہت ہی کم سمیٹا جاتا تھا۔ آپ کے وسیع دسترخوان پر انواع و اقسام کیطعام حاضر کئے جاتے تھے۔ علمائے کرام، مشائخ عظام اور درویش تو حاضر ہوتے ہی تھے مگر ان لوگوں کیکوئی گنتی ہی نہ تھی جو دور دراز سے سفر کرکے آپ کے پاس حاضر ہوا کرتا تھے۔

حضرت غوثؒ اپنے دسترخوان کی وسعت اور اس پر مہمانوں کو کھاتا پیتا دیکھ کر ازحد خوش ہوتے اورانہیں بار بار فرماتے کہ وہ پیٹ بھر کر کھائیں اور قطعاً تکلف مت کریں۔ ایک بڑا مشہور واقعہ کچھ اس طرح بیان کیاجاتا ہے کہ ایک مرتبہ دسترخوان پر درویشوں کے آگے کھانا لگایا گیا۔ حضرت غوث بہاؤالدین زکریاؒ بھی کھانے میں شریک ہوگئے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک درویش نوالے کو شوربے میں ڈبو ڈبو کر کھا رہا ہے آپ بیساختہ بول اٹھے کہ ''سبحان اللہ! اتنے بڑے مجمع میں یہی ایک شخص ہے جو بہترین کھانا کھا رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ثرید کو باقی کھانوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے، جیسے مجھے انبیاء علیہم السلام پر اور عائشہؓ کو مستورات عالم پر۔''

marfat.com

چہار درویش

شیخ الکبیر حضرت فرید الدین گنج شکرؒ

تمام مؤرخین اور محققین اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ اپنے تین دوستوں کے ہمراہ دور دراز کے علاقوں میں تبلیغی دورے فرمایا کرتے تھے۔ یہ تین دوست حضرت شیخ الکبیر فرید الدین گنج شکرؒ حضرت لال شہباز قلندرؒ اور سید جلال سرخ بخاریؒ تھے۔ مگر افسوس کہ ان دوروں کی تفصیلات ہمیں دستیاب نہیں ہو سکیں۔ کسی بھی تاریخ کی کتاب میں ان دوروں کی تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ ہم مختصر الفاظ میں ان تین بزرگوں کا تعارف آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کریں گے۔

شیخ الکبیر حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی ذات با برکات بلاشبہ محتاج تعارف نہیں۔ آپ بے شک و شبہ پنجاب کی شناخت ہیں اور کون ہے جو آپ کے نام نامی اسم گرامی سے واقف نہ ہو۔ غوث بہاؤ الدین زکریاؒ کے ساتھ آپ کی قلبی انسیت تھی۔

آپ کا نام مبارک فرید الدین مسعود تھا' جبکہ آپ کی شہرت گنج شکرؒ کے لقب اطہر سے ہوئی۔ اس لقب کی بہت سی روایات ہمیں کتابوں میں ملتی ہیں۔ سیر العارفین میں رقم ہے کہ جس دور میں آپ اپنے پیر کامل حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت عالیہ میں تربیت حاصل کر رہے تھے تو ایک روز جبکہ آپ کا ساتواں یا آٹھواں روزہ تھا۔ آپؒ بوقت افطار غزنیں دروازہ سے مرشد کامل کے پاس حاضر ہونے کے لئے جا رہے تھے کہ

marfat.com

انتہائی نقاہت کی وجہ سے آپ کیچڑ میں گر گئے جب کیچڑ آپ کے منہ میں گئی تو قدرت الٰہی سے وہ شکر بن گئی۔

یہ واقعہ جب شیخ الکبیر نے مرشد پاک کے گوش گزار کیا تو خواجہ بختیار کاکیؒ نے ارشادفرمایا کہ ''اگر مٹی تمہارے منہ میں شیریں بن گئی ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سارے وجود کو شکر بنا دے گا اور تم ہمیشہ شیریں رہو گے۔'' چنانچہ اس کے بعد آپ کو سبھی لوگ گنج شکرؒ کہنے لگے۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ایک روز افطار کے وقت جب کوئی چیز نہ ملی تو آپ نے چند سنگریزے منہ میں رکھے تو یہ شکر بن گئے۔ اس کی خبر جب خواجہ بختیار کاکیؒ کو ملی تو آپ نے فرمایا' ''یہ تو گنج شکرؒ ہے'' (سیرالاقطاب از حضرت ہدیہ بن شیخ ابراہیم)

ایک بڑی مشہور ومعروف روایت یہ ہے کہ ایک سوداگر اونٹوں پر شکر لاد کر ملتان سے دہلی جا رہا تھا۔ جب اونٹوں کا یہ قافلہ اجودھن پہنچا تو شیخ الکبیر فرید الدینؒ نے قافلہ کے سوداگر سے دریافت کیا کہ ان اونٹوں پر کیا ہے تو اس نے یہ کہا کہ ان پر نمک ہے۔ اس نے خیال کیا ہوگا کہ اگر میں نے یہ کہہ دیا کہ ان اونٹوں پر شکر ہے تو کہیں آپ مانگ نہ لیں۔ آپؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ اچھا اگر نمک ہے تو پھر نمک ہی ہوگا۔ سوداگر جب دہلی پہنچا تو اس کو معلوم ہوا کہ اونٹوں پر نمک ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے دہلی کی بجائے اجودھن تحریر کیا ہے اور یہی درست بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ اتنی جلدی واپس اجودھن نہیں آ سکتا تھا اور نہ ہی دہلی جا سکتا تھا۔ اب ہوا یہ کہ جب وہ سوداگر شیخ الکبیر کے پاس حاضر ہوا' اور معذرت چاہی تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ اونٹوں پر کیا تھا تو اس نے کہا کہ شکر تھی۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی پھر شکر ہی ہوگی۔ چنانچہ سوداگر نے جب جا کر دیکھا تو وہ شکر ہی تھی۔

شیخ الکبیر فرید الدین گنج شکرؒ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا ومولانا عمر بن الخطابؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ شیخ الکبیر فریدالدین مسعود گنج شکرؒ بن جمال الدین سلیمان بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن

marfat.com

شیخ احمد مشہور بہ فرخ شاہ بن بادشاہ کابل بن نصیر الدین بن محمد المعروف بہ شیماں شاہ بن سامان شاہ بن سلمان بن مسعود بن عبداللہ واعظ الاکبر بن ابوفتح بن اسحاق بن سلطان ابراہیم بادشاہ بلخ بن ادھم بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ (پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں۔ از ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی۔ صفحہ نمبر 128)

روایت ہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت جمال الدین سلیمانؒ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں کابل سے لاہور تشریف لائے تھے۔ ازاں بعد آپ قصور اور ملتان سے ہوتے ہوئے کھتووال چلے آئے اور یہیں سکونت اختیار کی۔

اسی جگہ شیخ الکبیر فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت میں خاصہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیر الاقطاب میں 595ھ درج ہے جبکہ بعض تذکرہ نگاروں نے آ ، کی تاریخ ولادت 584ھ اور 569ھ بھی تحریر کی ہے۔ مگر اکثر مورخین نے 569 ٗ و مستند قرار دیا ہے۔ آپ کے روضہ اقدس پر بھی یہی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ ابھی آپ بہت ہی کم عمر تھے کہ آپ کے والد گرامی نے انتقال فرمایا۔

شیخ الکبیرؒ نے ابتدائی تعلیم تو اپنے آبائی شہر یا قصبہ میں حاصل کی مگر فرید مزید تعلیم کے حصول کے لئے آپ نے ملتان کا رخ کیا' جس کو ''مدینۃ الاولیا'' کہا جاتا ہے۔ آپ نے ،تان میں ہی کلام اللہ شریف حفظ کیا اور مولانا منہاج الدین کی مسجد میں فقہ کی مشہور ٘تاب ''نافع'' پڑھنا شروع کر دی۔ آپ حسب معمول ایک روز نافع کے مطالعہ میں مشغول تھے کہ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ مسجد میں داخل ہوئے اور آپ سے فرمایا کہ ''نافع'' تمہیں کیا نفع دے گی' جس کے جواب میں آپ نے عرض کیا کہ نافع تو کچھ نفع دے یا نہ دے مگر آپ کی نظر کرم ضرور نفع دے گی۔ چنانچہ کچھ روز کے بعد آپ نے حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی انسدعا کی۔

جب حضرت بختیار کاکیؒ ملتان سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے تو شیخ الکبیرؒ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے' مگر ابھی تین منازل ہی طے کی تھیں کہ حضرت خواجہ نے آپ سے ارشاد فرمایا' ''ابھی تمہیں یہیں قیام کرنا چاہیے اور حصول علم میں کوشاں رہنا چاہیے کیونکہ بے علم زاہد

marfat.com

مسخرہ شیطان کی مانند ہوتا ہے۔" تقریباً ہر مستند کتاب میں حضرت خواجہ کا یہ لازوال خطاب موجود ہے مگر اس کے باوجود بہت ہی کم دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ حصول علم کے لئے لوگ کاوش کریں۔

آج کل تو یہ دیکھنے میں زیادہ تر آتا ہے کہ لوگ پیروں اور فقیروں کے پاس اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ وہ انہیں بس جلدی سے کچھ دے دیں مگر انہیں خود بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ پیر صاحب انہیں دے کیا دیں اور جب پیر صاحب انہیں کچھ عطا نہیں فرماتے تو پھر یہ لوگ ادھر ادھر کہتے پھرتے ہیں کہ اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں جبکہ اولیائے کاملین کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ یہ لوگ جب کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو یہ ازخود کچھ بھی طلب نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ مقدس لوگ تو کھانے پینے کے لئے بھی مرشد سے کچھ طلب نہیں کرتے تھے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا ارشاد سن کر شیخ الکبیرؒ نے ملتان کا رخ کیا اور کچھ عرصہ آپ نے ضروری علوم حاصل کئے۔ جب آپ نے یہاں پر اکتساب علم کر لیا تو آپ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ملتان سے دور دراز کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ یہ کوئی آسان سفر نہ تھا۔ ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھنے والے نوجوان کا یہ ایک مشکل سفر تھا جو زیادہ تر اس نوجوان نے پا پیادہ ہی طے کرنا تھا۔ سب سے پہلے آپ قندھار پہنچے اور جید علمائے کرام سے اکتساب علم کیا۔ جب آپ یہاں سے مطمئن ہو گئے تو آپ نے اب اپنا رخ بغداد شریف کی طرف کیا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بغداد شریف میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ سیف الدین خزریؒ، سعد الدین حمویؒ بہاؤ الدین حمودیؒ اوحد الدین کرمانیؒ، شیخ فریدالدین عطارؒ نیشاپوری جیسے اولیائے کاملین سے فیوض و برکات سمیٹیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ بغداد شریف میں ہی آپ کی ملاقات غوث بہاؤ الدین زکریاؒ سے ہوئی تھی۔ افسوس کہ یہ معلوم نہیں ہو پایا کہ آپ کس سن میں بغداد شریف تشریف لے گئے تھے۔

marfat.com

مزار اقدس حضرت بہاؤالدین زکریاؒ

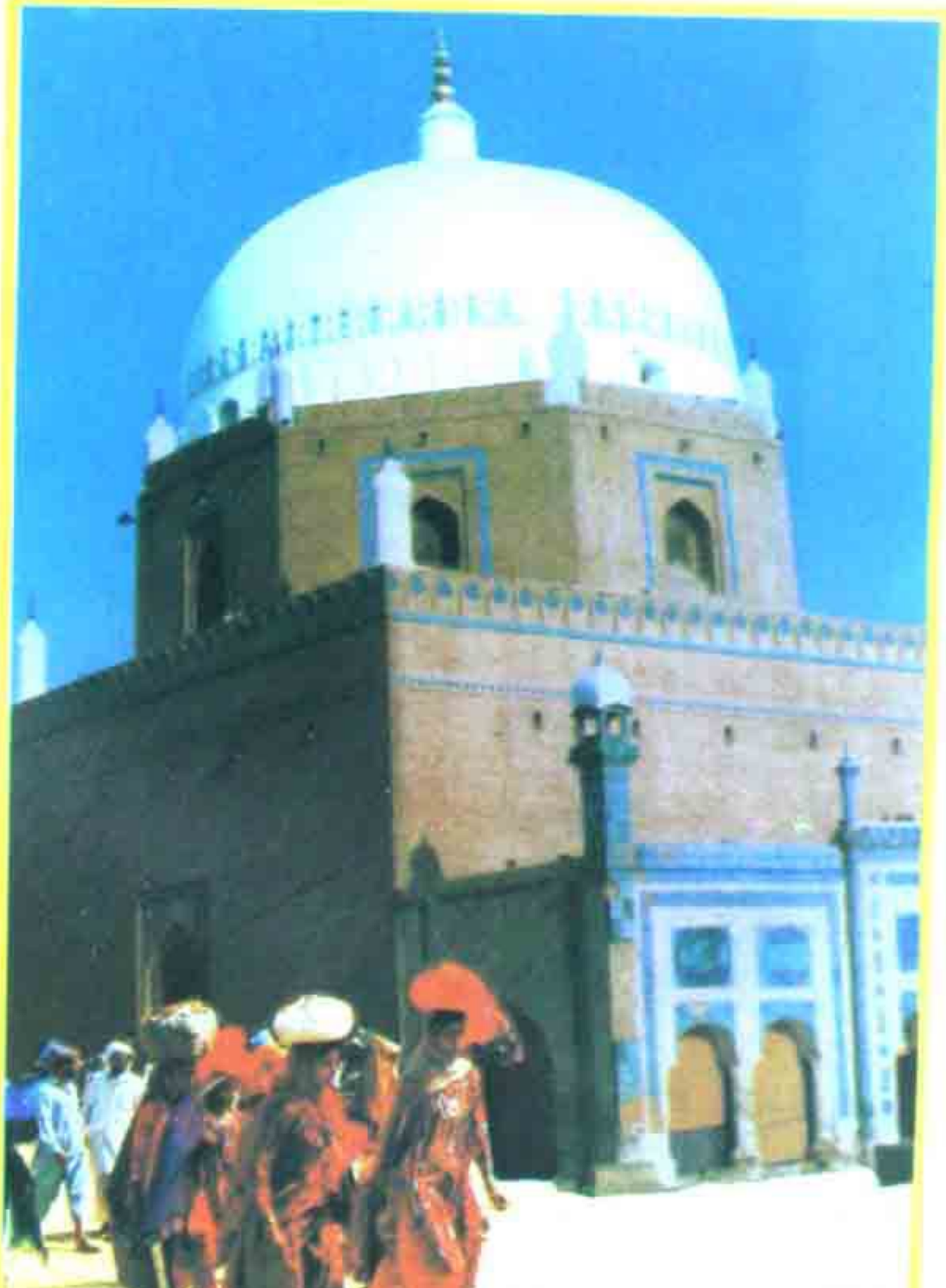

حضرت غوث بہاؤالدین زکریاؒ کے مزار پر حاضری کے بعد زائرین واپس جارہے ہیں

تقریباً پانچ برس کی سیاحت کے بعد آپ دوبارہ ملتان تشریف لائے اور یہاں سے والدہ ماجدہ کی اجازت حاصل کر کے عازم دہلی ہوئے۔ گزشتہ سطور میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ میں نے عرض کی تھی کہ آج کل لوگ پیروں کے پاس محض اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ بس ایک دو حاضریوں میں فیض حاصل کر لیں اور پیر صاحب کچھ دے دیں مگر آپ اندازہ کریں کہ شیخ الکبیر فرید الدین گنج شکرؒ نے پہلے تو ملتان میں علم حاصل کیا اور پھر بیرون ملک بھوکے پیاسے رہ کر اکتساب علم کیا۔ اس کے بعد آپ مرشد کامل کے پاس حاضر ہوئے مگر یہاں بھی آپ کو مرشد پاک نے روحانی منازل طے کرانے کے لئے شدید ترین مجاہدوں سے گزارا۔

یہ مجاہدات اس قدر شدید تھے کہ مشہور و معروف روایت ہے کہ جب خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتیؒ دہلی تشریف لائے تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حضرت خواجہ کو آپ کے حجرہ میں لے گئے مگر شدید ترین مجاہدوں سے آپ کو جسمانی نقاہت کی انتہا ہو چکی تھی اور آپ بوجوہ نقاہت دادا پیر کی تعظیم کے لئے کھڑے بھی نہ ہو پائے، مگر آپ کی جسمانی حالت سے قطع نظر حضرت خواجہ آپ کی روحانی سربلندی سے آگاہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت بختیار کاکیؒ سے ارشاد فرمایا ''بابا قطب الدین!

عجب شاہبازے دردام آورہ کہ بجز سدرۃ المنتہیٰ آشیانہ نمی ''میرد''

اب آپ کو حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ نے دیکھا کہ آپ کامل ہو چکے ہیں تو آپ کو ارشاد فرمایا کہ ہانسی چلے جائیں۔ چنانچہ آپ ہانسی تشریف لے آئے اور یہاں لوگوں کو فیض پہنچانا شروع کر دیا۔ ہانسی میں بے پناہ لوگ آپ کی ارادت میں شامل ہو گئے۔ آپ کو جب معلوم ہوا کہ مرشد کامل کا وصال ہو گیا ہے تو آپ تیسرے روز دہلی وارد ہوئے۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے آپ کو حضرت خواجہ کی وصیت کے مطابق حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا خرقہ اور دوسرے تبرکات حوالہ کیے۔ یہ ایک بہت بڑی سعادت تھی جو آپ کے حصہ میں آئی۔

marfat.com

''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' کے صفحہ نمبر 239 پر ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرت خواجہ فریدؒ نے سخت ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔ روزے کثرت سے رکھتے تھے۔ رمضان میں ہر رات تراویحوں میں قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ بعض راتوں میں تو دس دس پارے زیادہ تلاوت کر جاتے تھے۔ آپ کا خود بیان ہے کہ وہ بیس سال تک عالم تفکر میں کھڑے رہے اور بیٹھے بالکل نہیں۔ اسی دوران آپ کے پاؤں سوج گئے اور ان سے خون بہنے لگا۔ فرماتے تھے اس عرصہ کے دوران ان کو یاد نہیں کہ انہوں نے کچھ کھایا ہو۔''

وصال مرشد کے بعد آپؒ نے اجودھن (پاک تین شریف) کا رخ کیا جو کہ اس زمانہ میں کفر والحاد کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ اس جگہ کے متعلق لوگوں میں طرح طرح کی توہمات زبان زدِ عام تھیں، مگر آپ نے ان تمام توہمات کو غلط ثابت فرما دیا اور مستقل طور پر یہاں رہنے لگے۔

''جناب ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 240 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ بادشاہ ناصر الدین محمود اجودھن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی صحبت سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنے وزیر الغ خان (جو بعد میں عنایت الدین بلبن کے نام سے بادشاہ ہوا) کو چار گاؤں کا فرمان اور کثیر رقم بطور ہدیہ دے کر بھیجا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب نے واپس کر دیا اور فرمایا کہ یہ ہمارے خواجگان کی رسم نہیں ہے۔ آپ اپنے مریدوں اور خلفاء کو ارباب حکومت سے دور ہی رہنے اور ان سے کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھانے کی ہمیشہ تلقین فرمایا کرتے تھے۔''

شیخ الکبیرؒ کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ سے بہت عقیدت تھی۔ مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ الشیوخؒ کی کتاب ''عوارف المعارف'' سے بہت متاثر تھے اور اکثر اس کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ بسا اوقات یہ بھی ہوتا کہ آپ اس کتاب کا درس بھی طالبان حق کو دیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں خواجہ محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ

marfat.com

''آپ کے پڑھانے میں اتنا اثر تھا کہ سننے والوں کے ہوش بجا نہیں رہتے تھے۔ میں نے اس کتاب کے پانچ ابواب ہی آپ سے پڑھے تھے اور آپ کے بیان کی لذت سے مجھ پر ایسی بے خودی طاری ہو جایا کرتی تھی کہ اگر ایسی حالت میں موت بھی آ جاتی تو ایک بڑی دولت تھی۔''

شیخ الشیوخؒ کے ساتھ محبت اور عقیدت کا اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ کے گھر فرزند ارجمند کی پیدائش ہوئی تو آپؒ نے اس کا نام شیخ الشیوخ کے نام ہی پر تجویز کیا۔ آپ کے بیٹے کا نام شہاب الدین تھا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے قیام بغداد کے دوران کافی صحبت شیخ الشیوخ کے ساتھ رہی ہوگی۔

شیخ الکبیرؒ سے لاکھوں لوگوں نے فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ پورے ہندوستان سے آپ کے پاس دینی اور دنیاوی مقاصد کے لئے لوگوں کا ایک جم غفیر حاضر رہتا تھا۔ آپ کے متعلق یہ بڑی مشہور روایت ہے کہ آپ حکمرانوں کے نمائندوں اور ملازموں کو ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتے تھے اور بہت کم ان کو اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے۔ یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ آپ کسی حکمران کے پاس یا اس کے کسی نمائندہ کے پاس گئے ہوں۔

مختلف تواریخ اور تذکروں میں یہ بات ہمیں ملتی ہے کہ آپؒ نے حضرت غوث بہاؤالدین زکریاؒ، حضرت لعل شہباز قلندرؒ اور حضرت جلال سرخ بخاریؒ کے ساتھ ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں تبلیغی نوعیت کے دورے بھی کئے تھے اور اسی لئے ان چاروں کو عام طور پر لوگ چہاریار یا چہار درویش کہا کرتے تھے۔ ازاں بعد جب حضرت شاہ رکن الدین عالم بھی ان کے ہمراہ تبلیغی دوروں پر جانے لگے تو لوگوں نے ان سب کو پنج پیر کہنا شروع کر دیا۔

شیخ الکبیرؒ اور غوث بہاؤالدین زکریاؒ کے درمیان بے حد محبت اور الفت تھی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہ دونوں بزرگ ایک ہی شہر سے مناسبت رکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ دونوں کی عقیدت شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے ساتھ حد درجہ تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے بہت عرصہ اکٹھا گزارا تھا جبکہ تبلیغی

marfat.com

دوروں کے دوران بھی کئی برس آپ اکٹھے رہے تھے۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ کسی بات پر غوث بہاؤالدین زکریاؒ نے شیخ الکبیرؒ کو تحریر فرمایا کہ ''میان ما و شما عشق بازی است'' جس کے جواب میں شیخ الکبیرؒ نے بڑے پیار و محبت سے یہ تحریر فرمایا کہ ''میان ما و شما عشق است' بازی نیست۔'' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بزرگوں کے درمیان کس قدر محبت اور الفت موجود تھی۔

یہ بھی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الکبیرؒ دوران درس اپنے ارادت مندوں کو غوث بہاؤ الدین زکریاؒ کے فرمودات سنایا کرتے تھے اور اکثر اپنی محافل میں آپ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ارادت مندوں سے فرمایا کہ شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص تصوف کی دنیا میں داخل ہونے کا آرزومند ہو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے توبہ کرے اور اپنے دل کو عادات ذمیمہ سے پاک کرے۔ حضرت شیخ الشیوخ کے قول کے مطابق عادات زمیمہ غُل' غش' حقہ' حرص' کبر' بغض' ریا اور غضب ہیں اور جب تک آدمی دل کو ان عادات زمیمہ سے پاک نہ کے اسے گلیم اور صوف پہننا کسی طور پر روا نہیں۔''

شیخ الکبیرؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''ایک مرتبہ میں اور برادرم بہاؤالدین یکجا بیٹھے تھے۔ زہد کے بارے میں بات چل نکلی۔ شیخ الاسلام ملتانی نے فرمایا' ''زہد تین چیزوں کا نام ہے' جس میں یہ نہیں ہیں اسے زاہد کہلانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اول دنیا کو پہچاننا اور اس سے مایوس ہونا' دوم مولا کی خدمت کرنا اور اس کے حقوق کی نگہداشت کرنا اور سوم یہ کہ آخرت کی طلب کرنا اور اس کے حصول میں لگاتار کوشاں رہنا۔''

ایک اور ملاقات کا ذکر آپ اس طرح فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں ملتان پہنچا اور برادرم بہاؤالدین سے ملاقات کی۔ مصافحہ کے بعد پوچھا' ''فرمایئے کہاں تک کمال حاصل کیا ہے۔'' میں نے جواب دیا کہ اگر آپ فرمائیں تو جس کرسی پر ہم بیٹھے ہیں وہ ہوا میں اڑنے لگے۔ ابھی یہ جملہ ختم نہیں ہوا تھا کہ کرسی اڑتی نظر آئی۔ غوث بہاؤالدین زکریاؒ نے کرسی پر ہاتھ مارا' کرسی اپنے مقام پر واپس آ گئی۔

marfat.com

بے شمار لوگوں کو آپ نے فیض روحانی سے مستفید فرمایا۔ آپ کے پاس ہمہ وقت عقیدت مندوں کا ہجوم جمع رہتا تھا۔ ہندو جوگی بھی آپ کے پاس حاضر رہتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ آپ تمام لوگوں کو فیض روحانی پہنچایا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں مذہب اور قوم کی کوئی تخصیص نہ تھی بلکہ جو بھی آپ کے پاس حاضر ہوتا وہ فیض سے محروم نہ رہتا۔ آپ کے پاس آنے والے آپ کے حسن اخلاق سے ازحد متاثر ہوتا۔ آپ ہر حاضر ہونے والے شخص سے اس کی ذہنی استعداد اور علمی صلاحیت کے مطابق گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے پاس حاضر ہونے والا ہر شخص یہی محسوس کرتا تھا کہ جیسے آپ اس کو برسوں سے جانتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کی روحانی عظمت' کردار و عمل کو بلندی اور خلق خدا کے ساتھ دوستی' محبت اور خلوص کی بدولت سلسلہ چشتیہ کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ آپ کے مریدین نے آپ کے نظام اصلاح اور تربیت کو گویا مستقل شکل دے دی اور آپ ہی کی طرح پورے ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی خانقاہیں قائم کیں۔

شیخ الکبیرؒ نے ایک روایت کے مطابق 27 برس متواتر تبلیغ دین اور خلق خدا کی اصلاح کے فرائض بڑی خوبی' محنت اور جذبے کے ساتھ سرانجام دیئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب شیخ الکبیرؒ نے اجودھن میں تبلیغ دین اور اصلاح انسانیت کا فریضہ انجام دینا شروع کیا تو ابتدا میں وہاں آپ کو خاصی اجنبیت بھی محسوس ہوئی اور آپ کی خاصی مخالفت بھی ہوئی۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ ہندو جوگیوں' پنڈتوں اور ساحروں کا طوطی بولتا تھا۔ ان لوگوں نے اپنے تماشوں کے ذریعہ سادہ لوح لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا رکھا تھا۔

یہی پنڈت' جوگی اور ساحر آپ سے ٹکرائے مگر شکست فاش کھا کر آپ کے قدموں میں گر گئے اور کلمہ طیبہ پڑھ کر دین متین میں داخل ہوگئے۔ پہلے پہل تو ان لوگوں نے آپ سے شاگرد ہونے کی درخواست کی مگر ازاں بعد ان لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ آپ کوئی جادوگر اور ساحر نہیں ہیں جو ان کو شاگرد کرتے۔ چنانچہ وہ مکمل طور پر دین متین میں دخل ہوگئے اور دین کی تبلیغ کا کام انہوں نے سنبھالا۔

marfat.com

غوث بہاؤالدین زکریاؒ کے ساتھ آپؒ کا برس ہا برس ساتھ رہا تھا۔ مگر افسوس کہ ان صحبتوں کی تفصیلات سیرت کی یا تذکروں کی کتابوں میں نہیں ملتیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''شیخ جمال الدین ہانسویؒ گنج شکرؒ کے خلیفہ اعظم تھے اور حضرت انہیں تمام خلفاء سے زیادہ عزیز جانتے تھے۔ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریاؒ جب اجودھن تشریف لے جاتے تو شیخ جمال الدین ہانسوی ہی آپ کے آرام و آسائش کا انتظام کرتے۔ شیخ الاسلام کو مولانا جمال کی ارادت مندانہ خدمت گزاری اور شرافت نفسی بڑی پسند تھی۔ ایک دفعہ گنج شکرؒ سے فرمایا:

''فرید بھائی! جمال ہانسوی مجھے دے دیجئے' اسے میں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔''

حضرت گنج شکرؒ نے فرمایا:

''جمال الدین جمال ماست و کسے جمال خویش بہ دیگرے نمی دہد۔''

جب شیخ الاسلام' حضرت گنج شکرؒ کیطرف سے ناامید ہوئے تو آپ نے جمال الدین پر جذب باطن کی کمند ڈالی' جس پر وہ بے اختیار آپ کی طرف کھنچے چلے آئے اور حضرت گنج شکرؒ سے شیخ الاسلام زکریاؒ کے ساتھ ملتان جانے کی اجازت چاہی۔ ایک دو مرتبہ تو حضرت نے ٹال دیا' لیکن جب انہوں نے مکرر سہ کر اصرار کیا تو جبین اقدس پر شکن آ گئی اور برہم ہوکر فرمایا ''جا منہ کالا کر''

فی الفور تمام نعمت باطنی سلب ہوگئی اور ان کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ حضرت گنج شکرؒ نے انہیں خانقاہ سے نکال دیا اور فرمایا کہ اگر کسی نے اس کی سفارش کی تو اس کا بھی یہی حشر ہوگا۔''

یہ وہی جمال الدین ہانسوی تھے کہ جن کے متعلق ایک بڑا مشہور واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ جب حضرت نظام الدین اولیاؒ کے خلافت نامے کو شیخ جمال الدین ہانسویؒ نے پھاڑ دیا تھا تو حضرت نظام الدین اولیاء یہی چاک شدہ خلافت نامہ لے کر شیخ الکبیرؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو شیخ الکبیرؒ نے فرمایا تھا کہ ''جمال کے چاک کئے ہوئے کو میں نہیں سی سکتا۔''

marfat.com

مفتی غلام سرور لاہور صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ''شیخ الاسلام تو کبھی کے ملتان جا چکے تھے۔ بچارا جمال روسیاہ اور تباہ دلی کے ساتھ خانقاہ سے نکلا۔ اس حالت میں کہ تن بدن کا اسے ہوش تک نہ تھا۔ مجنوں وار ننگے سر اور ننگے پاؤں بیاباں میں پھرتا پھر رہا تھا۔ ایک سال اس لیل و نہار میں گزر گیا۔ جب شیخ الاسلام کو کشف کے ذریعہ اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ کو جمال پر بڑا ترس آیا کہ ناحق میری وجہ سے اسے یہ دن دیکھنا پڑا۔ عالم نامی ایک سوداگر اجودھن کو جا رہا تھا۔ آپ نے اسے بلا کر فرمایا کہ صحرا میں تجھے ایک خراب حال درویش ملے گا۔ جب اجودھن میں برادرم فریدالدین کے ہاں پہنچو تو اس کا ذکر ضرور کرنا۔

چنانچہ وہ عالم اجودھن کو روانہ ہوا۔ راستے میں ایک بے آب و گیا صحرا کے اندر ایک تباہ حال انسان نظر آیا۔ قریب جا کر دیکھا تو حیرت سے اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ شیخ جمال الدین تھا۔ حضرت فریدالدین مسعودؒ کا محبوب مریدؒ عالم نے کئی بار اس کے عروج و اقبال کے دن دیکھے تھے۔ بیچارے کا حسن و جمال خاک میں مل چکا تھا۔ آنکھوں سے خون کے دھارے بہہ رہے تھے۔ سوداگر کو اس کی حالت زار پر بڑا رحم آیا اور وعدہ کیا کہ اجودھن پہنچ کر حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں تیری سفارش کروں گا۔

جب عالم اجودھن پہنچا تو حضرت اس وقت وضو کر رہے تھے۔ اسے بڑی توجہ سے ملے اور سفر کا حال دریافت کیا کہ کہاں کہاں گیا؟ کہاں کہاں رہا؟ اور اب کس شہر سے آ رہا ہے؟ وہ سب حال عرض کرتا رہا اور بولا'

''حضور' جب ملتان کے صحرا میں داخل ہوا' وہاں میں نے ایک شخص کو ننگے سر اور ننگے پاؤں دیکھا' چہرہ اس کا رُوسیاہ ہو چکا تھا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا۔ جب میں اس کے قریب گیا اور پہچانا تو وہ حضرت جمال الدین ہانسوی تھے۔ میں حیران رہ گیا کہ حضرت کے منظور نظر اور جلیل القدر خلیفہ کی یہ حالت۔''

marfat.com

حضرت نے سوداگر کی زبان سے یہ واقعہ سن کر حاضرین سے فرمایا کہ شیخ جمال نے بڑی مصیبت برداشت کی ہے۔ برادرم بہاؤالدین کی رعایت مطلوب ہے اس لئے اسے بلالو۔ شوداگر کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا' ''عالم! تو نے ملتان کا واقعہ بیان نہیں کیا' تو خود گیا تھا یا برادرم بہاؤ الدین نے تجھے طلب کیا تھا؟''

سوداگر کی آنکھوں سے بے اختیار عقیدت کے آنسو ٹپک پڑے۔ گلوگیر ہوکر بولا' ''سبحان اللہ! سب کچھ جانتے ہوئے کیسے بھولے بن رہے ہیں آپ۔ حضور یہ آپ کے راز ونیاز کی باتیں ہیں۔ ہم کیا جانیں۔ شیخ الاسلام کی خاطر ہی سہی' جمال پر ضرور رحم فرمایئے۔ حضرت نے خادم کو حکم دیا کہ یہ رباعی لکھ کر جمال کو بھجوا دو۔

رد گرد جہاں بگرد و پا آبلہ کُن
گرہمچومنی یابیٔ مارایلہ کُن
یک صبح باخلاص بیابر درما
گرکارِ تُو پرنیاید انگہ گلہ کُن

شیخ جمال کا ایک دوست حضرت کا یہ پروانہ لے کر فوراً روانہ ہوگیا۔ دوسرے دن صبح سویرے جمال حضرت کے قدموں میں پڑا سسک رہا تھا۔

حضرت نے بڑی مہربانی سے جمال کو گلے سے لگایا اور ایک نظر میں جمال سے قطب الاقطاب شیخ جمال الدین ہانسوی بنا دیا۔ (تذکرۂ حضرت بہاؤالدین زکریا۔ از نور احمد خان فریدی۔ 199 تا 201)

یہ واقعہ کئی اعتبار سے بحث طلب ہے۔ درج بالا واقعہ میں کچھ اس طرح کی صورت حال بیان کی گئی ہے کہ جیسے ان دونوں بزرگوں میں خدانخواستہ مقابلہ آرائی کی فضا قائم تھی۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اگر جمال الدین ہانسوی' شیخ الکبیر کے خلیفہ اعظم تھے تو آخر کیا وجہ تھی کہ وہ آپ کو چھوڑ کر غوث بہاؤالدین زکریاؒ کے پاس جانا چاہتے تھے اور اگر جانا چاہتے تھے تو شیخ الکبیر نے انہیں کیوں اس طرح روکا حالانکہ آپ خود ملتان شوق سے جایا کرتے تھے اور آپ کی قلبی محبت اور الفت غوث بہاؤالدین زکریاؒ کے ساتھ حد درجہ تھی۔

marfat.com

اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ جمال الدین ہانسوی' شیخ الکبیرؒ کے مرید اور خلیفہ ہونے کے باوجود غوث بہاؤالدین زکریاؒ کی بیعت کرنا چاہتے تھے تو یہ بات بعید از قیاس ہے' کیونکہ نامہ چاک کرنے کا واقعہ آپ درج بالا سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ روحانی درجات کی سربلندی ہی کی وجہ سے شیخ الکبیرؒ نے آپ کو یہ مقام عطا فرمایا ہوگا وگرنہ کوئی عام شخص تو یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ وہ مقام تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء جیسی شخصیت اپنی خلافت کے پروانے پر شیخ جمالؒ کے پاس دستخط کروانے جائے اور وہ اسے پھاڑ دے۔

روحانی درجات کی بلندی پر فائز شخص یہ کیسے خیال کر سکتا ہے کہ وہ پہلی بیعت توڑ کر دوسری بیعت کرے۔ چنانچہ یہ بات بڑی ہی عجیب • غریب ہے کہ شیخ الکبیر نے بڑا ہی شدید ردعمل دکھلایا اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ کیا شیخ جمالؒ کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ دونوں بزرگوں کے سلاسل یکسر مختلف ہیں اور کیا انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ ان کا سلسلہ کیا ہے اور ان کے اوراد و وظائف کیا ہیں اور غوث بہاؤالدین زکریاؒ کرتے کیا ہیں۔ کیا ان سب باتوں کے باوجود انہوں نے جانے کی جازت چاہی۔ درج بالا روایت میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ وہ کیونکر جانا چاہتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب شیخ الکبیرؒ نے بڑا ہی شدید ردعمل دکھلایا تو غوث بہاؤالدین زکریا نے کیونکر خاموشی اختیار کی۔ حالانکہ انہیں بخوبی علم تھا کہ ان کے جذب باطن کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ پھر بھلا انہوں نے کیوں ایک برس تک اس شخص کو جنگلوں میں حیران و پریشان چھوڑ دیا۔ یہ مقابلہ بازی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا یہ سب کچھ دونوں بزرگوں کی شان اقدس کے شایان شان ہے۔ میرے خیال کے مطابق تو یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ بزرگ ایسی مقابلہ بازی سے بہت اعلیٰ و ارفع مقامات کے حامل تھے۔ یہ اکٹھے ہی تبلیغی دوروں پر جاتے تھے اور ایک زبان بولا کرتے تھے۔ اپنی اپنی بات بیان نہیں کرتے تھے۔ کیا پورے سال بھر غوث بہاؤالدین زکریاؒ معاذ اللہ بے بسی سے اپنے عقیدت مند کا نظارہ کرتے رہے۔ اس شخص کا جس نے ان کے لئے اپنا یہ حال کیا تھا۔

(واللہ عالم الغیب بالصواب)

marfat.com

شیخ الکبیر فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے اپنی پوری زندگی قرآن وسنت کے مطابق گزار کر اور لاکھوں لوگوں کو راہ ہدایت دکھلا کر وصال فرمایا۔ سیر الاقطاب کے مطابق آپ نے 690ھ، راحت القلوب کے مطابق 687ھ خزینۃ الاصفیاء کے مطابق 670ھ جوہر فریدی، سیر الاولیا، اخبار الاخیار اور سفینۃ الاولیاء کے مطابق آپ نے 664ھ میں وصال فرمایا۔ محمد ناصری کی تاریخ میں ہے کہا آپ کا انتقال کشلو خان اور حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ کی وفات کے بعد 660ھ میں ہوا۔ حضرت سلطان المشائخ کا بیان ہے کہ 92 برس کی عمر میں 661ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ بعض محققین اسی کو درست تسلیم کرتے ہیں جبکہ بعض کا خیال ہے کہ آپ کا درست سن وصال 664ھ ہے۔ (واللہ عالم بالصواب)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

حضرت لال شہباز قلندرؒ

چہار درویشوں میں سے ایک درویش جوکہ بہت ہی معتبر اور نامی گرامی شخصیت تھی وہ حضرت لال یا لعل شہباز قلندرؒ کی تھی۔ پاکستان میں رہنے والا کوئی مسلمان شائد ہی آپ کے نام نامی اسم گرامی سے واقف نہ ہو۔ آپؒ کے متعلق مستند تواریخ میں یہ ملتا ہے کہ آپ نے حضرت غوث بہاؤالدین زکریاؒ حضرت شیخ الکبیر فرید الدین مسعود گنج شکرؒ اور حضرت سید جلال سرخ بخاریؒ کے ہمراہ ہندوستان بھر میں تبلیغی نوعیت کے دورے کئے تھے۔

آپؒ کا نام عثمان تھا اور والد گرامی کا نام سید کبیر تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت جعفر صادق کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے حضرت سید عثمان مروندی بن سید کبیر بن سید شمس الدین بن سید نور شاہ بن سید محمود شاہ بن سید احمد شاہ بن سید احمد شاہ بن سید ہادی شاہ بن سید مہدی بن شاہ سید منتخب بن سید غالب بن سید منصور بن سید اسماعیل بن امام جعفر صادق۔

حضرت عثمان مروندیؒ کے مشہور القابات میں سے چند یہ ہیں۔ لعل شہباز قلندر، سیف اللسان، شمس الدین، مہدی دوراں اور مخدوم۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے والد گرامی کی ولادت با سعادت جمادی الثانی 501ھ بمطابق 1108ء میں ہوئی تھی اور آپ کا وصال 590ھ بمطابق 1193ء میں ہوا۔ آپ کا مقبرہ ''مروند'' (آزربائیجان) میں ہے۔ حضرت لعل شہباز قلندر کی ولادت بھی مروند ہی کی ہے۔ قلندر پاک کی ولادت کے سن کے بارے میں بھی تاریخ میں مختلف آراء ملتی ہیں۔ جن کے مطابق آپ کی ولادت ý 538 552 یا 573ھ ہے، مگر اکثر مورخین نے 537ھ پر اتفاق کیا ہے۔ (واللہ عالم بالصواب)

marfat.com

آپ نے بہت کم عمری میں ہی کلام اللہ شریف حفظ کر لیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے سات برس کی عمر میں کلام اللہ شریف حفظ کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے عربی اور فارسی میں بھی خاصی مہارت حاصل کر لی تھی۔ ماثر الکرام میں جناب غلام علی آزاد بلگرامی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ سن بلوغت کو پہنچے تو بابا ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے جو حضرت جمال مجرد کے مرید تھے۔ ان کی خدمت میں رہ کر درجہ کمال کو پہنچے اور ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

آپؒ کے سلسلہ طریقت کے متعلق جناب حکیم فتح محمد سیوہانی صاحب نے ''قلندرنامہ'' میں تحریر کیا ہے کہ ''حضرت قلندر شہباز مروندی سیوہانی کا سلسلہ قلندری حضرت امام زین العابدین کے واسطہ سے سرور کائناتﷺ تک پہنچتا ہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ سید جمال سے حضرت علی بن موسیٰ رضا' امام جعفر صادق' امام زین العابدین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم سے ہوتا ہوا سرور کائناتﷺ تک پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی تذکرہ نگاروں نے آپ کا سلسلہ طریقت قادریہ بھی بتلایا ہے۔

''تذکرۃ الفقرا'' میں داراشکوہ کا جو شجرہ طریقت تحریر ہے اس میں داراشکوہ کو لعل شہباز قلندر کے واسطہ سے حضرت غوث پاک تک اس طرح بتلایا گیا ہے۔ ''داراشکوہ مرید ملا شاہ بدخشی وید میاں میر سیوہانی مرید حضرت خضر سیوستانی مرید شاہ سکندر مرید خواجہ خانی مرید سید علی قادری مرید حضرت مخدوم سید عثمان قلندر شہباز مرید شاہ مجرد مرید ابواسحاق ابراہیم مرید مرتضیٰ سبحانی مرید حضرت احمد مبارک اور وہ مرید تھے۔ سیدنا محیٔ الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے۔''

''تذکرہ حضرت بہاؤالدین زکریا'' میں نور احمد فریدی صاحب صفحہ نمبر 153 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''بعض تذکروں میں آپ کو ملامتی ظاہر کیا گیا ہے اور یہ کہ آپ احکام شرع کے پابند نہیں رہ سکتے تھے۔ خاکسار نے اس سلسلے میں اہل علم وفضل سے تحقیق کی' تو انہوں نے اسے تہمت قرار دیا۔ خاکسار کی بھی یہی رائے ہے' کیونکہ حضرت شیخ الاسلام جیسے ولی کامل کا دوست اور خلیفہ کامل علامتی نہیں ہوسکتا۔''

marfat.com

اسی کتاب کے صفحہ نمبر 155 پر نور احمد فریدی صاحب نے ''معارج الولایت'' کا ایک اقتباس تحریر فرمایا ہے:

''ولے صاحب کمالات ظاہری و باطنی وتصرفات صوری و معنوی بود' خوارق و کرامات بے اختیار از وے بظہور مے آمدند۔ اصل ولے از سندھ است و از سادات عظام حسینی است نام نامی ولے سید عثمان' مرید و خلیفہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ است۔ چوں جذب و مستی بغایت داشت پابند احکام شرع نبود۔ لباس سرخ داشتے و خطاب لال شہباز از پیشگاہ پیر روشن ضمیر بوے عطا شدہ بود۔''

ترجمہ: وہ صاحب کمالات ظاہری و باطنی تھے اور صوری و معنوی تصرفات رکھتے تھے۔ ان سے خوارق و کرامات کا ظہور بے اختیاری میں ہوتا تھا۔ وہ سندھ میں رہتے تھے اور سادات حسینی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا نام سید عثمان تھا اور وہ شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے جب ان پر جذب و مستی کا غلبہ ہوتا تھا تو وہ احکام شریعت کے پابند نہیں رہتے تھے۔ سید عثمان سرخ لباس پہنتے تھے اور انہیں لال شہباز کا خطاب ان کے پیر روشن ضمیر کی بارگاہ سے عطا ہوا تھا۔''

مولانا نور احمد فریدی صاحب اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ 154 اور 155 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''صاحب منبع البرکات لکھتے ہیں کہ اسی افواہ کی بناء پر ملتان کے قاضی قطب الدین کاشانیؒ حضرت مخدوم پر فسق کا فتویٰ لگا دیا۔ یہ ان دنوں ملتان کے کسی قریبی گاؤں میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اپنی بابت قاضی صاحب کی یہ جسارت برداشت نہ ہوئی برہم ہوکر اٹھے اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر ملتان کو چل دئے۔ حضرت شیخ الاسلام مسند ارشاد پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت کا مجلس خانہ علماء اور مشائخ سے بھرا ہوا تھا' قال اللہ اور قال رسول سے مجلس گرم تھی۔ دفعتہً شور اٹھا کہ سندھ سے شیخ عثمان نامی کوئی بزرگ قاضی قطب

marfat.com

الدین کا شانی سے ٹکر لینے کے لئے بگولے کی طرح اڑے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے جواں سال بھتیجے شیخ حسن کو بھیجا کہ انہیں نرمی سے سمجھا بجھا کر میرے ہاں لے آؤ۔

شیخ حسن نے کچھ فاصلہ طے کر کے مخدوم عثمان کا استقبال کیا اور عرض کی کہ میرے عم بزرگوار حضرت شیخ الاسلام آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ مخدوم عثمان آپ کا نام سنتے ہی ٹھنڈے پڑ گئے اور شیخ حسن کے ہمراہ دربار غوثیہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے آپ پر شفقت سے نظر کی اور فرمایا:

''اے لال شہباز! آگے بڑھو۔''

شیخ نے بے دلی سے آنکھ اٹھا کر نظر کی اور خدا معلوم کیا دیکھا کہ جو کچھ سوچ کر آئے تھے' سب بھول گئے۔ زیرلب آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے۔ یہ جمال کسی انسان کا نہیں' سورج کا نہیں' چاند کا نہیں۔ ایسا قالب! جس کا چہرہ ہزار آفتابوں کی روشنی سے زیادہ منور دکھائی دے رہا ہے' یقیناً کسی عظیم شخصیت کا ہی ہوسکتا ہے۔ مسکراتا ہے تو ساری دنیا مسکراتی نظر آتی ہے۔ جبین نور پر ذرا شکن آتی ہے تو نوری ناری سب کانپ اٹھتے ہیں۔ ایسے مردان خدا بار بار نہیں ملتے۔ اے عثمان! آگے بڑھ اور اپنا سر اس کے قدموں میں ڈال دے۔ یہ کہہ کر آگے بڑھا اور سر نیاز قدموں میں رکھ کر بولا:

> ''اے پیکرِ نور! خطا ہوئی' معاف فرما دیجئے۔ میں نے آپ کے شہر کے ایک عالم کو گرفت میں لانا چاہا تھا۔ لیکن خود ہی اسی زنجیر میں جکڑ دیا گیا۔ خدارا اب مجھے زیادہ نہ ترسایئے اور اپنی بیعت میں لے لیجئے۔''

حضرت شیخ الاسلام نے شیخ کو بغل میں لے کر خوب بھینچا اور اسی صحبت میں ہی آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر لیا۔ چونکہ حضور نے شیخ کو لال شہباز کہہ کر پکارا تھا اس لئے آپ اسی نام سے مشہور ہو گئے اور لال شہباز قلندر کہلانے لگے۔''

جیسا کہ فریدی صاحب خود تحریر کر چکے ہیں کہ حضرت قلندر پاک کا سلسلہ قلندری تھا۔ قلندری سلسلہ ایسا سلسلہ ہے کہ جس میں ایک قلندر کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ نہ تعریف و

marfat.com

توصیف اس کو خوش کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کی برائی اس کو مشتعل کر سکتی ہے۔ جیسا کہ قلندر پاکؒ کا ایک شعر ہے۔

منم عثمان مروندی کہ یارِ خواجہ منصورم
ملامت می کند خلقی و من برداری رقصم

یعنی میں عثمان مروندی ہوں جو کہ خواجہ منصور کے مسلک یا خواجہ منصور کی دوستی پر ہوں مجھے دنیا کی ملامت کی پرواہ نہیں اور میں تو اس بوجھ کو اٹھائے جھوم رہا ہوں۔ انہی کے متعلق جناب فریدی صاحب نے جو یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے اس میں قلندر پاک کی شان قلندری قطعاً دکھائی نہیں دیتی۔ دوسرے یہ کہ اس واقعہ میں کچھ اس طرح کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جیسے قلندر پاک کی یہ پہلی ملاقات غوث بہاؤالدین زکریاؒ کے ساتھ تھی مگر مستند حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ چاروں نے برس ہا برس ملک ہندوستان کی اکٹھے سیاحت کی تھی۔

قلندر پاک کا واقعہ جو قلعہ دفن کرنے کا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے تو صاف دکھائی دیتا کہ قلندر پاک نے اپنے حجرہ میں سے ہی صرف زبان سے چند الفاظ نکال کر ہی اس قلعہ کو اس کے راجہ سمیت دفن کر دیا تھا جس کی باقیات ابھی تک باقی ہیں۔ ان بزرگوں کی یہ شان ہی نہیں تھی کہ خود کسی سے مقابلہ کرنے کی غرض سے دوڑے چلے جاتے اور کیا اس میں کوئی شک ہے کہ قلندر پاک کا اس زمانہ میں کوئی بھی مخالفت نہ رہا ہوگا۔ ایک نہیں ہزاروں لاکھوں ہوں گے۔ تو کیا سب کے ساتھ آپ اسی طرح کرتے ہوں گے۔

مجھے بڑی شدید حیرانی اس وقت ہوئی جب فریدی صاحب نے آپ کو مرید و خلیفہ بھی کروا دیا حالانکہ دوستی اور چیز ہے اور مریدی و خلافت اور چیز۔ اگر آپ دیکھیں تو آپ کو صاف دکھائی دے گا کہ شیخ الکبیر فرید الدین گنج شکرؒ، شیخ الشیوخ شہبا الدین عمر سہروردیؒ کے ساتھ حد درجہ عقیدت رکھتے تھے اور ان کی کتاب کو بطور درس پڑھایا بھی کرتے تھے مگر اس میں مریدی والی تو کوئی بات نہ تھی۔

marfat.com

فریدی صاب نے مولانا حامد بن فضل اللہ جمالی صاحب کی کتاب سیر العارفین کے حوالہ جات اپنی کتاب مذکورہ میں جا بجا دیئے ہیں مگر شائد جمالی صاحب کے قلندری سلسلہ کے مضامین آپ کی نظروں سے نہیں گزرے جن میں ان کے متعلق سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ جمالی صاحب نے قلندری سلسلہ کے پہلے یا دوسرے قلندر حضرت سید جمال مجردؒ کے بارے میں خاصی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ایک جگہ انہوں نے آپ کے ایک مرید سید عبدالقدوسؒ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ''وہ موصل کے رہنے والے تھے وہ حضور ﷺ کے روضہ اقدس اور حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے بعد مصر پہنچے اور وہاں سے دمیات کے علاقہ میں آئے۔

آپ نے حضرت جمال مجرد کے مقبرہ پر بابا احمد امد بوسی سے قلندروں کا لباس حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت غوث بہاؤالدین زکریاؒ سے ملاقات کی اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔ حضرت زکریا نے انہیں اپنے خرقہ خاص سے نوازا اور چند روز تک اپنی صحبت میں رکھا۔ سید جمال مجرد کے متعلق انہیں بتایا کہ ''سید جمال مجرد نے اپنی داڑھی مونچھ اور بھویں اپنے اختیار سے صاف نہیں کرائی تھیں بلکہ وہ از خود گر گئیں تھیں۔''

حالانکہ سید عبدالقدوس کو حضرت غوثؒ نے خرقہ خاص بھی عطا فرمایا مگر ان کو مرید تو نہیں کیا۔ میں یہی عرض کر رہا تھا کہ حصول فیض اور بات ہے بعیت مرشد اور بات ہے۔ یہ ساری باتیں تحریر کرنے کا میرا واحد مقصد یہ ہے کہ ہمیں نہیں چاہیے کہ بزرگوں کے متعلق اس طرح کا طرز عمل اختیار کریں کیونکہ یہ تمام بزرگ بڑی عالیشان ہستیاں تھے جنہوں نے محض اللہ کیلئے سب کچھ چھوڑ رکھا تھا۔

پس قبلہ نور احمد فریدی صاحب سے دست بستہ معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے جو اپنی کتاب مذکورہ کے صفحہ نمبر 154 پر آخری دو سطروں میں قلندر پاک کے متعلق لہجہ اختیار کیا ہے وہ قلندر پاک جیسے عالی شان بزرگ کے قطعاً شایان شان نہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

marfat.com

''اے عثمان! آگے بڑھ اور اپنا سر اس کے قدموں میں ڈال دے۔

یہ کہہ کر آگے بڑھا اور سرِ نیاز قدموں میں رکھ کر بولا۔''

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت لعل شہباز قلندر جیسی ہستی کے بارے میں موصوف کا لہجہ کیا ہے۔ کیا کسی بزرگ کو اس طرح یاد کیا جاتا ہے کہ ''آگے بڑھ اور قدموں میں سر رکھ کر بولا۔'' ادب تو پہلی سیڑھی ہے اگر کوئی بندہ ادب کے تقاضے ہی پورے نہ کرے تو پھر اس کو کیا کہا جائے گا۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

حضرت لعل شہباز قلندر کے وصال کے بارے میں بھی متعدد آرا ہیں۔ بعض مورخین نے آپ کا سال وصال 650ھ بمطابق 1252ء اور بعض نے 621ھ بمطابق 1251ء اور بعض نے 673ء تحریر کیا ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ آپ کا مقبرہ 757ھ بمطابق 1356ء میں فیروز شاہ تغلق کی طرف سے سیوھن کے گورنر ملک اختیار الدین نے تعمیر کروایا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

حضرت سید جلال سُرخ بخاریؒ

مشہور ومعروف چہار درویشوں میں حضرت سید جلال سرخ بخاریؒ کا نام ایک معتبر ہستی کے طور پر لیا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 595ھ بمطابق 1198ء میں بخارا میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید علی ابوالموید بن جعفر تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے:

''جلال الدین حسین بن علی بن جعفر محمد بن محمود بن احمد بن عبداللہ بن علی بن جعفر بن عالی بن محمد بن امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق۔''

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی کے زیرسایہ حاصل کی اور پھر 635ھ بمطابق 1137ء میں اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ ملتان آگئے۔ یہاں آپ نے غوث بہاؤالدین زکریاؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔ آپ نے بھکر سندھ میں دوسری شادی سید بدرالدین بھکری کی صاحبزادی کے ساتھ کی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی دوسری بہن سے آپ نے نکاح کیا۔ جو بیٹے آپ کے ساتھ یہاں آئے تھے وہ دونوں واپس بخارا چلے گئے اور پھر لوٹ کر کبھی نہیں آئے۔

آپ کے مشہور القابات میں میر سرخ' شریف اللہ' ابوالبرکات' ابواحمد' میر بزرگ' مخدوم اعظم' جلال اکبر اور عظیم اللہ شامل ہیں۔ آپ علوم ظاہری کے ماہر اور ولی کامل کے علاوہ مشہور سیاح بھی تھے۔

marfat.com

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید جلال بخاری اور حضرت لعل شہباز قلندر کی ملاقات دوران سفر حج ہوئی تھی اور پھر یہ دونوں بزرگ ہستیاں کئی برس تک مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں مقیم رہیں اور شدید ترین ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔ مقامات مقدسہ سے آپ دونوں بخارا تشریف لے آئے مگر یہاں ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ دونوں بخارا میں تشریف لائے تو سرحد کے ایک محافظ دستے نے آپ دونوں کو روک لیا اور دریافت کیا کہ دو آپ کون لوگ ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔"

حضرت جلال الدین بخاری نے ارشاد فرمایا کہ "ہم سید ہیں اور بخارا کے علماء کی صحبتوں سے فیض یاب ہونے کے لئے آئے ہیں۔" سپاہی آپ دونوں کو بخارا کے حاکم کے دربار میں لے گیا۔ وہاں حاکم نے آپ سے سوال کیا کہ "تم دونوں کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم لوگ سید ہو؟" جس کے جواب میں حضرت جلال بخاری نے فرمایا کہ "ہمارا اقرار ہی ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔"

"تمہیں یہ معلوم ہی ہوگا کہ بہت سے لوگ آلِ رسول ہونے کے دعویدار ہیں مگر درحقیقت اس زمین پر سید زادے بہت کم ہیں۔"

حاکم بخارا نے تیزی کے ساتھ کہا' "کسی شخص کے زبانی دعویٰ کو تو اس کے سید ہونے کی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا۔"

حضرت جلال بخاری نے یہ سن کر فرمایا کہ "پھر بھلا آپ کو کس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے؟" مگر اس دوران حضرت لال شہبازؒ خاموشی سے سب کچھ دیکھتے اور سنتے رہے۔ حضرت جلال الدین بخاری کو مخاطب کر کے حاکمِ بخارا نے کہا کہ "روایت ہے کہ سید کو آگ نہیں جلاتی' اگر تم لوگ آگ کے بھڑکتے ہوئے الاؤ سے سلامتی کے ساتھ گزر جاؤ تو میں اس بات کو تسلیم کر لوں گا کہ تم دونوں سید زادے ہو۔"

حضرت جلال سرخ بخاریؒ نے فرمایا کہ آپ آگ جلائیں ہم تیار ہیں۔ چنانچہ آگ روشن کی گئی اور آپ اس میں سے خیر و عافیت کے ساتھ گزر گئے۔ جس کے بعد حاکم بخارا نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔

marfat.com

اہل سادات کو پرکھنے کا یہ عجیب وغریب طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ آگ کا کام قدرتی طور پر جلانا ہے اگر کسی کو آگ نہیں جلاتی تو یہ اللہ تعالیٰ کا کرم وفضل اور اگر کسی سید کو آگ نقصان پہنچا دے تو کیا وہ سید ہی نہیں ہوگا۔ یہ واقعہ حاکمِ بخارا کی بد دماغی اور غرور کی علامت ہے مگر جب اس نے شکست مان لی تو پھر آپ کا اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کر دیا۔

جناب خان آصف صاحب اپنی کتاب ''اللہ کے ولی'' کے صفحہ نمبر 365 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''حاکمِ بخارا کی بیٹی سے شادی کے بعد حضرت سید جلال الدین بخاریؒ اور حضرت لال شہباز قلندرؒ کچھ دنوں تک اسی تاریخی شہر میں سکونت پذیر رہے اور مختلف صاحبانِ معرفت سے کسبِ فیض کرتے رہے۔ ایک روز حضرت جلال الدین سرخ بخاریؒ ہر جذب کی کیفیت طاری تھی آپ نے اسی حالت میں حضرت لال شہبازؒ قلندر کو مخاطب کر کے کہا:

''سید! میں نے آسمانِ معرفت پر ایک شہباز کو اڑتے ہوئے دیکھا
ہے اور وہ شہباز تم ہو۔''

الغرض چند ماہ بعد حضرت لال شہبازؒ قلندر نے حضرت جلال الدین سرخ بخاریؒ سے اجازت چاہی اور بخارا سے رخصت ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجیہ کی زیارت کے لیے نجف اشرف حاضر ہوئے۔

حضرت غوث بہاء الدین زکریاؒ، حضرت شیخ الکبیر فرید الدین مسعود گنج شکرؒ حضرت سید عثمان مروندی شہباز قلندرؒ اور حضرت سید جلال سرخ بخاریؒ نے اکٹھے کئی مرتبہ تبلیغی سفر کیے اور دور دراز کے علاقوں میں اسلام کی شمع روشن کی۔ ان بزرگوں کی شبانہ روز کوششوں سے اسلام خوب پھیلا اور ہزاروں لوگوں نے راہِ ہدایت پائی۔

آپ کا قیام چونکہ اوچ شریف میں تھا' اس لیے آپ اکثر ملتان آیا کرتے تھے مگر آپ کا ملتان میں آنا محض مرشدِ پاک کے قدموں میں حاضری دینا ہی ہوتا تھا۔ جب غوث بہاء الدین زکریاؒ وصال فرما گئے تو آپ ان کے بیٹے حضرت شاہ صدر الدین کے پاس بھی آتے رہے۔

marfat.com

اوچ کے اردگرد آپ نے بہت زیادہ تبلیغی کام کیا کیا تھا جس کی وجہ سے وہاں کے اکثر لوگ آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اوچ کے اردگرد مقیم چدھڑ اقوام، ڈہر اور سیال قبائل نے آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ہی ''جھنگ'' شہر کی بنیاد رکھی تھی۔

اسی علاقہ کا ایک راجہ بھی آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کر چکا تھا اور آپ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ اس کی اولاد ٹھٹھ (سندھ) گھلوان، روہاڑو، جھنڈ میانی، بیٹو واہی، چونالہ، خانوادہ، ملک پور، سیراۃ کرم علی والا اور سعد اللہ پور (ضلع ملتان) کے موضعات میں پھیلی۔ آپ نے 9 جمادی الثانی 690ھ میں وصال پایا۔

حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمتہ اللہ علیہ وہ پہلے بزرگ ہیں جو برائے تبلیغ اوچ شریف آئے تھے۔ اگر آپ کے مرشدِ کامل حضرت غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ تھے تو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور مخدوم راجن قتال جیسی ہستیاں آپ کے پوتوں میں شامل ہیں۔ آپ کے دونوں پوتوں میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

حضرت صدرالدینِ عارفؒ

''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' کے صفحہ نمبر 3841 پر درج ہے کہ شیخ الاسلام حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانیؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ سنہ ۶۲۱ھ (۱۲۲۴ء) میں ملتان میں تولد ہوئے۔ ظاہری اور باطنی تعلیم کی تکمیل اور تربیت آپ نے اپنے والد بزرگوار سے کی۔ جمالی دہلوی نے اپنی کتاب سیرالعارفین میں لکھا ہے کہ آپ کو عارف اس لئے کہتے تھے کہ جب کلام اللہ پڑھتے تھے تو اس پر بہت غور وفکر فرماتے تھے اور جس وقت بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو ان پر دوسرے معانی و مطالب ظاہر ہوتے۔ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد جب آپ سجادہ نشین ہوئے تو دنیوی سامان میں سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔

سیرالعارفین میں مذکورہ ہے کہ حضرت غوث بہاؤالحق زکریا کی وفات کے بعد جو اسباب و نقد متروکہ تھا وہ ان کے فرزندوں میں تقسیم ہوا۔ حضرت صدرالدین عارف کو دوسرے، اسباب اور سامان کے علاوہ سات لاکھ تنکے ورثہ میں ملے۔ انہوں نے اسی دن تمام سامان درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک درہم یا دینار بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ ان درویشوں میں سے ایک درویش نے ان سے عرض کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار کے خزانہ میں اتنا سامان اور نقد تھا' لیکن وہ آہستہ آہستہ خرچ کرتے تھے۔ آپ نے کیوں یکبارگی ختم کر دیا اور ترک و تجرید کو اختیار کیا۔ حضرت شیخ صدرالدین نے جواب دیا کہ میرے والد ہمیشہ دنیا پر غالب رہے اور اس کو مغلوب کر کے خرچ کرتے تھے۔ میں اگرچہ دنیا پر بیشتر غالب ہی ہوں۔ لیکن کبھی میں اس کو مساوی بھی پاتا ہوں۔ یعنی مجبوراً اس مردم آزار شے کو اپنے سے دور کر دیا اور اس کو دور کر کے اپنے دل کو مطمئن کر دیا۔

marfat.com

فیاضی اور جود وسخا کے باوجود ان کے یہاں دولت کی فراوانی رہتی تھی اور آپ کے یہاں علماء وفقراء کی بڑی تعداد موجود رہتی تھی۔ آپ کا دسترخوان کشادہ تھا اور ہرایک کو پرتکلف طعام کھلائے جاتے تھے۔ آپ روز درس بھی دیا کرتے تھے اور روحانی تربیت بھی فرماتے تھے۔ آپ کے خوارق وکرامات کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں۔ آپ کی صحبت اور تربیت سے بہت سے بزرگان دین اولیائے کرام اور اہل دل اور اہل کمال پیدا ہوئے' جو اسلامی دنیا کے مختلف مقامات میں پھیل گئے اور مخلوق خدا کو ظاہری اور باطنی اخلاق کو آراستہ کرنے میں مشغول رہے۔ ان کا ذکر بعد میں آئے گا۔

حضرت صدرالدین عارف کا وصال ۳ ۔ ذوالحج کوظہر وعصر کے درمیان ہوا' آپ کے سال وصال میں اختلاف ہے۔ تاریخ فرشتہ میں سنہ وفات ۷۷۶ھ آیا ہے۔ سفینۃ الاولیا' مراۃ الاسرار اور خزینۃ الاصفیا کے مطابق ۶۸۴ھ ہے۔ مولانا نور احمد خان فریدی نے لکھا ہے کہ جامع السلاسل کے مولف نے ''صدر الدین عارف'' کے مادہ سے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے جو ۷۰۹ھ ہے۔ (۱) آپ کا مزار مبارک ملتان میں آپ کے والد بزرگوار حضرت غوث العالمؒ کے پہلو میں ہے۔

تعلیمات:

آپ نے ایک علمی یادگار ''کنوزالفوائد'' بھی چھوڑی ہے' جو ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ یہ ملفوظات آپ کے ایک مرید خواجہ ضیاء الدین نے مرتب کیے۔ اخبار الاخیار میں اس کے طویل اقتباسات ملتے ہیں۔ ان میں سے بعض ملفوظات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

حدیث قدسی میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' لا الہ الا اللہ حصنی فمن دخلہ امن عذابی' یعنی اللہ تعالیٰ سے ارشاد ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ میرا حصن (قلعہ) ہے' جوکوئی اس میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا۔ اس قلعہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قلعہ کی تین قسمیں ہیں۔ ظاہر' باطن اور حقیقت۔ ظاہر یہ ہے کہ خدا کا خوف اور نفع کی امید کے سوائے خدا کے لئے سب کچھ ترک کر دے۔ اگر تمام عالم اس کا دشمن ہوجائے یا دوست بن جائے تو خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس کو کوئی نفع وضرر اور خیر وشر

marfat.com

نہیں پہنچ سکتا۔ باطن یہ ہے کہ تحقیق جان لے کہ جو کچھ موت سے پہلے اس سرائے فانی میں پیش آتا ہے۔ ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے اور اس پر قدم عدم چل چکا ہے۔ یعنی دنیا کی کسی چیز کو ثبات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دل میں نہ بہشت کی آرزو ہو اور نہ دوزخ کا خوف' یعنی صرف اللہ ہی اللہ ہو۔ دل میں جب یہ سچائی راسخ ہو جائے گی تو بہشت خود بخود پیچھے چلی آتی ہے اور دوزخ دور بھاگ جاتی ہے۔

ایک مرتبہ مریدوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی پہلی شرط یہ ہے کہ جس پر ایمان لائے' اس پر ایمان لاکر بندہ ثابت قدم رہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک بے شک و شبہ دل سے معتقد نہ ہو۔ رضا و رغبت اور محبت و معرفت کے ساتھ دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا اور اپنی صفات میں یگانہ ہے۔ وہ ہمیشہ صفات کمال سے موصوف ہے' تمام اسماء و صفات و افعال کے ساتھ قدیم ہے۔ اوہام و افہام کے ادراک سے بالاتر ہے' حدوث و عوارض و اجسام کے علامتوں سے پاک ہے۔ تمام عالم اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس کی ذات و صفات میں چون و چرا کرنا درست نہیں۔ نہ وہ کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے۔ تمام پیغمبر اسی کے بھیجے ہوئے ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ تمام پیغمبروں میں افضل ہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے صحیح اور درست ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں' خواہ یہ باتیں عقل میں آئیں یا نہ آئیں۔ اگر نہ آئیں تو بھی ان کو تسلیم کرنا چاہیے تاکہ اعتقاد درست رہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خدا کے حکم کو جانا اور چاہا اور اس کی کیفیت معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حکم کے تاویل آیات اور احادیث کے مطابق ہو تو تاویل کرنا جائز ہے۔ ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر بندہ نیک کام کرے تو اس کو دل میں خوشی محسوس ہو اگر برائی سرزد ہو تو اس کو بُرا محسوس ہو۔ بندہ کے ایمان کی علامت یہ ہے کہ علم کے بجائے ذوق و حال کی بناء پر اللہ اور رسول ﷺ کو محبوب رکھے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

حضرت صدرالدین عارفؒ کے خلفاء

شیخ جمال الدین خنداں رو:

نامور عالمؒ محدث اور اہل دل بزرگ تھے۔ مشہور صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے والد بزرگوار حضرت شیخ رضی الدین عثمان صاحب کمال بزرگ تھے اور ''اوچ'' کے رہنے والے تھے۔ اوچ میں حضرت جمال خنداں رو کے جدامجد حاجی رجب غزنی غالباً شہاب الدین غوری کی معیت میں آئے اور سکونت پذیر ہوئے۔ وہ سید احمد کبیر رفاعی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کا انتقال پٹن (نہروالہ۔ گجرات) میں ہوا۔

حضرت جمال اوچ میں اپنے مدرسہ میں درس دیتے تھے۔ طریقت میں حضرت صدرالدین عارفؒ کے مرید تھے۔ آپ نے سنہ ۷۲۵ھ (۱۳۲۵ء) میں وفات پائی۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے آپ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی علمی شہرت نہ صرف برصغیر پاک و ہند تک محدود تھی، بلکہ آپ باہر کی دنیائے اسلام میں بھی مشہور و معروف تھے۔ آپ اتباع سنت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتے تھے۔ غیاث الدین تغلق آپ کا مرید تھا۔ آپ کے دوسرے مرید شیخ فہیم الدین سے ''جمالی سلسلہ'' چلا۔ آپ کو شیخ رضی الدین گنج، علم نامی فرزند اللہ کریم نے عطا فرمایا جو بڑے پائے کے بزرگ ہو گزرے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد انہوں نے مدرسہ کا نظام سنبھالا۔ بڑی عمر پا کر سنہ ۷۷۰ھ (۱۳۶۸ء) میں فوت ہوئے۔

marfat.com

شاہ جمال لاہوری:

آپ کا سلسلہ طریقت حضرت جمال خنداں رو کے خلیفہ شیخ فہیم الدین سے ملتا ہے۔ شجرہ طریقت اس طرح ہے:

''شاہ جمال لاہوری' مرید شیخ ککڑا بیگ کے اور وہ مرید شاہ شرف کے' وہ مرید شاہ معروف کے' وہ مرید جعفر الدین کے' وہ مرید فہیم الدین کے' وہ مرید شیخ جمال کے۔''

حضرت شاہ جمال حسینی سید تھے اور لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ آپ کی خانقاہ لاہور میں تھی اور وہیں ۱۴ ربیع الاول ۱۰۵۰ھ (۱۶۴۶ء) میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار ''اچھرہ'' سے متصل ہے جس کو شاہ جمال کا دمدمہ کہتے ہیں۔

مولانا کمال کاشمیریؒ آپ کے بھائی تھے' جو بہت بڑے عالم ہوگزرے ہیں' جن سے حضرت مجدد الف ثانیؒ' مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور نواب سعداللہ خان (وزیراعظم شاہجہان) چنیوٹی نے تعلیم حاصل کی۔ شاہ کمال کا مقبرہ اچھرہ کے قریب بستی ''راواں'' میں واقع ہے۔

حضرت شاہ جمالؒ بڑے فیاض بزرگ تھے۔ کئی لوگ روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس آتے تھے۔ ہندوؤں کی بھی آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ آپ کے ایک ہندو معتقد ''دردمل'' کا ایک لڑکا آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر آپ کے فیض صحبت سے درجہ کمال کو پہنچا۔ آپ کے خلفاء میں شیخ حسن کنجداگر (وفات ۱۰۱۲ھ۔۱۶۰۳ء) کا نام ملتا ہے' جن کا مزار لاہور میں ہے۔

مولانا علاؤ الدین خجندی:

خجند کے باشندے تھے۔ عالم' فاضل اور اہل دل بزرگ تھے۔ حضرت صدرالدین عارفؒ کے مرید تھے اور تقریباً چودہ سال ان کی خدمت میں رہے اور مقام قرب پر فائز ہوئے۔ حضرت عارفؒ آپ کو محبوب اللہ کہتے تھے۔

marfat.com

شیخ حسام الدین ملتانیؒ:

معروف بہ جمال ملتانی۔ حضرت صدر الدین عارفؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سنہ ۶۸۷ھ (۱۲۸۸ء) میں فوت ہوئے۔ بداؤں میں موفون ہیں۔

شیخ احمد معشوق الٰہی:

قندھار کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کی قندھار میں سوداگری کی دکان تھی۔ جب جوان ہوئے تو والد نے کہا کہ رقم لے لو اور کسی شہر میں جا کر علیٰحدہ دوکان کھولو۔ چنانچہ یہ قندھار سے نکل کر ملتان آئے اور تجارت کی دوکان کھولی۔ ایک روز وہاں سے حضرت صدرالدین عارفؒ کا گزر ہوا اور آپ کی نظر شیخ احمد پر پڑی۔ خانقاہ میں پہنچنے کے بعد شیخ احمد کو اپنے پاس بلایا اور اپنا پس ماندہ شربت اس کو پلایا۔ شربت پیتے ہی اس کی طبیعت بدل گئی اور صدق دل سے مرید ہوا۔ دوکان کو ختم کر کے رقم فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دی۔ سات برس تک حضرت صدر الدین عارفؒ کی صحبت اور خدمت میں رہے۔ حضرت نے آپ کو معشوق الٰہی کے خطاب سے نوازا۔ جذب و کیف کی حالت میں رہتے تھے۔ سنہ ۷۲۳ھ (۱۳۲۲ء) میں فوت ہوئے اور ملتان میں موفون ہوئے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

حضرت رکن الدین عالمؒ

حضرت رکن الدین عالمؒ عظیم المرتبت پیر طریقت تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور کشف و کرامات میں مشہور و معروف تھے۔ حضرت صدرالدین عارفؒ کے فرزند اور حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ کے پوتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی راستی تھا' جو زہد و تقویٰ کی وجہ سے اپنے وقت کی رابعہ بصری کہلاتی تھیں۔ انہوں نے اپنے خسر حضرت غوث بہاؤ الدین زکریاؒ سے روحانی و باطنی تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ قرآن حکیم کی تلاوت سے انہیں خاص شغف تھا اور روزانہ کلام مجید ختم کرتی تھیں۔

حضرت شاہ رکن عالمؒ ۹ رمضان المبارک ۶۴۹ھ (۱۲۵۱ء) کو جمعہ کے روز تولد ہوئے۔ بچپن میں آپ ''شاہ جلولہ'' کے نام سے موسوم تھے۔ ظاہری تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور آپ کی روحانی تربیت اور پرورش حضرت غوثؒ کی نگرانی میں ہوئی۔ والد اور دادا دونوں آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے اور حضرت رکن عالمؒ دونوں کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ نہ ان کی آنکھوں سے آنکھیں ملاتے تھے اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولتے تھے۔

بچپن میں ان کے اس ادب سے متاثر ہوکر حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی نے آپ کو ''رکن الدین عالم'' کا لقب عطا فرمایا۔ بعد میں ''رکن عالم'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان بزرگوار کی تربیت اور صحبت کا نتیجہ تھا کہ آپ بہت سی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ علم' حلم' تواضع' شفقت' موافقت' مروت' بشاشت' عفو' حیا' وقار' حسن ظن اور تسخیر نفس جملہ صفاتان

marfat.com

میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ نے ریاضت' مجاہدہ' مکاشفہ اور محاسبہ سے بہت سے روحانی مدارج طے کر لئے تھے۔ اس لئے آپ کو بہت سے القاب سے یاد کیا جاتا تھا' مثلاً منبع جود نامتناہی' ادریس خلوت وحدت' برجیس برج معرفت' گوہر معدن' زبدۃ المشائخ' مفتاح فضل حق الیقین۔ آپ کے مرید خاص اور خلیفہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے اپنی ملفوظات میں فرمایا ہے کہ حضرت رکن عالم اپنے روحانی کمال کو پہنچنے کے عبد بھی تہجد کے وقت سے دوپہر تک ریاضت اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

صاحب انوار غوثیہ نے لکھا ہے کہ آپ سات برس کی عمر میں صوم وصلوٰۃ کے باقاعدہ پابند تھے اور ہمیشہ باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ فرضی نمازوں کے علاوہ تہجد' اشراق اور دوسری عبادات بھی روزانہ پابندی سے ادا کرتے تھے۔ رمضان المبارک کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی روزے رکھا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ اکثر وقت ذکر خفی وجلی و مراقبہ ومحاسبہ میں گزارتے تھے۔ دس برس کی عمر میں کشف قلوب' کشف قبور و طے ارض و طے لسان میں فائق ہوئے۔ پچیس برس کی عمر سے کمالات صوری و معنوی سے آراستہ تھے۔ مجلس میں جس کے دل میں کوئی بات آتی تھی تو آپ کو اس کا کشف ہو جاتا تھا اور اس کی دل جوئی کرتے تھے۔

چھتیس سال کی عمر میں مسند نشین ہوئے۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر فیض یاب ہوتے رہے۔ جو آدمی بھی آپ کے پاس آتا اور اس کا جو مدعا ہوتا اس کو پورا کرتے۔ چنانچہ مخلوق خدا آپ کو قبلہ حاجات کہا کرتی تھی۔ آپ مشائخ سے بھی ملتے تھے اور سلاطین سے بھی۔ سلاطین اور حکومت کے کارندے آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ سلطان علاؤ الدین خلجی کے زمانے میں ایک مرتبہ دہلی تشریف لائے۔ تو سلطان نے دہلی سے باہر آ کر آپ کا استقبال کیا اور بڑی عزت واحترام کے ساتھ دہلی لائے دو لاکھ ٹنکے نذرانہ پیش کئے۔ جب رخصت ہوئے تو پانچ لاکھ ٹنکے نذر کئے۔ آپ نے دہلی سے واپس جاتے وقت تمام رقم فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دی۔ سلطان وقت کے عزت اور احترام کے باوجود فرماتے تھے کہ میں حضرت نظام الدین اولیاء کی وجہ سے دہلی آتا ہوں۔

marfat.com

حضرت نظام الدین اولیاء سے آپ کو بڑی محبت اور دلی لگاؤ تھا۔ دہلی آنے کے بعد اور سلطان کے مہمان ہونے کے باوجود اکثر وقت حضرت نظام الدین اولیاء کی صحبت میں بسر کرتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کا بہت احترام کرتے تھے۔ غائبانہ طور پر بھی ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ محبت کا اظہار اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے: حضرت رکن عالم نے اپنے محبوب خلیفہ شیخ وجیہہ الدین عثمان سیاح سنامی کو محبوب الٰہی کی قربت کی خاطر دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا۔

حضرت رکن عالم سلاطین وقت سے تعلقات رکھتے تھے۔ اس لئے کہ ان تعلقات کی وجہ سے خلق خدا کی مشکلات دور کی جا سکے اور ان کو شرعی احکام کی پابندی کرنے کی ترغیب دی جا سکے۔ آپ کا دستور تھا کہ جب سلطان قطب الدین کے پاس تشریف لے جاتے تو راستہ میں اپنی سواری رکواتے تا کہ لوگ اپنی درخواستیں سلطان سے منور کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کریں۔ بعض لوگوں کی ضرورتیں خود زبانی بھی سنتے۔ شاہی محل میں دو دروازوں تک تخت رواں پر سوار رہتے۔ تیسرے دروازے پر سلطان آپ کی عزت اور احترام کرنے کے لئے استقبال کے لئے موجود ہوتا۔ سلطان آپ کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ دربار میں لے جا کر بٹھاتا اور خود ادب سے دو زانوں ہوکر سامنے بیٹھ جاتا اور حضرت کے آنے کو بڑی بات سمجھتا۔ حضرت اپنے خادم کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کی تمام عرضیات لائے اور سلطان کے سامنے رکھ دے۔ سلطان تمام عرضیوں کو پڑھتا اور اس کی پشت پر اسی وقت حکم لکھتا اور مہر لگا دیتا۔ حضرت رکن عالم اس وقت تک واپس نہ ہوتے جب تک کہ مخلوق خدا کے تمام معاملات حل نہ ہو جاتے۔ واپسی کے وقت تمام درخواستیں اپنے ساتھ لاتے اور راستہ میں لوگ آ کر آپ سے لے جاتے۔

غیاث الدین تغلق سے بھی آپ کے تعلقات خوشگوار رہے۔ غیاث الدین کے بعد محمد تغلق تخت پر بیٹھے۔ ان سے بھی حضرت شاہ رکن عالمؒ کے تعلقات قائم رہے اور اس کے یہاں آ کر مہمان رہے۔ یہ زمانہ حضرت محبوب الٰہی کے مرض الموت کا تھا۔ حضرت شیخ آپ کی عیادت کو آئے۔ حضرت محبوب الٰہی اس وقت عالم تحیر میں تھے۔ لیکن اس کے

marfat.com

باوجود حضرت شاہ رکن عالمؒ کی تعظیم کے لئے چارپائی سے اترنا چاہا لیکن ضعف کی وجہ سے اتر نہ سکے اور حضرت رکن عالم کو چارپائی پر بیٹھنے کو کہا۔ حضرت شیخ تعظیم کی وجہ سے چارپائی پر نہیں بیٹھے۔ اس لئے آپ کے بیٹھنے کے لئے کرسی لائی گئی۔ اس ملاقات کے بعد حضرت محبوب الٰہیؒ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ نماز جنازہ حضرت شاہ رکن عالمؒ نے پڑھائی اور اس سعادت پر ہمیشہ فخر کرتے رہے۔

دس سال بعد حضرت رکن عالمؒ نے بھی وفات کی۔ روایت ہے کہ وفات سے تین ماہ قبل مخلوق کی طرف سے گوشہ نشینی اختیار کی اور نماز کے علاوہ اپنے حجرے سے باہر نہیں آتے تھے۔ ۱۶ رجب المرجب ۷۳۵ ہجری (۱۳۳۵ء) مغرب کے نماز کے وقت مقرر امام کو اندر بلایا اور فرض نماز ادا کی۔ نماز اوابین کے بعد سجدے میں سر رکھا اور محبوب حقیقی سے جا ملے۔ ملتان میں آپ کا مقبرہ فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے۔

آپ کا کوئی صلبی فرزند نہ تھا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھائی شیخ اسماعیل کے فرزند شیخ صدرالدین محمد آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔

تعلیمات:

صاحب اخبار الاخیار نے مجمع الاخبار سے آپ کی تعلیمات میں سے چند باتیں نقل کی ہیں۔ لکھا ہے کہ آپ نے بعض مریدں کو مکتوبات لکھے تھے' جن میں آپ کے ملفوظات بھی ملتے ہیں۔ ایک مرید کو کہتے ہیں:

> ''عزیز کو معلوم ہو کہ آدمی دو چیزوں سے عبارت ہے صورت اور صفت۔ حکم صرف صفت پر ہے نہ کہ صورت پر۔ ان اللّٰہ لا ینظر الی صورکم اواعمالکم ولا کن ینطر الی قلوبکم (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں یا اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے) لیکن حکم صفت کی تحقیق صرف دار آخرت میں ظہور پذیر ہوگی۔ کیونکہ وہاں اشیاء کے حقائق ظاہر ہوتے ہیں اور یہ شکل وصورت نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ وہاں ہر شخص کو اس صورت میں جمع کرتے ہیں جو اس کی صفت کے موافق ہو۔''

marfat.com

تزکیہ نفس اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک بندہ حضرت عزت کی بارگاہ میں التجا و استعانت نہ کرے۔ **وما ابری النفسی لا ماز بالسوع الامن رحم ربی لغفور رحیم.** (جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت دستگیری نہ کرے، تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا) **ولو لا فضل اللہ علیکم و رحمٰ ماز کی منکم احدابدا** اور فضل و رحمت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ بندہ کی چشم بینا میں اس کے عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں اور عظمت الٰہی کے انوار کے پرتو سے کہ جن کے سامنے تمام اسرار معدوم ہوجاتے ہیں۔ اس کا باطن منور ہوجاتا ہے یہاں تک کہ تمام دنیا اور اس کی شان و شوکت اس کی نظر میں خاک معلوم ہوتی ہے اور اہل دنیا کی اس کے دل میں کوئی قدر نہیں رہتی۔ جب تک اس کے باطن پر یہ کیفیت مستولی ہوجاتی ہے تو ناچار اس کو ارباب دنیا کے حیوانی اوصاف سے نفرت آتی ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ یہ اوصاف فرشتوں کے اوصاف میں تبدیل ہوجائیں۔ چنانچہ اس میں ظلم کی بجائے عفو اور غضب کے بجائے حلم، کبر کے بجائے تواضع، بخل کے بجائے سخاوت اور حرص کے بجائے ایثار کی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں مگر یہ معاملہ عقبیٰ کے طلب کرنے والوں کے لئے ہے۔ اہلیان حق کا کام اس سے بالاتر ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ خاص انہیں کے لئے ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے ہر شخص کی عقل کام نہیں آتی۔

عہدیست مرمرا کہ نگریم بجز تو دوست۔ شرطیست مرمرا کہ نخواہم بجز تو ہیچ۔

ایک مرید کو وصیت کرتے فرماتے ہیں کہ اعمال پر متابقت یہ ہے کہ اعضاء و جوارح کی شرعی مصنوعات و مکروہات سے قولاً و فعلاً باز رکھے۔ یعنی مجلس سے بھی پرہیز لازمی ہے۔ وہ چیز جو طالب کو حق سے برگشتہ کرکے دنیا کی طرف مائل کرتی ہے اس کے اوقات کو بیہودہ ضائع کرتی ہے۔ بطالوں کی صحت سے بھی احتراز ضروری ہے، جو شخص کہ طالب حق نہیں ہے، حقیقت میں وہ بطال ہے۔

حضرت زکریاؒ سے لے کر حضرت رکن عالمؒ اور اس سلسلہ کے دوسرے بزرگان دین اپنے پاس مال و دولت رکھتے تھے اور ضرورت مندوں کو وقت بوقت دیتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک روایت خیرالمجالس میں شیخ نصیرالدین محمودؒ سے منقول ہے کہ جب شیخ

marfat.com

الاسلام رکن عالمؒ ملتان سے دہلی آئے تو قلندر اور جوالقی درویش ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قلندروں نے شیخ سے شربت کی درخواست کی۔ شیخ نے ان کو کچھ دیا۔ پھر جوالقی نے شیخؒ صاحب کو خرچ دینے کو کہا۔ انہوں نے ان کو بھی کچھ دیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جو شخص قوم کا پیشوا ہو اس کے پاس تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے: اول اس کے پاس مال ہو تا کہ جو لوگ اس کو طلب کریں ان کو دے سکے۔ دوم ان کے پاس علم ہو تا کہ جب علماء کی صحبت میں بیٹھے تو ان کے ساتھ علم کی باتوں میں حصہ لے سکے۔ سوم حال کی ضرورت ہو تو درویشوں کے ساتھ حال میں شریک ہو۔

(از۔ پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں۔ ڈاکٹر عبد الحمید سندھی۔ ص 384 تا 393)

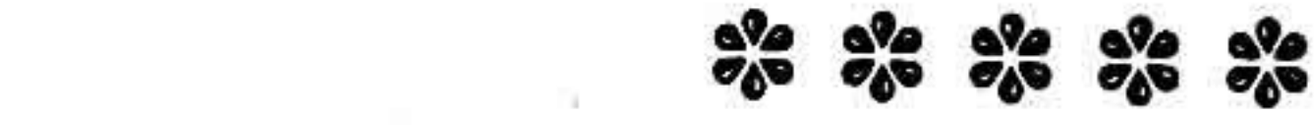

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

چند ہمعصر بزرگ

مخدوم عبدالرشید حقانیؒ

شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریاء رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کو تین سال گزرے تھے کہ اسی خانوادہ کے مطلع پر شریعت و طریقت کا ایک اور آفتاب طلوع ہوا۔ یعنی شیخ احمد غوثؒ کے مشکوئے معلیٰ میں حضرت مخدوم عبدالرشید تولد ہوئے۔ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مزید پانچ فرزندان ارجمند عطا کئے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔شیخ عبدالرحمانؒ، شیخ طاہرؒ ، شیخ سادھنؒ، شیخ موسیٰؒ (نواب) شیخ راولی دریاؒ اور ایک صاحب زادی رشیدہ خاتونؒ۔

ہجرت

مخدوم عبدالرشیدؒ حضرت شیخ الاسلامؒ غوث بہاء الدین کے چچا زاد بھائی تھے۔ اپنے چچا بزرگوار کے کے انتقال کے بعد آپ ہی گھر کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ آپ کی غیر حاضری میں کافی عرصہ تک کوٹ کہروڑ میں قیام پذیر رہے اور حضرت شیخ السلامؒ کی ہمشیرہ بی بی کمال خاتون سے نکاح کیا۔ جن کے بطن عفت سے شیخ ابوبکرؒ اور شیخ محمد تولد ہوئے اور ابھی شیخ السلام سفر میں ہی تھے کہ خصوصی حالات کی بناء پر آپ کوٹ کروڑ سے ملتان ہجرت کر آئے اور قلعہ قدیم میں اس مقام پر قیام فرمایا' جہاں اس وقت حضرت شیخ الاسلامؒ کا روضہ مبارک ہے۔ تھوڑے سے عرصہ میں حضرت مخدوم عبدالرشیدؒ کے علم ورشد اور فقرو ولایت کا چرچا ہر طرف پھیل گیا۔ اکناف عالم سے سعید روحیں کھنچ کھنچ کر یہاں جمع ہونے لگیں اور قال اللہ وقال الرسول سے ملتان کے درو دیوار گونج اٹھے۔

marfat.com

حضرت مخدوم عبدالرشید رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں حسب و جھل علماء و مشائخ کا اجتماع تھا۔ بحث و مناظرہ میں تین پہر گزر گئے۔ اجلاس برخاست ہونے پر آپ پر عالم غنودگی طاری ہوئی اور عالم رویا میں کیا آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت احمد غوثؒ تشریف لے آئے ہیں اور فرماتے ہیں:

''بیٹا! چوتھے دن تیرے چچا زاد بھائی حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا دین و دنیا کی سعادتوں سے مالا مال ہو کر ملتان میں داخل ہوں گے۔ تمہیں لازم ہے کہ اپنی ہمیشرہ کو ان کے نکاح میں دے دو اور خود حرمین شریفین کو روانہ ہو جاؤ۔''

مخدوم عبدالرشید عالم بیداری میں جب آئے تو برادر بزرگوار کے آنے کی بشارت سے شاداں ہوئے اور بڑی بے تابی سے حضرتِ غوث کا انتظار کرنے لگے۔

جب سفر کی کوفت دور ہوگئی تو مخدوم عبدالرشیدؒ نے والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق اپنی ہمیشیرہ رشیدہ خاتون کا نکاح حضرت شیخ السلامؒ سے کردیا اور غوث بہاء الدین سے مال و جائداد کی سالہا سال تک آپ نے بحیثیت امین نگہداشت فرمائی تھی۔ حضرت شیخ السلامؒ کے حوالے کی اور ارض پاک کو جانے کے لیے تیاری شروع کی۔ حضرت نے سینے پر پتھر کی سل رکھ کر بھائی کو الوداع کہی اور مخدوم عبدالرشیدؒ اپنے سات فداکاروں کے ہمراہ عازم دیار حرم ہوگئے۔

مخدوم عبدالرشیدؒ ارض مقدس کی طرف کئی سال گزار چکے تھے۔ حضرت شیخ السلام غوث بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ بار بار یاد کرتے تھے اور ان کے فراق میں آہ جگر دوز کھینچتے تھے۔ ان کے اہل و عیال پر تو ہر وقت افسردگی کا عالم طاری رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلامؒ اپنے احباب میں ان کا ذکر کر رہے تھے کہ حضرت مخدوم عبدالرشید درویشانہ لباس میں آتے دکھائی دیئے۔ حضرت شیخ الاسلام خوشی سے جھوم پڑے۔ آگے بڑھ کر برادرِ عزیز کو گلے سے لگایا اور پھر اپنی مسند پر بٹھا کر حال احوال دریافت کیا۔ تمام عزیز و اقارب جمع ہو گئے اور ملتان شہر فرط مسرت سے جھومنے لگا۔

marfat.com

مخدوم میں کی آمد کے چند روز کے بعد شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریاؒ نے بزرگوں کے وقت سے جو خزانہ محفوظ چلا آتا تھا' بھائی کے آگے رکھ دیا اور فرمایا ''یہ تمام خزانہ اور جاگیر جو آپ مجھے امانت دے گئے تھے' سنبھال لیں۔''

''میرے بھائی! میں تو اپنے شیخ کے حکم سے دنیا اور اس کی چیزوں کو چھوڑ چکا ہوں۔ مجھے ان چیزوں سے کیا سروکار! میں تو آبادی پر ویرانہ کو ترجیح دے چکا ہوں۔ کسی گوشہ عافیت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے کا آرزو مند ہوں۔ یہ تمام چیزیں اپنے پاس رکھیں اور حسب سابق استعمال کریں۔'' مخدوم نے کہا۔

شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریاؒ نے فرمایا ''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جو چیز آپ کی ہے' وہ آپ کو لینا ہی ہوگی۔ اس کے بعد آپ کی مرضی ہے۔ خواہ اپنے پاس رکھیں یا خدا کی راہ میں بانٹ دیں۔'' چنانچہ تمام خزانہ اور جاگیر آدھی آدھی بانٹ لیں۔

زرعی کچھ اس طرح پھیلی ہوئی تھی کہ اسے دو برابر حصوں میں تقسیم کیا سکتا تھا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ شرقی رقبہ مخدوم عبدالرشید کے حصے میں آیا اور غربی حضرت شیخ الاسلامؒ کو ملا۔ حضرت مخدوم صاحب نے اپنا تمام اثاثہ درویشوں اور مسکینوں میں بانٹنا شروع کیا۔ دور دور تک آپ کی فیاضی کی دھوم مچ گئی۔ اطراف و اکناف عالم سے مستحقین اور مساکین آپ کے در دولت پر جمع ہونے لگے۔ چند روز میں ہی سارے ترکہ کی کوڑی کوڑی محتاجوں مسکینوں میں تقسیم کر دی اور دریائے راوی کے شرقی جانب ایک جھونپڑا تیار کروا کر وہیں رہنے لگے۔ بیٹھی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ ہفتے میں ایک دفعہ بھائی کو ملنے راوی پار تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روز فرمایا:

''میرے بھائی! آپ ایک بڑے کنبہ کے مالک ہیں۔ اگر آپ کو اپنے لیے کوئی چیز درکار نہیں تو نہ سہی' لیکن یہ لوگ کہاں جائیں؟ مناسب ہے کہ ان کے لیے کسی موزوں مقام پر مکانات تیار کرایئے تاکہ یہ اطمینان سے اپنی زندگی بسر کرسکیں۔''

''یہاں سے دس کوس کے فاصلے پر ابوالفتح و تاج الدین مٹرل سے کچھ زمین خریدی ہے۔ وہیں بال بچوں اور متعلقین کے لیے رہائش بنانے کا ارادہ ہے' آپ فکر نہ کریں۔''

marfat.com

چنانچہ ایک روز حضرت مخدوم عبدالرشید اپنے اعزا وا قارب اور متوسلین کے ہمراہ اپنی خرید کردہ اراضی کی طرف روانہ ہوئے۔ شیخ الاسلامؒ نے مولانا عراقی اور مخدوم سید جلال کو ساتھ کر دیا تا کہ اسباب و قبائل کو پہنچانے میں مدد کریں۔

مخدوم عبدالرشید نے منزل مقصود کی طرف پہنچ کر رہائش کے لیے مکانات تعمیر کرائے اور اراضی اپنے متوسلین کو بحصہ برابر بانٹ دی تا کہ کاشت کر کے اپنی گزر اوقات کریں اور آپ خود ایک حجرہ میں اپنے ریاضت و عبادت میں مصروف ہو گئے۔

میر حسینی

سید نجم الدین رحمتہ اللہ علیہ ہرات کے بہت بڑے سوداگر تھے۔ آپ کا نام صدر الدین احمد اور میر حسینی کنیت تھی۔ ایک دفعہ تجارتی قافلہ کے ہمراہ ملتان تشریف لائے اور حضرت شیخ الاسلامؒ کا شرف نیاز حاصل کیا۔ اس وقت ان کا نوجوان فرزند میر حسینی بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اس نے بھی شیخ کی زیارت کی۔ مگر عمومی حیثیت سے۔ اور کچھ دن بعد یہ دونوں باپ بیٹے قافلے کے ہمراہ واپس ہرات چلے گئے۔

یہاں پہنچ کر میر حسینی نے شاہی فوج میں نوکری کر لی۔ ایک روز شکار کے لیے صحرا کو نکل گیا۔ ایک ہرن نظر آیا۔ یہ گھوڑا دوڑا کر اس کے قریب پہنچا۔ چاہتا تھا کہ تیر نکال کر اس کا شکار کرے کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر نہایت فصاحت سے بولا:

''اے سید! خدا تعالیٰ ترا از اہل بیت محمد ﷺ پیدا کر دو محض برائے کار اطاعت و عبادت خود آفرید نہ برائے شکار کہ کار بیکاران است۔ حالا تو ہمہ کارہائے خود را بیکار ساختی و بکار شکار من پرداختی۔''

یہ کہہ کر ہرن نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب میر حسینیؒ نے ہرن کی یہ تقریر سنی تو طلب حق کی فرونہ ہونے والی آتش اس کے سینہ میں بھڑک اٹھی۔ گھر میں آیا اور تمام اثاثہ خدا کی راہ میں لٹا دیا۔ ایک قافلہ ملتان کو جا رہا تھا۔ اس کے ہمراہ ہو لیا۔ چند دنوں کے بعد یہ قافلہ ملتان پہنچا اور کاروان سرائے شاہی میں جا کر قیام کیا۔

marfat.com

جب رات ہوئی شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ نے خواب دیکھا کہ حضرت رسول خداﷺ فرماتے ہیں:

''فرزند میر حسینیؒ در قافلہ است اورا از ایشاں بیروں آرو وبکار حق مشغول کن۔''

صبح سویرے حضرت شیخ الاسلامؒ خود بنفس نفیس کاروان سرائے میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے پکار کر فرمایا:

''میر حسینی درمیان شما کیست؟''

سب لوگوں نے میر حسینی کی طرف اشارہ کیا۔ آپ چند قدم اور آگے بڑھے۔ ادھر میر حسینی نے جلال وجمال کے ایک نورانی پیکر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ادب و احترام سے سرو قد کھڑا ہوگیا۔ حضور قریب پہنچے۔ وہ قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے بڑی دلسوزی سے اٹھا کر سینے سے لگایا اور پیار ومحبت سے اپنے ہمراہ خانقاہ میں لائے اور مرید کر کے اپنے ارادت مندوں میں جگہ دی۔ بقول مولانا جمالی آپ نے تین برس تک بڑی بڑی ریاضتیں کیں تب جا کر ولایت کے درجے پر فائز ہوئے۔

میر حسینی اپنے زمانے کے بہت بڑے شاعر اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ نثر میں نزہت الارواح اور طرب المجالس اور نظم میں زاد المسافرین اور کنزالرموز اپنے شیخ کی آغوش شفقت میں بیٹھ کر لکھیں۔ یہ مسودات حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں پیش ہوتے تھے۔ آپ غور سے ان کا مطالعہ فرماتے اور مصنف کی کاوش کو سراہتے۔ وہ سوالات جن کے جواب میں علامہ محمود شوستری رحمتہ اللہ علیہ نے گلشن راز تصنیف کی تھی' میر حسینی نے یہیں مرتب کیے تھے۔ (تذکرہ بہاء الدین زکریاؒ ملتانی۔ صفحہ نمبر 145)

مولانا فخر الدین عراقی

مولانا فخر الدین حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے خواہر زادہ تھے۔ ہمدان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں پڑھنے بیٹھے اور نو مہینے میں پورا کلام پاک حفظ کر لیا۔ ہمدان کے لوگ ان کی خوش گلوی پر فریفتہ تھے۔ اس کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل میں مصروف ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں معقولات ومنقولات پڑھ کر آپ فارغ ہوگئے۔ (خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص 32)

marfat.com

صاحب خزینۃ الاصفیاء کی تحقیق کے مطابق آپ ہمدان میں مدرس مقرر ہوئے۔ آپ کی قابلیت اور تبحر علمی کا بڑا شہرہ تھا۔ دور دور سے طالبان علم و ادب آپ سے استفادہ کرنے کے لیے ہمدان آ رہے تھے۔ اہل بلدیہ اور شیخ المکتب کو آپ کی ذات پر ناز تھا۔ عالم فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بہت بڑے شاعر بھی تھے اور یہ چیز اکتسابی نہیں وھبی تھی۔ زبان میں کافی سوز و گداز تھا۔ مشاعروں میں جب آپ اپنا کلام سنانے کھڑے ہوتے تو ہر طرف سے تحسین و آفرین کے دونگرے برسنے لگتے تھے۔ الغرض آپ قابل رشک زندگی بسر کر رہے تھے کہ یکا یک ایک ایسا سانحہ درپیش آیا' جس نے آپ کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ (نفحات الانس ص413' خزینہ الاصفیا جلد دوم ص32)

صاحب بزم صوفیہ لکھتے ہیں کہ ایک دن آپ مدرسہ میں درس دے رہے تھے کہ دفعتاً قلندروں کی ایک جماعت پہنچی اور آپ کو دیکھ کر یہ غزل پڑھنے لگی۔

مارخت زمسجد بخرابات کشیدیم　　خط بر ورق زہد وکرامات کشیدیم
درکوئے مغاں در صف عشاں نشتیم　　جام از کف رندان خرابات کشیدیم
از زہد و مقامات گذشتیم کہ بسیار　　کاس تعب از زہد مقامات کشیدیم

ان اشعار کے سنتے ہی مولانا عراقی پر وجد کا عالم طاری ہوگیا۔ قلندروں کی جماعت میں ایک صاح حب جمال لڑکا بھی تھا۔ شیخ کی نظر اس پر پڑی تو سو جان سے فدا ہوگئے۔ کئی روز تک قلندروں کو اپنے ہاں مہمان رکھا اور پر تکلف دعوتیں کھلاتے رہے۔ قلندروں کو بھی اس امر کا علم ہوگیا اور وہ کئی دنوں تک بلاضرورت ضیافتیں اڑاتے رہے۔ مولانا عراقی تو پہلی نظر میں ہی صبر و شکیب کھو چکے تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا۔ قلندر زادہ ذرا اوجھل ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ شیخ سیماب وار تڑپنے لگتے۔

قلندر اس صورت حال سے تنگ آئے تو ایک دن بوریہ بستر لپیٹ دمشق سے چل کھڑے ہوئے۔ عراقی ان کے بغیر کیسے رہ سکتے تھے؟ یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ قلندروں نے دیکھا تو ٹھہر گئے اور مولانا سے کہا:

marfat.com

صاحب آپ بزرگ اور عالم آدمی ہیں' آپ کا اور ہمارا گزارہ ناممکن ہے اگر آپ بھی چار ابرو کا صفایا کرالیں تو البتہ ہم آپ کو ہمراہ لے چلنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

شیخ کے دل میں تو قلندر زادے کے عشق کی آگ بھڑک رہی تھی۔ فوراً کپڑے پھاڑ ڈالے۔ عمامہ سر سے اتار پھینکا اور چار ابرو کا صفایا کرا یہ کہتے ہوئے قلندروں میں جذب ہوگئے۔

چہ خوش باشد کہ دلارام تو باشی
ندیم و مونس و یارم تو باشی

عراق سے ہمدان' ہمدان سے خراسان اوز خراسان سے ہوتے ہوئے یہ قلندر ملتان وارد ہوئے اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی سرائے میں بوریہ بستر پھیلا کر پڑ رہے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ جو سرائے سے گزرے تو ایک نظر ان پر بھی ڈالی اور مولانا عراقی کو اس ہیئت میں دیکھ کر سخت متعجب ہوئے۔ اپنے مقرب خاص شیخ عماد الدین سے فرمایا:

''درین جوان استعداد تمام یافتم اورا ایں جامے باید بودن۔''

مولانا عراقی نے بھی حضرت شیخ الاسلام کی طرف کشش محسوس کی اور قلندروں سے کہا:

چنانچہ پچھلی رات کو وہ لوگ ملتان سے دہلی چل دیئے اور دہلی سے سومنات کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں سخت آندھی آئی۔ اس طوفان میں کسی کو ایک دوسرے کا ہوش نہ رہا۔ کسی نے کوئی راستہ لیا اور کوئی کدھر کو چل دیا۔ چونکہ مولانا عراقی کی قسمت میں ہدایت مقدر ہو چکی تھی' اس لیے ادھر ادھر پریشان پھرتے ایک دن بلا ارادہ حضرت شیخ الاسلام کی خانقاہ پر حاضر ہوگئے۔

حضرت نے کشف کے ذریعے معلوم کر لیا کہ عراقی دروازے پر کھڑا ہے' اسے اندر بلایا اور فرمایا:

''عراقی! از ما بگریختی۔''

علامہ عراقی بے اختیار قدموں میں گر گئے اور گلوگیر آواز میں عرض کی

از تو نگریزد دل من یک زمان کالبدرا کے بود از جان گزیر
دایہ لطفت مرا در برگرفتداد بیش از مادرم صد گونہ شیر

marfat.com

حضرت شیخ الاسلامؒ نے لپک کر عراقی کو اٹھایا اور پہلے گلے سے لگا لیا۔ حضرت کے سینہ بے کینہ سے مس ہونا تھا کہ قلندر زادے کا خیال دل سے محو ہوگیا اور اس کی محبت کی جگہ عشق حقیقی کی آگ بھڑک اٹھی۔ حضرت اپنا لباس پہنا کر مولانا عراقی کو اپنے خلوت خانہ کے قریب ایک حجرہ میں لے گئے تا کہ مخلوقات سے علیحدہ ہو کر اطاعت الٰہی میں مصروف رہیں۔ دس ایام اطمیان سے گزرے۔ گیارھویں روز ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ وہ روتے تھے اور یہ غزل پڑھتے تھے۔

نخستیں بادہ کاندرم جام کردندزچشم مست ساقی دام کردند
چو بے خود خواستند اہل طرب راشراب بے خودی در کام کردند
برائے صید مرغ جان عاشق ززلف فتنہ جویاں دام کردند
بہ عالم ہر کجا رنج و بلا بود بہم بروند و عشقش نام کردند
چو خود کردند راز خویشتن فاش عراقی راچرا؟ بدنام کردند

حضرت شیخ الاسلامؒ کے ارادت مندوں نے مولانا عراقی کو حجرہ میں نغمہ سرائی کرتے دیکھا تو حضرت کو اطلاع دی کہ ہمارے مسلک میں تو ان چیزوں کی ممانعت ہے' عراقی اس امر کے مرتکب کیوں ہو رہے ہیں؟

حضرت نے فرمایا:

''شمارا ازیں چیز ہا منع است اورا منع نیست۔''

اس کے کچھ دنوں بعد شیخ عمادالدین شہر میں گئے۔ ایک خرابات سے گزر رہے تھے کہ رندوں کو مندرجہ بالا غزل چنگ وچغانہ سے گاتے سنا۔ شہر سے واپس آئے تو حضرت کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا۔ حضرت نے یہ سن کر فرمایا:

''کار عراقی تمام شد۔''

اسی وقت اٹھ کر عراقی کے حجرے میں گئے اور فرمایا:

''عراقی! مناجات درخرابات مے کنی' بیروں آ۔''

marfat.com

مولانا عراقی حجرے سے باہر نکلے۔ شیخ الاسلامؒ کے قدموں میں گر گئے اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگے۔ حضرت نے اپنے دست حق پرست سے ان کا سر اٹھایا اور اپنے سینے سے لگایا۔ عراقی نے اسی وقت ایک غزل کہی' جس کا مطلع یہ تھا۔

در کوئے خرابات کسے راکہ نیاز است
ہشیاری و مستیش ہمہ عین نما ز است

حضرت شیخ الاسلامؒ نے اسی وقت اپنا خرقہ اتار کر انہیں پہنا دیا اور اسی مجلس میں ان سے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔ (تذکرہ بہاء الدین زکریاؒ۔ ص147۔ تذکرہ دولت شاہ۔ ص216۔ میخانہ عبدالنبی۔ ص32۔)

خواجہ حسن افغانؒ

حضرت خواجہ حسن افغانؒ کو شیخ الاسلامؒ کی پیش گاہ میں جو مقام حاصل تھا' اس کا اندازہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کے اس بیان سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ روایت کرتے ہیں۔

''حضرت شیخ الاسلامؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا گیا کہ تم دنیا سے کیا تحفہ لائے ہو؟ تو میں عرض کروں گا کہ خواجہ حسنؒ کا صدق اور اعتقاد راست لایا ہوں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے خواجہ حسن افغان کو اس قدر علم لدنی عطا کیا تھا کہ اگر چہ وہ بالکل ان پڑھ تھے لیکن لوح محفوظ نے ان کے آئینہ دل پر اپنا عکس ڈال رکھا تھا۔ چنانچہ اگر ان کے سامنے آیات بینات' حدیث شریف اور اقوال مشائخ ملا جلا لکھ کر پیش کرتے تو وہ ایک نظر دیکھ لینے سے بتا دیتے تھے کہ یہ قرآن شریف کی آیت' ہے یہ حدیث ہے اور یہ کسی شیخ کا ارشاد ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں ان عبارتوں کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ جو خدا تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے' اس کا نور عرش اعلیٰ تک دکھائی دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک کا نور ساتویں آسمان تک اور اقوال مشائخ کا نور زمین سے آسمان تک مشاہدہ کرتا ہوں

نگار من کہ بہ مکتب نہ رفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

marfat.com

یہ بھی حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کی جارہی تھی۔ قبلہ کی تعیین میں حضرات علماء اختلاف کر رہے تھے۔ اتفاق سے خواجہ حسن بھی وہاں جا نکلے۔ معمار سے پکار کر کہا کہ ''میاں! محراب اس سمت رکھو' کیونکہ قبلہ اس طرف ہے۔'' لوگ متردد ہوئے۔ آپ نے فرمایا: '' تردد کی کیا بات ہے' جسے بیت اللہ کی زیارت مطلوب ہو' اس وقت کر لے۔'' جمیع علماء و مشائخ جو موجود تھے' سب کعبہ کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے اور حسن افغان کا شکریہ ادا کیا۔

ایک روز حسن افغان کا گزر مغرب کے وقت ایک مسجد سے ہوا' نماز ہو رہی تھی' آپ بھی نماز میں شامل ہو گئے۔ جب امام سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوا تو آپ امام کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشے میں لے گئے اور فرمایا:

''اے امام صاحب! جب آپ نے نماز شروع کی تو میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ یہاں سے دہلی پہنچے اور وہاں سے غلام خرید کر ملتان آئے اور پھر ان بردوں کو گراں قیمت پر بیچنے کے لیے ملتان سے خراسان پہنچے۔ پھر وہاں سے ملتان آئے اور میں تیرے پیچھے بے سرو پا' حیران و پریشان پھرتا رہا۔ اس نماز کو کیا کہیں اور اس کا کیا نام رکھیں؟''

(تذکرہ بہاء الدین زکریاؒ۔ ص 156' 157)

حاجی جمال کنبوہؒ

ایک دفعہ شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور مصافحہ کے بعد خاموش کھڑا ہو گیا۔ حضور نے فرمایا:

''کیا چاہتے ہو؟''

عرض کی۔ ''حضور! سنا ہے کہ آپ خدا کے نام پر سب کچھ دے دیتے ہیں۔ میں بھی ایک آرزو لے کر حاضر ہوا ہوں۔''

فرمایا ''بھائی! میرا کیا ہے؟ جودوں' سب اسی کا مال ہے' جس کو چاہتا ہے دلاتا ہے' اگر اسے منظور ہوا تو تم بھی خالی نہ جاؤ گے۔ ہاں کہو! کیا کہنا چاہتے ہو؟''

marfat.com

سائل نے عرض کی۔ ''حضور! میری خواہش ہے کہ آپ خدا کی راہ میں اتنی اشرفیاں عنایت فرمائیں جتنے آج تک پیغمبر آئے ہیں۔''

حضرت کے چہرے پر حیرت و استعجاب کی ایک لہر دور گئی۔ کیونکہ عام روایت کے مطابق انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اتنی بڑی رقم رب العزت کے نام پر تصدق کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی' لیکن ایک غیر معروف انسان کو اس قدر دولت کا دے دینا مصلحت سے بعید تھا۔

حضرت سوچ میں پڑ گئے کہ اس معمہ کو کس طرح حل کیا جائے۔ اس وقت بارگاہ عالیہ میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ موجود تھے۔ کبھی وہ سوالی کے سراپا کو دیکھتے اور کبھی اس کے سوال پر غور و فکر کرتے۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ آج تک اس بارگاہ سے کوئی شخص خالی نہیں لوٹا۔ لیکن اگر حضرت اس آدمی کو اتنا بڑا خزانہ دے دیتے ہیں' تو اس سے ہزاروں مستحقین کی حق تلفی ہوتی ہے اور اگر حضور اسے مطالبہ سے کم رقم مرحمت فرماتے ہیں تو لوگوں میں مشہور ہو جائے گا کہ حضرت نے سائل کا سوال پورا نہیں کیا۔ تمام حاضرین اس خیال میں محو تھے کہ دفعتاً ایک گوشے سے آواز آئی۔

''حضرت! اس شخص کو میرے حوالے فرمایئے! اس کا سوال میں پورا کروں گا۔''

یہ ایک مستعد اور معاملہ فہم بزرگ تھے' حضرت شیخ الاسلامؒ کے محب صادق! حاجی جمال کنبوہ!

ان کی طبع رسا ایسے موقعوں پر بڑا کام کرتی تھی۔ حضرت شیخ الاسلام کے رخ انوار پر بشاشت دوڑ گئی' مسکرا کر فرمایا:

''میاں جمال! سوال کو سمجھ لیا ہے۔''

''حضور! سوال اور سوالی دونوں کو سمجھ کر ہی عرض کر رہا ہوں۔''

''بہتر! اسے لے جاؤ اور راضی کرو۔''

حاجی جمال آگے بڑھے اور سائل کو اپنے ہمراہ لے کر گھر کو روانہ ہو گئے۔

حاجی جمال ملتان کے ایک خوشحال امیر تھے۔ سائل کو گھر لے جا کر اور پیر کا مہمان

marfat.com

سمجھ کر بڑی عزت سے مسند پر بٹھایا۔ شربت سے تواضع کرنے کے بعد ایک خلعت فاخرہ اس کے آگے رکھی اور اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ ''خزانے کی کوٹھڑی کھول کر تمام اشرفیاں نکال لاؤ۔''

خزانچی نے تھوڑی سی دیر میں اشرفیوں کا ڈھیر لگا دیا۔ سائل کی آنکھیں اشرفیوں کی چمک دمک سے چندھیانے لگیں۔ اسکے منہ سے رال بہنے لگی اور اس کا دل فرط مسرت سے رقص کرنے لگا۔ اس نے یقین کر لیا کہ یہ تمام خزانہ اب میرا ہے۔ چند ساعتوں میں ہی میں ایک امیر کبیر شخص بن جاؤں گا۔

وہ اس قسم کی منصوبہ بندی میں محو تھا کہ حاجی جمال اپنی مسند سے اٹھے اور سائل کے پہلو میں آ کر بیٹھ گئے' فرمایا:

''بھئی! اب تم ایک ایک پیغمبر کا نام لیتے جاؤ' تاکہ میں ان کے نام پر ایک ایک اشرفی پیش کر سکوں۔''

سائل حاجی جمال کی اس تصریح سے گھبرا گیا۔ لیکن اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا کہ جو نام اسے یاد ہوں سنا کر ان کے بدلے میں چند اشرفیاں قبول کر لے۔ آخر سوچ کر اس نے سر اٹھایا اور کہا:

''آدم!''

حاجی جمال نے فوراً ایک اشرفی اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس کے بعد شیثؑ ادریسؑ نوحؑ ' ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ' اسحاقؑ' یعقوبؑ' یوسفؑ' موسیٰؑ' داؤدؑ' سلیمانؑ' الیاسؑ' صالحؑ' عیسیٰؑ' یحییٰؑ اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک بمشکل دسؑ' بیس نام جو اسے یاد تھے کہہ سنائے اور اتنی ہی اشرفیاں لے کر اپنے عجز کا اقرار کیا۔

حاجی جمال بار بار کہتے بھائی کوشش کرو' ممکن ہے کوئی اور نام یاد آ جائے' مفت میں اشرفی ضائع نہ کرو۔''

لیکن اسے جو کچھ یاد تھا' عرض کر چکا تھا۔ آخر کار وہی مٹھی بھرا شرفیاں لے کر راضی ہو گیا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کو جب تمام صورت حال کا پتہ چلا تو بہت خوش ہوئے اور حاجی جمال اور ان کی اولاد کے حق میں دعا فرمائی۔ (تذکرہ بہاء الدین زکریاؒ۔ ص158)

marfat.com

شیخ شرف الدین سعدی شیرازیؒ

نام شرف الدین، مصلح لقب اور سعدی تخلص تھا۔ شیخ کے والد ایک با خدا اور عابد انسان تھے۔ انہوں نے سعدی کو بھی شب بیداری کا عادی بنا دیا تھا۔ گلستان میں شیخ نے ایام طفولیت کا نقشہ خود اپنے ہاتھوں سے کھینچا ہے۔ لکھتے ہیں:

''یاد دارم کہ در ایام طفولیت متعبد بودم و شب خیز و مولع بزہد و پرہیز شے بخدمت پدر نشستہ بدوم و ہمہ شب دیدہ برھم نہ بستہ و مصحف عزیز درکنار گرفتہ و طائفہ نزد ما خفتہ۔ پدر راگفتم ازنیاں کسے سر نمے بردارد کہ دوگانہ بگذارد۔ چناں درخواب غفلت خفتہ کہ گوئی مردہ اند۔ گفت اے جان پدر! اگر تو نیز بخفتی ازاں بہ کہ در پوستین خلق افتی۔''

شیخ کی تربیت ان کے والد کی نگرانی میں ہوئی۔ چنانچہ بوستان میں لکھتے ہیں

ندانی کہ سعدی مکاں ازچہ یافت
نہ ہاموں نوشت و نہ دریا شگافت
بہ خردی بخورد از بزرگاں قضا
خدا دادش اندر بزرگی صفا

افسوس ہے کہ والد کا سایہ دیر تک سر پہ قائم نہ رہا۔ مگر شیخ نے یتیم ہو جانے پر بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی۔ پھر بغداد جا کر مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوئے۔ ان دنوں علامہ ابوالفرح عبدالرحمٰن بن جوزی اس درس گاہ کے پرنسپل تھے۔ یہ بزرگ حدیث اور تفسیر میں اپنے زمانے کے امام تھے۔ چنانچہ شیخ نے انہی کی نگرانی میں علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ جس زمانے میں شیخ بغداد میں تعلیم پا رہے تھے۔

اگرچہ اس وقت عباسیہ خلافت دم توڑ رہی تھی۔ لیکن اس کا ظاہری ٹھاٹ باٹ ہارون الرشید کے عہد کی یاد تازہ کرتا تھا۔ اکناف عالم کے اکابر علماء اور مشائخ بغداد میں جمع تھے۔ ارباب صنعت و حرفت کی بڑی قدر تھی۔ بلخ، بخارا اور سمرقند سے ماہرین فن اور صناع یہاں آ کر کمال فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ خلیفہ کے رعب و داب اور سطوت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے سلاطین اس کے نام سے لرز اٹھتے تھے۔ شیخ نے عباسیہ شان و شوکت کے

marfat.com

ان مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر اسی آنکھوں سے مدینۃ السلام بغداد کی تباہی و بربادی بھی دیکھی۔ خلیفہ مستعصم ہزار نکما سہی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کے دم قدم سے مسلمانوں کی ساکھ قائم تھی۔ وہ کیا مٹا عراق و عرب سے مسلمان مٹ گیا بقول:۔

ہمارے بعد بہت روئے ہم کو اہل وفا
کہ اپنے مٹنے سے مہر و وفا کا نام مٹا

شیخ نے بغداد کی بربادی پر اس وقت آنسو بہائے' جبکہ کوئی شخص اس پر رونے والا اور سوائے اسلام کے دنیا میں کوئی اس کا سوگوار نہیں رہا تھا۔ مرثیہ کا ایک ایک شعر فارسی ادب کی جان ہے اور جب تک یہ زبان زندہ ہے' بغداد کی بربادی کا منظر بھی آنکھوں کے سامنے رہے گا۔ طوالت کے خوف سے اس مرثیے کے ہم صرف دو اشعار یہاں درج کرتے ہیں جن سے حضرت شیخ کی قادر الکلامی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین
اے محمدؐ! گر قیامت مے بر آری سرز خاک
سر بر آور دیں قیامت درمیان خلق بیں

سیر و سیاحت:

جب کتاب کے مطالعہ سے شیخ کا جی سیر ہو گیا تو انہوں نے نسخۂ کائنات کا مطالعہ شروع کیا۔ مدرسہ نظامیہ سے نکل کر سالہا سال تک ایشیا اور افریقہ کے شہروں کی سیاحت کرتے رہے۔ ایک جغرافیہ دان کا بیان ہے کہ مشرقی سیاحوں میں ابن بطوطہ کے سوا شیخ سعدیؒ سے بڑھ کر اور کوئی سیاح ہم نے نہیں سنا۔ شیخ نے ایشیائے کوچک' حبش' بربر' مصر' شام' فلسطین' آرمینیا' ایران' توران' روو بار رویلم' کاشغر اور بصرہ و بغداد سے ہندوستان تک سیر کی تھی۔ عرب اور افریقہ میں تو ان کا بار بار جانا اور وہاں قیام کرنا ثابت ہے۔ اکثر تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ شیخ نے چودہ حج پیادہ پا کئے ہیں۔ شیخ کے اپنے کلام سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے بالعموم بے سرو سامان اور

marfat.com

متوکل علی اللہ درویشوں کی طرح سفر کیا ہے۔ بعض مقامات پر اس بے سرو سامانی کے سبب انہیں سخت تکلیفوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

شیخ کے مجاہدے:

شیخ سعدیؒ حضرت شیخ الاسلامؒ کے پیر بھائی تھے' اس لیے ہزاروں میل ایک دوسرے سے دور رہنے کے باوجود دونوں کا آپس میں گہرا رابطہ تھا۔ شیخ ایشوخ شہاب الدین سہروردی کے ساتھ سفر حضر میں شیخ نے کئی سال بسر کیے ہیں۔ ایک دفعہ دوران سفر میں شیخ ایشوخ نے حضرت سعدیؒ کو دلسوزی و ہمدردی کے لہجہ میں نصیحتیں بھی کیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

مرا شیخ دانائے مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ برخویش خود بیں مباش
دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش

شیخ نے اپنی زندگی میں جو مجاہدے کیے ہیں اگر انہیں لکھنے بیٹھیں تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔ سالہا سال تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بہشتی بن کر لوگوں کو پانی پلایا ہے۔ کئی کئی ماہ اہل اللہ کی قبور پر اعتکاف کیا ہے۔ کئی کئی دنوں تک مسلسل روزے رکھے ہیں۔ تحصیل عبرت اور حصول فیضان کے لیے ایشیا اور افریقہ کی بادہ پیمائی کی۔ الغرض آپ کی زندگی گوناں گوں عجائبات کا مرقع ہے۔ کہیں آپ فلاسفر کے بھیس میں تقریر کرتے دکھائی دیتے ہیں' کہیں شاہی لباس پہنے امرائے سلطنت کو امور جہانبانی کی تعلیم دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں علم و فضل کا لبادہ اوڑھ کر طالبان علم و ادب کی اشکال حل کرتے نظر آتے ہیں۔ مفتاح التواریخ کے بیان کے بموجب آپ نے روم اور ہند کے جہاد میں بھی حصہ لیا ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے خاندان میں گلستان کا ایک نسخہ صدیوں سے محفوظ چلا آتا تھا جو چند سال گزرے شیخ نصیر الدین رئیس اعظم لاہور کے گھرانے میں منتقل ہوگیا۔ اس کی بابت مشہور تھا کہ حضرت سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ نسخہ خاص طور پر حضرت صدر الدین عارف باللہ کو شاہ رکن عالمؒ کے لیے لکھ کر دیا تھا۔

marfat.com

آپ کی تصانیف میں گلستاں اور بوستان کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ ارباب ادب نے آپ کو ''پیغمبر سخن'' تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

در شعر سہ کس پیمبر انند!
قولے است کہ جملگی بر آنند
فردوسی و انوری و سعدی
ھر چند کہ لانبی بعدی

کلام کی بری خوبی یہ ہے کہ اس میں فرسودگی اور غرابت کا احساس تک نہیں ہوتا' جس وقت پڑھیے' جس رنگ میں پڑھیے' نیا لطف آتا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

بزرگے را پرسید نداز سیرت اخوان الصفا گفت کمینہ آنکہ مراد خاطر یاران رابمصالح خود مقدم دارد کہ حکماء گفتہ اندر برادرکہ در بند خویش است نہ برادراست نہ خویش است۔

ہمراہ گر شتاب کند ہمراہ تو نیست
دل در کسے بند کہ دل بستہ تو نیست

قطعہ

اے کریمے کہ از خزانہ غیب
گبرو ترسا وظیفہ خور داری!
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ بادشمناں نظر داری

شعر

کرم بین و لطف خدا وند گار
گناہ بندہ کر داست او شرمسار

marfat.com

قطعہ

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جان شدو آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بیخبر انند
کانراکہ خبر شد خبرش باز نیامد

دیگر

گلے خوشبوے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری!
کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

قطعہ

اے سیر ترا نان جویں خوش نماید
معشوق منست آنکہ بنزدیک توزشت است
حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف
وز دوز خیاں پرس کہ اعراف بہشت است

marfat.com

حکایت

بزرگے دیدم اندر کوہسارے
قناعت کردہ از دنیا بغارے
چرا گفتم بشہر اندر نیائی
کہ بارے بند ازدل برکشائی
بگفت آنجا پریر ویان نغزاند
چوگل بسیار شد پیلاں بلغزند

(تذکرہ بہاء الدین زکریاؒ۔ص175 تا179)

سلطان حمید الدین قریشی الہاشمی

سلطان حمید الدینؒ کیچ مکران کے بادشاہ تھے۔ایک مرتبہ دن بھر کی سیر وتفریح کے بعد شب محل میں داخل ہوئے تو نونت نامی خادمہ کو پلنگ پر سوتے پڑا پایا۔نونت کی یہ بے ادبی خاطر اشرف کو پسند نہ آئی۔غضب ناک ہوکر حکم دیا کہ اس بدتمیز کو ایسی سزا دی جائے کہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔

خدام نے لپک کر نونت کو بالوں سے پکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے صحن میں لے آئے۔ سلطان کے سامنے اسے چابک لگ رہے تھے' مگر وہ کوئی ایسے دل گردے کی عورت تھی کہ اف کئے بغیر مار کھائے جا رہی تھی۔ جب وہ نڈھال ہوکر گر پڑی تو سلطان نے اشارے سے نوکروں کو روک دیا۔نونت نے نیم وا آنکھوں سے سلطان پر نظر ڈالی اور خدا معلوم اسے کیا خیال آیا کہ دفعتاً کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

سلطان کو اس بے محل ہنسی سے تعجب ہوا۔پوچھا:

''اے نونت! اس بے جا ہنسی کی وجہ بیان کر' ورنہ تیری گردن مار دی جائے گی۔''

خادمہ نے کرب آلود نگاہوں سے ایک بار سلطان پر پھر نظر ڈالی اور بولی:

marfat.com

''جہاں پناہ! مار پیٹ کے دوران میں اس خادمہ کو خیال آیا کہ میں ایک لحہ اس بستر پر سوئی تو یہ سزا پائی۔ لیکن جو شخص اس پر ہر روز سوتا ہے' قیامت کے دن اس کا کیا حشر ہوگا؟''

نونت کے اس جواب سے سلطان کے ہوش اڑ گئے۔ اسکو تو کچھ دے دلا کر اسی وقت آزاد کر دیا' لیکن خود بحر فکر میں ایسے کھوئے کہ صبح ہوگئی۔ خادم نے شکار کے لیے شبدیز پیش کیا سلطان غم غلط کرنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کو نکلا۔ امراء اور مصاحبین جلو میں تھے۔ انہوں نے دل بہلانے کی ہزار کوشش کی۔ مگر نونت کی بات تو دل میں ترازو ہو کر اتر چکی تھی' چین کیونکر آتا۔ ادھر ادھر گھوڑے دوڑاتے رہے۔

اسی اثناء میں ایک ہرن سلطان کے سامنے سے نکل کر بھاگا۔ سلطان نے نیزہ اور کمان سنبھال گھوڑے کو ایسی ایڑ لگائی کہ ہوا ہو گیا اور امراء اور مصاحبین جو ہمرکاب تھے' پیچھے رہ گئے۔ آپ ہرن پر تیر چھوڑنے والے ہی تھے کہ وہ ایک قبر کے سوراخ میں گھس گیا۔ سلطان کو تعجب ہوا کہ خلاف معمول ہرن زمین کے سوراخ میں کیوں گھسا۔ جست لگا کر گھوڑے سے اترے۔ قبر میں جھانک کر دیکھا' تو وہاں اور نظارہ دکھائی دیا۔ ایک تازہ لاش پڑی تھی جسے مینڈک کی شکل وصورت کا بچھو جگہ جگہ سے ڈستا پھرتا تھا۔ آپ نے رحم کھا کر کمان سے بچھو کو پرے ہٹا دیا۔ لیکن مڑ کر دیکھا تو بچھو پھر وہیں موجود تھا۔ اس بار آپ نے اسے ہٹایا۔ مگر پھر وہ آ موجود ہوا۔ آپ نے جان لیا کہ یہ بچھو نہیں کوئی فرشتہ ہے' جو اس میت پر عذاب کے لیے مقرر ہے۔ آپ نے قبر کے سوراخ کو بند کر دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پاس کے گاؤں میں پہنچے۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ جواب ملا' اس گاؤں کے رئیس کی۔

رئیس کا لفظ سن کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ خوف عقاب سے ایک جھرجھری لے کر گھوڑے کی باگ شہر کو پھیر دی۔ چونکہ قدرت کو یہی منظور تھا کہ دار فانی کا یہ آشیانہ نشین شہباز ''اوج لاہوت'' کی طرف پرواز کرے۔ اسی لیے رئیس کے عذاب میت کا معائنہ اور خادمہ کا سخن ''حق و باطل'' میں تمیز کرنے کا سبب بن گیا۔ شوق الٰہی کی آتش جو اس پاک نہاد کے سینہ بے کینہ میں دبی پڑی تھی' دفعتاً بھڑک اٹھی اور شاہد

marfat.com

حقیقی کی محبت و عشق کا بحر بسیط موجیں لینے لگا۔ کیچ مکران کی حکومت اپنے غم زاد بھائی امیر البقاء کے سپرد کی اور خود اپنے نانا جان سید احمد توختہؒ کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے لاہور کو چل پڑے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سید احمد توختہ بڑے پائے کے درویش تھے۔ سلطان التارکین کو یقین تھا کہ نانا صاحب قبلہ پہلی توجہ میں ہی عرفان کی تمام منزلیں طے کرا دیں گے۔ لیکن جب کافی عرصہ ان کی خدمت میں مختلف ریاضتیں اور مجاہدات کرتے گزر گیا اور حضرت حاکمؒ نے اپنے اندر کوئی تبدیلی محسوس نہ کی تو ایک دن بڑی نیاز مندی سے عرض کی:

''نانا بزرگوار! جس مقصد کے لیے تاج و تخت کو چھوڑا۔ عیش و آرام کو حرام سمجھا اور آپ کے حکم کی تعمیل میں صبر آزما ریاضتوں سے دو چار رہا۔ آج تک ان تمام مجاہدات کا کوئی بھی نتیجہ نہیں نکلا۔ آپ کی صاحب زادی کی یادگار ہوں' للّٰہ توجہ فرمایئے۔''

حضرت نے اپنے پیارے نواسے کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا! تم نے واقعی بڑی محنت کی ہے' لیکن ابھی منزل دور ہے۔ فلاں مقام پر ایک بوڑھا درویش جھونپڑی میں بیٹھا اللہ! اللہ کر رہا ہے۔ اس کے پاس جا کر پانی مانگو اور جب وہ پانی لا کر پیش کرے' تو اس کے برتن کو توڑ دو۔

اسی طرح پانی کی فرمائش کرتے رہو اور جب وہ پیش کرے تو اس کا برتن زمین پر پٹخ دو۔ جب اس کے پاس کوئی برتن نہ رہے تو پھر اسے خوب مکے مارو۔ اس کا جو ردعمل ہو' اس سے مجھے آگاہ کرو اور پھر ہم تمہارے معاملے پر غور کریں گے۔

حضرت حاکمؒ فوراً اس بوڑھے درویش کے پاس پہنچے اور پانی طلب کیا۔ وہ فوراً مصلیٰ سے اٹھا۔ ایک کونے سے مٹی کا آبخورہ نکالا' اچھی طرح سے دھو کر اس میں پانی بھرا اور بسم اللہ پڑھتے ہوئے حضرت حاکم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے آبخورے کو جھونپڑے کے باہر پھینک دیا اور ڈانٹ کر کہا' پانی لاؤ۔

marfat.com

درویش نے کونے سے دوسرا آبخورہ نکالا۔ اسے خوب دھویا اور پانی سے بھر کر بسم اللہ پڑھتے ہوئے حاکم کی طرف بڑھایا۔ حضرت حاکم نے بوڑھے درویش سے یہ آبخورہ بھی لے کر زمین پر پٹخ دیا اور اسے پھر پانی لانے کو کہا۔ اس طرح بوڑھا درویش بار بار آبخورے نکال کر خوب احتیاط سے دھو کر پانی پیش کرتا رہا اور حضرت حاکم توڑتے رہے۔ یہاں تک کہ آبخورے ختم ہوگئے اور بوڑھا خاموشی سے کف افسوس ملنے لگا۔

حاکم نے اسے خوب جھنجھوڑا اور ڈانٹ کر کہا' بڈھے اگر تم پانی نہیں پلا سکتے تو پھر سڑک کے پاس کیوں بیٹھے ہو؟ پھر دو تین مکے زور سے لگائے۔ مکے کھانے کے بعد بوڑھا آگے بڑھا اور اپنے کمزور اور کانپتے ہوئے ہاتھوں کو حضرت حاکم کی طرف بڑھایا اور عاجزی سے بولا:

''نوجوان! افسوس ہے' میرے بدن پر گوشت نہیں' ہڈیوں پر مکے مارنے سے تمہیں تکلیف ہوئی ہوگی' لاؤ' میں آپ کے ہاتھوں کو دبادوں۔''

اس واقعہ کا حضرت حاکم پر بڑا اثر ہوا اور نانا جان کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا:

''حاکم بیٹا! جب تمہارے اندر اس بوڑھے درویش جیسی بے نفسی پیدا ہوگی اس وقت تم فقر ولایت کی وادی میں قدم رکھ سکو گے۔ اے فرزند! تیرا نصیبہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں ہے۔ اللہ کی زمین فراخ ہے اس میں در مقصود کو تلاش کرو۔''

ان دنوں بغداد کے مشائخ کی بڑی شہرت تھی۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سترہ' کے فیوض و برکات سے یہ شہر بقعہ انوار بن گیا تھا۔ حضرت حاکم سید احمد توختہ سے مرخص ہو کر بغداد کو روانہ ہوئے۔ کئی دنوں کی مسافت کے بعد جب بغداد کے مضافات میں قدم رکھا تو غلبہ شوق سے بحر شہود میں ایسے غرق ہوئے کہ تین دن تک بدن کا ہوش نہ رہا۔

شیخ ایشوخ شہاب الدین عمر سہروری علیہ الرحمتہ کو کشف کے ذریعے سلطان کی آمد کا علم ہوا تو خادم بھیج کر آپ کو طلب فرما لیا۔ حضرت حاکم نے فوراً اپنا سر شیخ کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کی:

marfat.com

''اے سر حلقہ اولیائے کرام! یہ سوختہ آتش عشق اور مبتلائے ہجران محبوب مطلق سید السادات کے ارشاد سے اس بارگاہ میں حاضر ہوا ہے۔ حیات ناپائیدار کا کچھ اعتبار نہیں۔ ممکن ہے فرصت حاصل نہ ہو غنچہ مراد ناشگفتہ رہے' اس لیے بلا تامل شرف بیعت سے ممتاز فرمائیں تاکہ جناب والا کے نعمت خانہ سے بے بہرہ نہ رہوں۔''

شیخ ایشوخ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی پیٹھ پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا:

''اے تشنہ کام! ابھی تیرے پیر بیعت نے عرصہ عدم سے ساحت وجود میں قدم نہیں رکھا' چندے اور انتظار کر۔''

سلطان التارکین نے بدل مجروح و دیدہ مطروح دوبارہ سر نیاز پائے مبارک پر رکھ کر عرض کی:

''جو طبیب کو مرض کو پہچانتا ہے' وہ دوا بھی جانتا ہے' اس لیے امیدوار ہوں کہ حضور اس شیر بیشہ ولایت کے اسم گرامی سے بھی آگاہی فرمائیں گے تاکہ اس کی تلاش میں مدد مل سکے۔''

فرمایا:

''وہ فرزند بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے رکن الدینؒ ہوں گے۔''

حضرت حمید الدین حاکم اس بشارت فیض اشارت سے بے حد مسرور ہوئے اور عرض کی:

''یہ مبتلائے درد اشتیاق اور سرگردان وادی فراق اس بزرگ کے قدوم میمنت لزوم کے شرف زیارت تک اسی کے زاد بوم میں گوشہ نشین رہنے کا آرزو مند ہے تاکہ خاطر بیقرار کو تسکین حاصل رہے۔''

شیخ الشیوخؒ نے آپ کی درخواست کو منظور فرمایا اور مصلّٰی خاص تبرک کے طور پر مرحمت کر کے رخصت کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

حضرت سلطان التارکین آزاد منش فقراء کی طرح ملتان کو چلے جاتے تھے کہ ایک دن آپ کا گزر ایسے شہر سے ہوا جس کی سرسبزی اور شادابی آپ کو بڑی پسند آئی۔ دریا اس کے قدموں میں پڑا لوٹتا تھا۔ مکانات پختہ اور بلند سطح پر واقع تھے۔ چاروں طرف سرسبز باغات اور پر فضا کھیتوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ اس دل کشا مقام پر قیام کر کے لطیفہ غیبی کا منتظر رہنا چاہیے۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک جوگی کے کنوئیں پر آپ نے اپنا بوریا پھیلا دیا۔ یہ جوگی فقر اور علم کیمیا میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اس علاقے کے لوگ اس کے بڑے معتقد تھے۔ وہ شام کو ٹہلتا ٹہلتا جو ادھر آیا' اس نے دیکھا کہ ایک پیر مرد مسافر درخت کے سایہ تلے ڈیرا جمائے بیٹھا ہے۔ اس نے چاہا کہ کسی طرح سے نووارد کا حال دریافت کرے کہ آیا یہ کوئی گم کردہ سامان سوداگر ہے یا ولایت باختہ بادشاہ۔ یہ سوچ کر جوگی واپس لوٹ گیا اور شہر سے سونے کی ایک اینٹ اٹھا لایا اور بولا:

''اے فکر مند مسافر! زمانہ یونہی پہلو بدلتا رہتا ہے۔ کسی قسم کی تشویش کو خاطر میں نہ لا۔ درویش کی اس پیشکش کو زاد راہ بنا لے۔ مسبب الاسباب تیری مرادیں پوری کرے گا۔''

سلطان التارکین نے جوگی کا شکریہ ادا کیا اور وہ اینٹ لے کر دریا میں پھینک دی جوگی نے خیال یا کیا کہ یہ مرد جو بے نیازی میں یگانہء روز گار نظر آتا ہے دو جہت سے خالی نہیں یا تو یہ کیمیا گر ہے اور یا صاحب کمال درویش! اس کا حال ضرور معلوم کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے مکر رسوال کیا:

اے باکمال نسان ! اگر یہ اینٹ تیرے کام کی نہیں تھی تو دریا میں ڈالنے سے کیا فائدہ؟

سلطان التارکین جوگی کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور دریا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

مانک موتی لے وھے جنہیں رالبد سولے

یعنی موتیوں کا دریا بہہ رہا ہے جس کی قسمت میں ہو وہ لے۔ آپ نے اشارہ کیا ہی تھا کہ دریا پھٹ گیا اور اس کی تہہ میں سونے کی ہزاروں اینٹیں بہتی دکھائی دیں۔ فرمایا:

marfat.com

''اے جوگی! دریا میں جا اور اپنی اینٹ پہچان کر نکال لے۔''

اس بیدار بخت نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔

''حضرت دریا اینٹوں سے بھرا پڑا ہے بلکہ دریا کی ساری وادی سنہری بن چکی ہے' میں اپنی اینٹ کیسے پہچانوں؟''

نظر کیمیا است گر نگری
درم قلب ماچوں زر گردد

اے ولی اللہ! تیری نظر کیمیا ہے۔ اگر مجھ پر گوشہء چشم سے تھوڑی سی توجہ ہو جائے تو بس کایا ہی پلٹ جائے۔

سلطان التارکین کو جوگی کا یہ انداز بہت پسند آیا۔ اس پر کرم کی ایک نظر جوگی' واقعی اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔ وہ تہ دل سے مسلمان ہو گیا اور اپنے کنوئیں پر ایک حجرہ اور مسجد تعمیر کی۔ جہاں سلطان التارکین نے سکون و اطمینان سے خدا کی بھولی بھٹکی مخلوق کو سبیل الرشاد پر چلانا شروع کیا۔ آپ کے اخلاق حسنہ کی کشش یہاں کے راجہ رائے لکھ سنج کو بھی کھینچ لائی۔ حضرت نے اسلام کے محامد اور محاسن اس رنگ میں پیش کیے کہ وہ اپنے برادران بلورائے وہندو رائے اور فرزندان شمشیر وابشر سمیت مسلمان ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک غریب الوطن اور اجنبی درویش اس ریاست کے سیاہ وسفید کا مالک بن چکا تھا دولت' حشمت اور امارت جسے کیچ مکران میں خیر باد کہہ آیا تھا۔ پھر قدموں میں لوٹ رہی تھی۔ حضرت نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ اس ریاست پر بھی توجہ صرف کی۔ چونکہ اس زمانے میں شیخ سعدیؒ کی نسبت کے سبب شیراز بہت مشہور تھا اور شیخ سے روحانی رابطہ رکھنے کے سبب سلطان التارکین کی نگاہ میں اسے خاص مقام حاصل تھا۔ اس لیے موکو بھی شیراز کی سطح پر لانے کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ بہت جلد ہی شمالی ہند کا یہ غیر معروف قلعہ ایران کے مشہور شہر شیراز کا مقابلہ کرنے لگا۔

ارشاد ہوتا ہ۔

marfat.com

من حاکم ولی چوں ہوا خواہ سعدیم
مئو راز فضل رونق شیراز ے کنم

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

شد غزل سعدی ھم و نظم نظامی نظم من
قصبہء مو شدز فضلم کنجہء شیزاز ھم

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جب چنگیزیوں نے کیچ مکران کی سلطنت امیرالبقا سے چین لی' تو وہ سید احمد توختہ ترمذی کی خدمت میں لاہور چلے گئے اور سلطان التارکین کے علاقی بھائی شیخ رکن الدین حاتم اپنی والدہ اور عم بزرگوار شیخ تاج الدین کے ساتھ مع اہل و عیال قصبہ مو میں وارد ہوئے۔ سلطان التارکین نے ان کی رہائش کا مستقل انتظام کر دیا۔

ان دنوں شیخ حاتم کے نانا بزرگوار قاضی رفیع الدین عباسی سلطان التمش کی طرف سے صوبہ بکھر کے گورنر تھے۔ جب انہیں اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے سرکار سے پندرہ گاؤں بطور جاگیر جدا کر کے حضرت حمیدالدین حاکم کی نظر کیے اور لکھا مجھے علم ہے کہ آپ نے دنیا سے کنارہ کشی کر لی ہے۔ لیکن یہ قطعہء اراضی جو آپ کے خدام کے لائق نہیں۔اپنی لڑکی (والدہ شیخ حاتم) کے خرچ نمک کے لیے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں امید ہے حضور لفظ ''انکار'' درمیان میں نہ لا کر اسے قبول فرما لیں گے۔ چونکہ قاضی صاحب کا احترام پیش نظر تھا' اس لیے آپ نے یہ پیش کش قبول کر کے اس کا انتظام اپنے خدام کے سپرد کر دیا۔

ان دیہاتوں میں ایک گاؤں ولہرواہن جو بکھر کے قریب پڑتا تھا' قاضی کبیر کے زیر کاشت تھا۔ سلطان التارکین کے خدام نے معمول سے زیادہ محصول وصول کرنا چاہا۔ قاضی کبیر سخت فکر مند ہوا۔ اسے اور کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں ملتان پہنچا اور عرض کی:

marfat.com

ولہرواہن میں ایک قطعہء اراضی اس غلام کے زیر کاشت چلا آتا ہے۔ سلطان التارکین کے گماشتوں نے اس کے محصول کے اتنا بڑھا دیا ہے کہ بندہ اس کے ادا کرنے سے قاصر ہے۔ براہ کرم حضور والا! ان کی خدمت میں سفارش نامہ لکھ دیں' تا کہ وہ مقررہ محصول سے زیادہ وصول نہ کریں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے سفارش میں سلطان حمیدالدین کو یہ فقرات لکھوئے:

''شیخ ہنکاریؒ کے صاحبزادے کو واضح ہو کہ ہر چند آپ کا نام حاکم ہے' مگر طریق سلوک میں محکوم ہوئے بغیر کام نہیں بنتا۔ اس طرح جیسے کشتی کے بغیر دریا عبور نہیں کر سکتے۔ امر متروکہ کا ارتکاب ارباب حال کے مناسب نہیں۔ ایک قطعہء زمین کے لیے درویش مسکین کو رنجیدہ کرنے سے کیا حاصل۔

حاکم آپ ہیں حکم آپ ہی وچار
جے دن گانوں سے کئی ولار ولار
جے دن لدھیا مندے بجھ نہ ہار
جیں تانک نہ تو لہاسی کیویں لنکسن پار

قاضی کبیر خود یہ مکتوب گرامی لے کر مومبارک حاضر ہوئے۔ حضرت حاکمؒ نے پیر بیعت کے جد امجد کے سرفراز نامہ کو سر آنکھوں سے لگا کر بڑی عقیدت سے پڑھا۔ زیارت کے آرزو مند پہلے سے ہی تھے۔ اس خط نے سمند شوق پر مہمیز کا کام کیا۔ قاضی صاحب کو رضا مند کر کے حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں ایک عرضی لکھی جو اس مضمون پر مشتمل تھی:

''کہ اگر چہ درویشوں کے خاک پا کو حاکم کہتے ہیں۔ لیکن در حقیقت وہ محکوم حاکم الٰہی ہے۔ منم بحکم خداوند ! شانہء اکبر جزآں سفینہ بناشد مرا سفینہ دگر زربخش دل درویش آنچہ بد اظہار خدا علیم نگشتہ بعلم ایں احقر بحکم ایز دد اور بعد ازیں زینہار شور کسے نہ مزاحم بحال اور دیگر

ساتھ ہی حضرت کے دوہرہ کے جواب میں ایک دوہرہ تحریر فرمایا' جس کے الفاظ سہو کتابت کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ جو کچھ پڑھا گیا ہے وہ ہدیہء ناظرین ہے

marfat.com

حاکم آپ ہیں حکم کراہیں وچار
جہناں اللہ منیا اتے نبی محمد ﷺ یار

.....

جہناں تانکِ نہ تو لہاسی بی لنکسن پار

قاصد کو یہ نیاز نامہ دے کر روانہ کیا اور خود بھی چند دنوں کے بعد ملتان کو چل پڑے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ سلطان ھاکم کے حالات سے پوری طرح باخبر تھے۔ ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور اپنے حجرہ ء خاص کے پاس مکان مرحمت کیا۔ ایک دن دوران گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو پیر کے بغیر نہیں رہنا چاہیے۔ جسے آپ کا دل پسند کرے اس سے بیعت کر لیں۔

عرض کی ''حضور! ابھی میرے پیر عرصہء عدم سے ساحت وجود میں نہیں آئے۔''

پوچھا: ''وہ باکمال درویش کون ہوسکتا ہے؟''

عرض کی ''وہ شیخ صدر الدین عارف کے فرزند شیخ رکن الدین ہوں گے۔''

یہ نام لیتے ہی آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ جس سے حضرت شیخ الاسلامؒ بھی بڑے متاثر ہوئے اور اہل مجلس کے ہر فرد کے دل سے سوز وِرد نمایاں ہوگیا۔

حالتے خوش رفت اندر کوچہء بیت الصنم
ساقی و مطراب خراب بادہ و مانیزھم

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انہی ایام میں مولانا فخرالدین عراقی کی اہلیہء محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ یہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی صاحبزادی تھی' اس عفیفہ کے بطن عفت سے شیخ کبیرالدین تولد ہوئے جو حضرت ہی کی آغوش شفقت میں پرورش پا رہے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد شیخ الاسلامؒ نے دوسری صاحبزادی مولانا عراقی کے حبالہء نکاح میں دینا چاہی حضرت صدرالدین عارف سے مشورۃً پوچھا:

marfat.com

''بابا صدرالدین ! اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

عارف باللہ نیجواب میں عرض کی کہ میں نے ایک دن مولانا عراقی کو سرائے کی چھت پر اس حالت میں کھڑا ہوا دیکھا کہ وہ کرتے کے دامن سے اپنے سینہ کو ہوا دے رہے تھے' جس شخص میں کہ حظ نفس کا مادہ اس قدر موجود ہو' وہ دوسری دفعہ آنحضرت کی دامادی کاشرف حاصل کرنے کے لائق نہیں۔

حضرت نے متبسم ہو کر پوچھا:

''تو پھر آپ کے نزدیک اس نسبت کے قابل کون شخص ہو سکتا ہے؟''

آپ نے عرض کی' برادرم حمیدالدین حاکم جو کہ حسب نسب اور زہد و ورع میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔''

حضرت شیخ الاسلامؒ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

''بابا صدرالدین! یہ کام تیرے سپرد ہے۔''

چنانچہ شیخ صدرالدین عارف نے اپنی ہمشیرہ محترمہ بی بی فاطمہؒ کی شادی خانہ آبادی سلطان حمیدالدین حاکمؒ سے کر دی۔ اس معصومہ سے سلطان حمیدالدین حاکم کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ نورالدین پیدا ہوئے جو خاندان جلیلہ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ شیخ فرح بخش اذکار قلندری میں لکھتے ہیں۔

''سلطان التارکین کے ہاں صدف بحر عفت عصمت یعنی نت شیخ الاسلام و المسلمین حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا سے گوش ہوش معرفت کے لائق و سزاوار ایسا لولوئے شہوار وجود میں آیا جو کوکب طالع افروز تھا اور جس کی نور آگین جبین سے انوار فیض یزدانی صاف چمک رہے تھے اور اس نیر برج سعادت کے چہرے سے صبح امید مہر درخشاں کی طرح نظارہ کرنے والوں کے دیدہ میں پرتو انداز تھی۔ حضرت سلطان التارکین فرزند کا بشرہ مبارک مشاہدہ فرما کر محظوظ و مسرور ہوئے اور اسے نورالدین کے نام سے موسوم فرما کر ارشاد کیا کہ انشاء اللہ اس کی پشت سے اکثر مردان خدا پیدا ہوں گے۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

الغرض سلطان حمید الدین حاکم ہر دم و ہر ان حضرت شیخ الاسلامؒ کے موردالطاف رہے۔ ایک دن گلیم پاک کو چودہ خانوادوں کے خرقہ طیبہ سفر وحضر میں ساتھ رہتی تھی۔ شیخ حاکم کو مرحمت ہوئی اور جبہ شریف حضرت نے اپنے بدن مبارک سے اتار کر خود اپنے ہاتھوں سے پہنایا۔ اس وقت سید جلال بخاریؒ (المتوفی 690ء) بھی موجود تھے۔ انہوں نے شیخ کو حلق راس کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا:

''میں شیخ رکن الدین کا منتظر ہوں جو حضرت شیخ الاسلام کے پوتے ہوں گے۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ حمید الدین حاکم کے بارے میں اکثر تذکرہ نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ شیخ الاسلام کے ہمراہ سید جلال تبریزی کے مقدمہ کی تقریب پر دہلی تشریف لے گئے تھے اور وہاں انہوں نے سلطان التمش کی صاجبزدی بی بی عائشہ سے شادی کی تھی' لیکن کسی ثقہ شہادت سے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ سلطان حاکم کی کلیات گلزار میں بی بی عائشہ نامی ایک خاتون کا مرثیہ ضرور درج ہے۔ مگر اسے قاضی وحید الدین احمد کی دختر بتایا گیا ہے۔ شیخ شہر اللہ نے شیخ جمال اچی کے حوالہ سے سلطان حاکم کی ایک اور شادی کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ سندھ کا راجہ جام آپ کا معتقد ہوگیا تھا۔ اس نے اپنی لڑکی بی بی پترانی کی شادی آپ سے کر دی تھی اور سات ہندو قوموں کے آدمی بطور غلام جہیز میں دیئے تھے۔

(1) کنارمل کمہار (2) لکھ میراثی (3) ودھا حجام (4) کنا باورچی (5) ہس مہاجن (6) ٹوٹن ملاح (7) کنگا بنیا۔

ان کے علاوہ پلہار یا پریار قوم کے کئی آدمی دربانی کے خدمات انجام دینے کے لیے ساتھ کر دیئے گئے تھے۔ لیکن جونہی شیخ حاکم نے دریا عبور کیا۔ ان سب کو آزاد کر دیا۔ یہ لوگ آپ کے اخلاق سے متاثر ہوکر مسلمان ہوگئے۔ ان سب قوموں کے جانشین اب تک مومبارک اور اس کے مضافات میں پائے جاتے ہیں۔

marfat.com

ہمیں تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال شیخ حاکم نے متعدد شادیاں کیں اور غالباً بی بی فاطمہ کے انتقال کے بعد۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ حاکم صحیح معنوں میں سلطان التارکین تھے' ان کی سیرت سے پتہ چلتا ہے کہ دولت اور حکومت کئی دفعہ لونڈی بن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مگر انہوں نے اس طرف توجہ تک نہ کی۔ شیخ عثمان سیاح سے منقول ہے کہ ایک دن سلطان حاکم' شیخ فخر الدین عراقی اور سید جلال بخاری ایک حجرہ میں مصروف عبادت تھے کہ دنیا صاحب جمال عورتکی شکل میں میٹھی روغنی روٹیاں لیکر حاضر ہوئی۔ سلطان حاکم نے اس کی طرف جوتا پھینکا اور منہ موڑ لیا۔ عراقی نے بھی توجہ نہ کی۔ لیکن سید جلال بخاری نے بڑھ کر دو روٹیاں اٹھا لیں اور کہا اپنے لیے نہیں بلکہ اپنی اولاد کے لیے لی ہیں۔ اسی دن سے شیخ حاکم سلطان التارکین کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

بہاولپور گزیٹر میں درج ہے کہ سلطان شمس الدین نے ملتان اور بکھر کا درمیانی علاقہ آپ کو بطور جاگیر کے دے دیا تھا۔ جب آپ ملتان سے چل کر اچ میں پہنچے تو رانی تلاؤ کے کنارہ پر آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ شراب پی کر بے ہوش پڑا ہے۔ آپ نے لوگوں سے اس کی بابت دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس نوجوان کا نام سید بدیع الدین ہے' اسے ایک چاہ کی معافی کا پروانہ ملا ہے۔ اسی کے نشہ میں غرق پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

''افسوس یہ ایک چاہ کی معافی کا اثر ہے۔ اگر میں اتنی بڑی جاگیر قبول کر لوں' تو میری اولاد کا کیا حشر ہوگا؟ آپ نے وہیں کھڑے کھڑے جاگیر کا پروانہ چاک کر ڈالا۔''

حضرت شیخ جمال اچی لکھتے ہیں کہ سلطان التارکین اکثر فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گھر میں کئی دن مسلسل فاقہ پڑا۔ بی بی فاطمہ دختر شیخ الاسلام والمسلمین اور صاحبزادہ نورالدین سخت نڈھال ہوگئے۔ بی بی سے بچے کی تکلیف دیکھی نہ گئی۔ مجبور ہو کر سلطان التارکین سے اس کا تذکرہ کیا۔ شیخ نے مصلی کا ایک سرا اٹھا کر ایک انمول موتی نکال کر دیا۔ رات کو بی بی نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا عالی شان محل

marfat.com

ہے، جس کا ایک خوبصورت کنگرہ غائب ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سلطان حاکم اور ان کے اہل بیت کا گھر ہے اور اس کا کنگرہ اس موتی کی وجہ سے اڑ گیا ہے جو اس نے دنیا میں لے لیا ہے۔ بی بی نے خواب سے بیدار ہو کر وہ بے بہا موتی واپس کر دیا کہ میں اپنے بہشتی محل کو بدزیب کرنا نہیں چاہتی۔

شیخ حسن افغان سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بی بی فاطمہ اپنے بھائی صدرالدین عارف کے گھر آئی ہوئی تھیں۔ رات کو عارف باللہ نے دیکھا کہ بستر خالی ہے اور بہن بوریئے پر سو رہی ہے۔ پوچھا:

''بہن! بستر چھوڑ کر آپ نے بوریا کیوں پسند کیا؟''

عرض کی، مجھے ایسی ہی عادت ہے۔ کیونکہ آپ کے بہنوئی سلطان حاکم چار رکعت نماز میں تمام رات بسر کر دیتے ہیں اور اس سے فارغ ہو کر اکثر مراقبے یا سجدے میں پڑے رہتے ہیں اور شاذ و نادر ہی لیٹتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے سر کے نیچے تکیہ رکھ لیا تو فرمایا؟

''شیخ کبیر کی صاحبزدی ہو کر ایسی حلاوت نفس پسند کرتی ہو۔''

الغرض حضرت کی ساری زندگی اسی اختیاری فاقہ میں گزری۔ شیخ کے باقی واقعات حضرت شیخ رکن عالمؒ کے حالات میں بیان ہوں گے۔

(تذکرہ بہاء الدین زکریاؒ۔ ص 160 تا 174)

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

marfat.com

چند اہم واقعات

شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ دعا گو اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا مشائخ بغداد کے حلقہ میں بیٹھے تھے۔ اولیاء اللہ کی کرامات کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک صاحب بول اٹھے کہ اولیاء اللہ میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ جب چاہیں کسی مکان کو مرصع اور مذہب بنا دیں۔ اگر اس مجلس میں کوئی صاحب کمال موجود ہے تو اس مسجد پر توجہ کرے۔ شیخ السلام بہاء الدین زکریاؒ نے مراقبہ میں سر جھکایا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا:

"یاران! ذرا مسجد پر نظر کیجئے۔"

لوگوں نے بیک وقت نظر اٹھا کر مسجد کو دیکھا۔ اسکی تمام اینٹیں اور لکڑیاں سونے کی نظر آ رہی تھیں اور تمام مسجد مرصع و مذہب بن چکی تھی۔

تمام جماعت کھڑی ہوگئی اور انہوں نے اقرار کیا کہ بے شک مردان خدا میں ایسی ہی کمالیت ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلامؒ نے اثنائے سفر میں ایک مسجد میں قیام کیا۔ پاس ہی دلق پوش قلندروں کی ایک جماعت اتری ہوئی تھی۔ انہوں نے سید جمال مجرد ساؤ جی کا بانا پہن رکھا تھا۔ رات کو جب حضرت مراقبہ سے فارغ ہو کر

marfat.com

مسجد سے باہر نکلے اور قلندروں پر نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک قلندر کی پیشانی سے نور چمک رہا ہے۔ حضرت کو تعجب ہوا کہ اس لباس اور صورت کو تجلیات نور سے کیا مناسبت ہو سکتی ہے؟ اس قلندر کے پاس تشریف لے جا کر آہستگی سے پوچھا:

''اے مرد خدا! تو اس گروہ میں کیا کرتا ہے؟''

اس نے جواب دیا۔ ''اے زکریا! تا کہ تجھے معلوم ہو کہ ہر قوم میں خدا کا ایک خاص بندہ ہوتا ہے جس کے طفیل اس قوم کے عوام بخش دیئے جاتے ہیں۔''

حضرت شیخ الاسلامؒ نے جو ہر لطیف پا کر اس کی اصلاح کا ارادہ فرما لیا۔ یہ قلندر موصل کے بہت بڑے عالم اور مجذوب تھے۔ سید عبدالقدوس نام تھا اور سید جمال مجرد کی قبر پر انہوں نے قلندری بانا پہنا لیا تھا۔ حضرت شیخ نے قوت باطنی سے اسے لباس قلندری سے نکال کر عالم جذبہ سے عالم سلوک کی طرف پہنچا دیا۔ جب عبدالقدوس نے دل کی کائنات میں یہ تبدیلی محسوس کی تو انہوں نے فوراً قلندرانہ لباس اتار پھینکا اور حضرت کے قدموں میں گر گئے۔ آپ نے انہیں خرقہ خاص سے مشرف کیا اور کئی دن اپنی صحبت میں رکھ کر درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ ہزاروں فاسق و بدکار آپ کے فیضان سے سبیل الرشاد پر فائز المراقم ہوئے۔ مقبرہ آپ کا قصبہ ناین میں ہے جو یزد اور موصل کے درمیان واقع ہے۔ (رحمتہ اللہ علیہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے بڑی سیاحت فرمائی تھی۔ اس فقیر نے تیرہ سو اسی مشائخ کبار کی زیارت کی ہے۔ لیکن شیخ الاسلام ملتانیؒ نے مجھ سے بھی زیادہ مشائخ دیکھے تھے۔ ایک مرتبہ ان کا گزر ایسے شہر سے ہوا جہاں ایک بڑی غار تھی۔ جب کوئی شخص فوت ہوتا' تو اس کی لاش کو اس غار میں چھوڑ آتے تھے اور ساتھ ہی ایک زندہ آدمی وہاں بٹھا آتے تا کہ دیکھ سکے کہ مردے پر کیا گزرتی ہے؟ ایک دن ایک شخص فوت ہوگیا۔ جب اس کی لاش کو غار کے دہانے پر لے گئے تو شیخ الاسلام بہاء الدین ملتانیؒ نے درخواست کی کہ آج مجھے یہاں چھوڑ جاؤ۔ چانچہ وہ حضرت کو مردے کے ہمراہ غار میں بند کر کے چلے آئے۔

marfat.com

جب کچھ رات گزری تو عذاب کے فرشتے مردے کو عذاب دینے کے لیے آ پہنچے۔ لاش حرکت میں آئی اور مردہ اٹھ کر حضرت کے قدموں میں آ پڑا۔ اسی وقت ایک غیبی آواز سنی گئی:

''اسے چھوڑ دو! ہم نہیں چاہتے کہ اس شخص کو عذاب کریں جو شیخ الاسلام بہاء الحق والدین ابو محمد زکریا کی حمایت میں آ چکا ہو۔''

فرشتے اسی وقت واپس لوٹ گئے۔ فرماتے ہیں کہ یہ ندا غار کے آس پاس رہنے والوں نے بھی سنی۔ شہر بھر میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ لوگ حضرت کی زیارت کو دوڑے مگر شیخ الاسلام غار سے نکل کر کسی نا معلوم سمت کو چل دیئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک روز شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ علماء بخارا سے گفتگو میں مصروف تھے۔ ولایت کے بارے میں بحث ہو رہی تھی۔ معاملہ خاصہ طویل ہوگیا۔ انجام کار فیصلہ یہ ہوا کہ ولی وہ ہے جو خود بھی یہاں خانہ کعبہ کا مشاہدہ کرے اور دوسروں کو بھی اس کی زیارت کرائے۔ اسی وقت شیخ الاسلامؒ مرتبہ میں چلے گئے کچھ دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا۔ یاران من ذرا آنکھیں بند کر لو۔ سب نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر فرمایا: اب آنکھیں کھول لیجئے۔ حاضرین نے جونہی آنکھیں کھولیں' کعبہ کو سامنے پایا۔

محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرت شیخ الاسلامؒ بخارا میں مقیم تھے۔ وہاں اس قدر قحط پڑا کہ آدمی' آدمی کو کھانے لگ گیا۔ شہر کے علماء و مشائخ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے طے کیا کہ سب مل کر شیخ الاسلامؒ سے دعا کے لیے درخواست کریں۔ چنانچہ تمام آبادی حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی خدا سے بارش کے لیے دعا کیجئے۔

شیخ الاسلام منبر پر چڑھ گئے اور سر سے کلاہ مبارک اتار کر آسمان کی جانب نگاہ کی اور عرض کی:

marfat.com

''اے بار الٰہا! اگر شیخ الشیوخ نے یہ کلاہ شریف صدق اور اخلاص سے میرے سر پر رکھی ہے اور میں نے بھی دین ودنیا کی سعادت سمجھ کر اسے اخلاص سے قبول کیا ہے تو اس کی برکت سے بارش برسادے۔''

ابھی یہ جملہ ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ آسمان پر گرج سنائی دی اور اس قدر بارش ہوئی کہ سات روز تک شہر میں پانی کھڑا رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ جب شیخ الاسلامؒ سمرقند میں پہنچے' وہاں جذامیوں کا ایک گروہ غار میں آباد تھا۔ اتفاق سے ایک روز آپ وہاں جا نکلے۔ انہوں نے جب ایک نورانی چہرہ کو اپنے سامنے پایا' تو وہ بے تحاشا حضور کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

''تم لوگ کیا چاہتے ہو؟''

عرض کی۔ حضرت کی دعا چاہتے ہیں۔ تاکہ اللہ جل شانہ وتعالیٰ اپنے رحم وکرم سے یہ مرض دور کر دے۔ حضرت شیخ لاسلامؒ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ندا آئی۔

''اے بہاء الدین! یہ گروہ زیر عتاب ہے۔ ان کا معاملہ پیش نہ کر۔''

حضرت کی ذات میں کرم اور رحم کا مادہ زیادہ تھا۔ مولا کی جانب میں دوبارہ گڑگڑا کر عرض کی:

''اے ارحم الراحمین! اگر تیری ذات ان پر رحم نہیں کرے گی تو یہ اور کس دروازے پر جائیں گے۔''

رحمت الٰہی جوش میں آئی اور حضرت کی درخواست منظور ہو گئی۔ وہاں ایک حوض پانی سے بھرا ہوا موجود تھا۔ آپ نے جذامیوں کو اس میں غسل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ طرفتہ العین میں سب کے سب شفایاب ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا سراندیپ کی طرف تشریف لے گئے۔ سال بھر ایک پہاڑ پر قیام رہا۔ ایک دن ایک بوڑھا آدمی لکڑیوں کا پشتارہ اٹھائے پاس سے گزرا۔ یہ ایک غریب الحال اور عیالدار شخص تھا۔ گھر میں جوان لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ اس قدر رقم پاس نہ تھی کہ رخصتی کے فرائض سے سبکدوش ہو سکتا۔ اس پر شیخ کی نظر جا پڑی۔ پاس بلا کر لکڑیوں کے پشتارے پر ہاتھ پھیرا' وہ لکڑیاں سونا بن گئیں۔ فرمایا:

''مجھے تمہاری خاطر یہاں بٹھایا گیا تھا' تاکہ تمہارا کام انجام دوں۔''

یہ کہہ کر حضور وہاں سے چل پڑے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر فرماتے ہیں کہ سلطان شمس الدین التمش کے دربار میں ایک مرتبہ چند علماء اور مشائخ جمع تھے انہوں نے متفقہ طور پر شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ سے سوال کیا کہ آدمی کی نظر کیمیا کیسے ہو سکتی ہے؟

شیخ الاسلام نے اپنے تھیلے سے سونے کا ٹکڑا نکال کر میرے حوالے کیا اور فرمایا بازار سے ایک مجہول مطلق کا فر غلام خرید لائیے۔ چنانچہ میں بازار گیا اور مجھے جو شکل وصورت میں مکروہ اور عقل کا غبی نظر آیا' خرید کر آپ کی خدمت میں لے آیا۔

حضرت شیخ الاسلام نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر کلمہء توحید پیش کیا۔ غلام نے کلمہء پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

شیخ نے اس کی پشت پر تھپکی لگائی اور فرمایا:

''حضرات علماء تجھ سے جس علم کی بابت سوال کریں' جواب دے اور تو بھی ان پر سوال کر کہ تجھے میں نے اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا ہے۔''

غلام سیدھا ہو بیٹھا۔ علماء نے اس پر سوالات کرنے شروع کیے۔ وہ ہر سوال کا شافی جواب دینے لگا۔ یہاں تک کہ علماء اور مشائخ از خود چپ ہو گئے۔ اس کے بعد اس غلام نے علماء پر ایک سوال کیا۔ وہ جواب نہ دے سکے۔ انجام کار انہوں نے اس سے کہا کہ

marfat.com

آپ ہی اس سوال کا جواب ارشاد کریں۔ نے بحثیت استاد کے ان سب کو اس کا جواب ذہن نشین کرایا۔

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ نے فرمایا کہ آدمی کی نظر اس طرح کیمیا کا اثر دکھاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ غلام اس طرح کئی سالوں تک دہلی میں درس دیتا رہا۔ بڑے بڑے علماء اس کے آگے آ کر گھٹنے ٹیکتے تھے۔ کسی کو اس کے سوالوں کے جوابات دینے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلامؒ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی وقت مجلس سماع ترتیب دی گئی۔ دونوں بزرگوار وجد میں آئے۔ کہتے ہیں کہ آٹھ پہر تک رقص میں مصروف رہے۔ کسی کو اپنے تن بدن کا ہوش تک نہ تھا۔ یہی ایک مصرعہ ورد زبان تھا۔

حاجی بسوئے کعبہ رود من بسوئے دوست

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ یہ ان اولیاء اللہ کی آخری ملاقات تھی۔ پھر ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلامؒ نے سفر کے دوران میں ایک امام کے پیچھے نماز ادا کی اور سلام کے بعد امام کو ایک گوشہ میں لے جا کر فرمایا:

''امام صاحب یہ کیسی نماز ہے کہ کچھ عرصہ آپ ہرن کے پیچھے بھاگ بھاگتے رہے' کچھ دیر آپ نے کھیتوں کی دیکھ بھال کی۔ کچھ عرصہ آپ مہمان کے پاس رہے۔ کچھ وقت گھر میں گزارا۔ یہ موحدوں کی نماز نہیں' بلکہ بچوں کا کھیل ہے۔ اس کے بعد حضرت نے یہ اشعار پڑھے۔

تن درون نماز و دل بیروں
کشتہاے کنی ز نادانی

marfat.com

ایں چنیں حالت پریشان را
شرم ناید نماز مے خوانی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک دفعہ جبکہ شیخ الاسلامؒ فقرا کے جمگھٹ میں بیٹھے تھے۔ شیخ حمیدالدین نے سوال کیا: حضرت کیا وجہ ہے کہ جہاں خزانہ ہوتا ہے' وہاں سانپ بھی ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے۔ ''گنج بامار باشدوگل باخار'' حالانکہ سانپ اور دولت میں نہ صوری نسبت ہے نہ معنوی۔

فرمایا:

''بے شک سانپ اور مال میں صوری نسبت نہیں ہے' لیکن معنوی نسبت ضرور ہے۔ کیونکہ سانپ زہر کے باعث مہلک ہے اور مال بھی آدمیوں کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔''

شیخ حمیدالدین نے اچھل کر فرمایا:

''یعنی مال بھی سانپ کا حکم رکھتا ہے اور جس شخص نے مال و دولت جمع کر رکھی ہے' گویا اس نے سانپ پال رکھا ہے۔'' شیخ حمید الدین کا یہ طنز حضرت شیخ الاسلامؒ پر تھا۔ کیونکہ آپ اسلامی دنیا کے بہت بڑے امیر بھی تھے۔ وہ درویش جو خشک زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ حضرت کے تمول کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ سمجھ رہے تھے۔ کہ اس گفتگو سے متکلم کا منشاء کیا ہے۔ اس لیے فرمایا:

''مال اگرچہ ماراست' اما کسے کہ افسون مار دانستہ باشد مار اور ازیاں نمے کند۔''

یعنی جس شخص کو سانپ کا افسوں آتا ہو' اسے اس سے کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔

شیخ حمیدالدین نے برجستہ جواب دیا:

''آخر ایسے پلید اور زہر دار کیڑے کے پالنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ آدمی جھاڑ پھونک کا محتاج ہوتا پھرے۔''

چونکہ حضرت شیخ کے مرشد طریقت بھی اپنے عہد کے امیر کبیر تھے' اس لیے یہ جملہ ان کی ذات پر بھی اثر انداز ہوتا تھا۔ بنابریں حضرت نے فوراً مراقبہ کیا۔ حضرت شیخ الشیوخ کی روح پرفتوح نے فرمایا:

marfat.com

''اے بہاء الدین ! حمیدالدین سے کہہ دیجئے کہ آپ کی درویشی اس قدر حسن و جمال نہیں رکھتی کہ اسے نظر بد کا احتمال ہو لیکن ہماری درویشی کو وہ جمال و کمال حاصل ہے کہ اگر اس کے چہرے پر سیاسی کا تلک نہ لگائیں تو نظر لگ جانا لازمی ہے۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایران کی سرزمین سے چند درویش حضرت شیخ الاسلامؒ کی زیارت کے لیے ملتان کو چلے آتے تھے' جب کوہ سلیمان کی تلہٹی میں پہنچے' چند چڑیوں نے جو یہاں کسی درخت پر بیٹھی چہچہا رہی تھیں۔ درویشوں کو گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا۔ ایک نے کہا۔ ''یہ درویش شیخ زکریاؒ کو ملنے ملتان جا رہے ہیں۔

دوسری بولی : مگر ان کا تو آج انتقال ہو چکا ہے۔ تیسری چڑیا نے افسوس کرتے ہوئے کہا: آہ! بے چاروں کا یہ سفر رائیگاں گیا۔'' درویش ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک درویش بولا: صاحبو! جب شیخ ہی نہیں رہے' ملتان جانے کی کیا ضرورت ہے؟ چلو واپس چلیں۔

ایک درویش نے کہا: دوستو! اگر شیخ کی زیارت ہماری قسمت میں نہیں رہی تو کیا ہم ان کی قبر پر فاتحہ بھی نہ پڑھیں! نہیں نہیں ! ہمیں ملتان ضرور جانا چاہیے۔ دوسرے تمام درویشوں نے بیک زبان جواب دیا۔ یہ گروہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ملتان آ گیا۔ درویش قلعہ کے بڑے دروازے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتے خانقاہ معلیٰ پر پہنچے۔ وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے ہیں۔ درویش حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ کیا معصوم پرندے بھی جھوٹ بول سکتے ہیں؟

حضرت شیخ الاسلامؒ نے کشف کے ذریعہ ان کے دل کا تردد معلوم کر لیا۔ جب وعظ ختم ہوا اور درویش قریب پہنچ کر قدم بوس ہوئے تو فرمایا: ''یاران! تعجب نہ کرو۔ تم نے جو کچھ راستے میں سنا وہ بھی صحیح تھا اور جو کچھ اب دیکھ رہے ہیں' یہ بھی درست ہے۔''

درویشوں کے ماتھے پر فکر کے آثار ظاہر ہوئے' وہ سوچ میں پڑ گئے کہ دونوں باتیں درست کیسے ہو سکتی ہیں؟ حضرت شیخ الاسلامؒ نے انہیں پھر مخاطب کیا اور فرمایا:

marfat.com

''ایک لحہ اس فقیر پر ایسا آیا تھا کہ اس کا دل خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تھا۔ جس پر فرشتوں نے مشہور کر دیا کہ بہاء الدین مر گیا۔ چڑیوں نے یقیناً کسی فرشتے سے یہ بات سنی ہو گی۔ (حاشیہ اردو ترجمہ کشف المحجوب از مترجم)

اللہ اللہ ! یہ وہ باعظمت لوگ تھے جو خدا کی یاد میں غافل ہونے کو موت سے تعبیر کرتے تھے۔ اسی واقعہ سے ان کی عبادت وریاضت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک دفعہ حضرت گنج شکرؒ اور حضرت شیخ الاسلامؒ بغداد کہنہ کی مسجد کہف میں بیٹھے تھے۔ چند بزرگ عشق کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک صاحب نے کہا:

''عشق ایک سلطنت ہے جس کا دارالخلافہ شوق ہے۔ اس میں تخت کے اوپر رضا'' کے ہاتھ میں نرگس وصال کی ایک شاخ ہے جس پر تیغ ہجر اور خنجر فراق کا پہرہ ہے اور اگر کوئی ادھر کا رخ کرتا ہے تو اس پر خنجر اور تلوار کے وار شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک دقیقہ وصال کا میسر آ جائے تو ان تلواروں اور خنجروں سے سینکڑوں اسرار منکشف ہوئے ہیں۔ پس اے دوستو! جسے عشق کی دولت حاصل ہے' اگر اسے ہزار خنجر لگیں اور سینکڑوں تلواریں پڑیں۔ خواہ ہزار دفعہ اس کی گردن کاٹیں۔ آہ تک نہیں نکالے گا۔''

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے رقت بھری آواز اور انتہائی سوز وگداز سے یہ رباعی پڑھی۔ اس کے سننے سے ہر دل میں وہ ذوق پیدا ہوا کہ اس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسی طرح ایک مرتبہ جامع امیہ دمشق میں اللہ والوں کی مجلس گرم تھی۔ پانچ سو کے قریب اہل علم موجود تھے۔ دفعۃً شیخ الاسلام تشریف لائے۔ حضرت گنج شکرؒ اتفاق سے اس اجتماع میں شریک تھے۔ آپ کو دیکھ کر تنظیم کے لیے اٹھے اور مل کر وہیں ان کے پہلو میں بیٹھ رہے۔

marfat.com

''عشق و حیرت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ باری باری ہر بزرگ نے عشق کے اسرارو رموز بیان کیے۔ جب شیخ الاسلامؒ کی باری آئی۔ آپ نے فرمایا:

عشق کی تعریف یہ ہے کہ عارف سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہ دیکھے۔ بہشت' ودوزخ' عذاب وثواب اور ما ومنال واصلین حق کے نزدیک.....اتنا کچھ فرمایا تھا کہ آپ تحیر کا عالم طاری ہوگیا۔ یہ رباعی پڑھتے تھے اور بے تابانہ رقص کرتے تھے۔

آں کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند
فرزندو عیال و خانماں راچہ کند
دیوانہ کنی ھر دو جہانش بدہی
دیوانہء تو ھر دو جہاں راچہ کند

آپؒ کے ساتھ اولیائے کرام کے عشق کی دبی ہوئی چنگاری بھی بھڑک اٹھی۔ وہ بھی محبت کے ناپیدا کنار سمندر میں کھو گئے۔ ''دیوانہء تو ہر دو جہاں راچہ کند'' پڑھتے تھے اور بے اختیار جھوم جھوم جاتے تھے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ملتان سے ایک بزرگ ہمارے پاس آئے انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز شیخ الاسلامؒ زکریا ملتانیؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ غلبات شوق میں سر بسجود ہوکر یہ فرماتے تھے کہ ''عشق اندر آیا اور اس نے اپنے سوا باقی سب کو نکال دیا اور ہمارا بھی نشان مٹا دیا۔'' میں نے شمار کیا تو حضرت نے ٹھیک سو مرتبہ سجدہ کیا اور یہی فرمایا۔

حضرت گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ پر عشق ومحبت اور جذبات وسکر کی کیفیت طاری تھی۔ آپ نے فرمایا:

''دوستو! جب عاشق حقیقی کے دل سے آہ نکلتی ہے تو آتش عشق سے تمام دنیا جل کر خاکستر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ کوئی آگ آتش محبت سے زیادہ جلانے والی نہیں۔ اس وقت آپ نے یہ رباعی کہی اور ایک مہینہ تک حیرت کے سمندر میں کھوئے رہے۔

marfat.com

عاشقاں ہر دو جہاں بے بیک جو نخرند
ہر زماں خستہ دلاں تیر بلارا سپرند
شرف آنروز کہ غوغا بقیامت باشد
عاشقاں برودرگاہ تماشا نگر ند

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت گنج شکرؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ شیخ الاسلامؒ بہاء الدین زکریا پر عشق و اشتیاق کا عالم طاری تھا۔ اسی حالت میں فرمایا:

قیامت کے دن بعض عاشقوں کی گردن میں نور کی زنجیر ڈال کر فرشتے بہشت کی طرف کھینچیں گے۔ مگر وہ لوگ زنجیر کو ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے عرش کے نیچے کھسک جائیں گے کہ دیدار الٰہی سے دل کو ٹھنڈا کریں۔ پھر حکم ہو گا کہ نور کی اور زنجیریں ڈالی جائیں۔ چنانچہ ان کی گردن میں اسی ہزار زنجیریں اور ڈالی جائیں گے۔ مگر پھر بھی یہ کھینچیں گے اور شور مچائیں گے۔ اس وقت ندا آئے گی کہ دیدار کا وعدہ تو بہشت میں تھا۔ اس وقت یہ لوگ بہشت میں داخل ہو کر دلی مقصد سے شاد کام ہوں گے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت گنج شکرؒ کی ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ میں اور قطب العلمین سید جلال بخاری برادر مولانا بہاء الدین زکریاؒ کے پاس بیٹھے تھے۔ اس وقت حضور عالم مشاہدہ و مکاشفہ میں تھے۔ جب محبت کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے تو عین اس حالت میں اپنے محبوب حقیقی سے درخواست کی:

یا رب اعطنی خیرا من الدارین و مافیھا
آواز آئی: انت قطب العلمین (آپ جہانوں کے قطب ہیں)
عرض کی: زدنی یا رب (اے رب مجھے اس سے بھی زیادہ عنایت کیجئے)
جواب ملا: انت غوث العلمین (آپ جہانوں کے غوث ہیں)

marfat.com

پھر عرض کی: زدنی یا رب (اے رب! مجھے اس سے بھی زیادہ عنایت کیجئے)

جواب ملا: بعد هذا درجة الانبياء وليست الرسالة بعد ختم الانبيا ولمرسلين محمد المصطفى ﷺ ولكن اعطيتك اسماء من اسمائى انت الشيخ الكبير المنير ولله الاسماء الحسنى فادعوه بها۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلامؒ عالم مکاشفہ میں تھے۔ احوال عالم کے علم و اطلاع کے بعد آپ پر اس قدر خوف دہراس چھایا کہ اٹھ کر حجرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اور توبہ استغفار کے لیے سجدے میں گر گئے۔ اتنی گریہ وزاری کی کہ مصلیٰ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ کئی دن اسی حالت میں گزر گئے۔ ہائے! ہائے کی مسلسل دردناک آواز آرہی تھی۔ جس سے لوگوں کے دل مگر کسی کا عرض قبول نہ ہوا۔ انجام کار حضرت کے پیارے پوتے شیخ رکن الدینؒ کو لے آئے۔ انہوں نے دو تین مرتبہ زور سے پکارا:

''دادا جان! دروازہ کھولیے.....۔''

شیخ الاسلامؒ فرط محبت سے اٹھے اور حجرہ کا دروازہ کھول دیا۔

شیخ رکن الدینؒ نے دیکھا کہ خدا شناس آنکھیں کثرت مجاہدہ سے سوج آئی ہیں اور ان سے آنسوؤں کی بجائے خون کے قطرات ٹپ ٹپ گر رہے ہیں۔ عرض کی: حضور! اس گریہ وزاری کا سبب کیا ہے؟

فرمایا: بیٹا! میں نے عالم مکاشفہ میں دیکھا کہ ایک شخص بہاء الدین جو زہد ورع میں صاحب کمال اور علم وعمل میں یگانہ روزگار تھا۔ فوت ہو گیا۔ اس کی عبادت و طاعت کسی کام نہ آئی۔ اس کے تمام اعمال اس کے منہ پر مارے گئے اور ایمان سلب کر لیا گیا۔ یہ حال دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہوا کہ خدا جانے اس فقیر بہاء الدین سے کیا سلوک ہو گا؟ دوسرا یہ کہ روز میثاق جب تمام ارواح خداوند کریم کے حضور پیش ہوئی۔ ارشاد ہوا۔ الست بربکم؟ جواب عرض ہوا ''بلیٰ'' حکم ہوا۔ ''میں تمہارا معبود ہوں' مجھے سجدہ کرو!''

marfat.com

پہلے حکم پر کئی سجدے میں چلے گئے اور کئی کھڑے رہے۔ دوسرے پر پہلے لوگوں کے ساتھ کئی اور بھی شریک ہو گئے' یہ سب مخلصین کہلائے۔ اول مسعود آخر محمود لیکن جنہوں نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ ''خسر الدنیا والاٰخرۃ'' کے مصداق بنا دیئے گئے۔ خدا معلوم یہ ناچیز کس گروہ میں تھا؟ حضرت رکن عالمؒ اس وقت اگرچہ کمسن تھے لیکن مادرزاد ولی تھے اور قطبیت عظمیٰ کے درجہ پر فائز تھے۔ آپ نے عرض کی:

''دادا جان! آپ ہر دو امور کی بابت تسلی فرمائیں۔ کیونکہ حضور کی روح مخلصین کے اس گروہ میں سے ہے جس نے ہر دو مرتبہ خلوص دل سے سجدہ کیا اور اپنے مالک حقیقی کو وحدانیت اور یگانگت میں پہچانا۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ آپ کی روح اغواث کی صفت میں تھی اور میں اقطاب کی صف میں تھا۔ میں نے چاہا کہ انبیاء علیہم السلام کی صف میں جا رکر کھڑا ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوا کہ ''رکن الدین'' کو اس صف سے ہٹادو۔ حضرت جبرائیل نے ایک پر لگایا' جس سے میرا پاؤں زخمی ہو گیا۔ میں اقطاب کی صف میں لوٹ آیا اور آپ کی روح پرفتوح کو دیکھا کہ اغواث کی صف میں کھڑی رب العزت کی حمد وثنا کر ہی تھی۔''

قطب الاقطاب کے بیان سے شیخ الاسلامؒ کی تسلی ہوئی۔ اسی وقت ''جبین نیاز'' ادائے شکر کے لیے خاک عبودیت پر رکھ دی اور پھر باہر تشریف لا کر مشتاقان جمال شربت دیدار سے شاد کام فرمایا۔

بعض مشائخ کرام نے سلوک کے سو مراتب مقرر کیے ہیں اور کشف و کرامات کو سترھواں درجہ دیا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک کامل مرد وہ ہے جو اپنے تئیں سترھویں درجے پر کشف نہ کرے۔ اگر کرے گا تو آگے ترقی نہیں کر سکے گا۔ اگر سویں درجے پر پہنچ کر کشف کرے' تو جائز ہے۔ حضرت بایزیدؒ اور شاہ شجاع کرمانیؒ نے سلوک کے پچاس مراتب مقرر کئے ہیں۔ جن میں دسواں درجہ کشف وکرامات کا

marfat.com

ہے۔ جو درویش دسویں مرتبے پر پہنچ جائے' وہ ان کے نزدیک صاحب کشف و کرامات ہے۔ خواجگان چشت اہل بہشت نے سلوک کے پندرہ مراتب مقرر کئے ہیں۔ جن میں پانچواں درجہ کشف وکرامات کو دیا ہے۔

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ اپنی کتاب ''اعلام اللہ'' میں لکھتے ہیں:

''ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں اولیاء اللہ ہیں۔جن سے کرامات صادر ہوتی ہیں۔ اس طرح ہر ایک رسول کے زمانے میں ان کے تابعین ہوتے تھے۔ جن سے کرامات وخرق عادات ظاہر ہوا کرتے تھے۔ اولیاء کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہے۔لیکن جو شخص کہ احکامات شرعیہ کا ملتزم نہیں اور اس کے ہاتھ پر خرق عادات کا ظہور ہو تو ہمارے اعتقاد میں وہ شخص زندیق اور بے دین ہے اور جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے' وہ مکر و استدراج ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

چند کرامات

محبوب الٰہی دہلوی فرماتے ہیں کہ جب اولیاء اللہ شوق کے غلبات میں ہوتے ہیں تو ''سکر'' کے عالم میں ان سے خوارق کا ظہور ہوتا ہے۔لیکن جو کامل ہیں ان سے کسی قسم کا بھید ظاہر ہونے نہیں پایا۔ ع

مرداں ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ کرامت درویشی کے لئے حجاب کا مرتبہ رکھتی ہے۔جن لوگوں نے درویشی کا معیار کشف و کرامات مقرر کر رکھا ہے' انہیں یہ سن کر مایوسی ہوگی کہ مستقیم الاحوال درویشوں سے خوارق اور کرامات کا اظہار بہت کم ہوتا ہے۔ اس موقع پر حضرت محبوب الٰہی نے شیخ سعدالدین حمویہؒ کی ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے کہ آپ کے ملک کا بادشاہ ایک دفعہ آپ کو ملنے آیا۔ حضرت کے آگے سیبوں سے بھرا ہوا تھال رکھا ہوا تھا۔ آپ سیب چاقو سے کاٹ کاٹ کر خود بھی کھا رہے تھے اور بادشاہ کو بھی کھلا رہے تھے۔ تھال میں ایک سیب سب سے بڑا پڑا تھا۔ بادشاہ کی نظر اس پر پڑی تو اس نے خیال کیا کہ اگر شیخ میں کچھ کرامت اور صفائی ہے' تو وہ سیب اٹھا کر مجھے دیں گے۔

جونہی بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا۔شیخ نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیب اٹھا لیا اور بادشاہ کی طرف مخاطب ہوکر اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا۔ فرمایا:

''ایک دفعہ میں سیر کرتے کرتے ایک شہر میں جا نکلا۔وہاں ایک قلندر کو تماشا کرتے دیکھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو

marfat.com

رہے تھے' میں بھی چلا گیا۔ دیکھا کہ اس نے ایک گدھے کی آنکھیں کپڑے سے باندھ رکھی ہیں۔ اسی اثناء میں قلندر نے ایک انگوٹھی جیب سے نکال کر ایک شخص کے حوالے کی اور تماشائیوں سے کہا۔ اب یہ گدھا بتائے گا کہ انگوٹھی کس کے پاس ہے۔ پھر گدھے کو پکڑ کر اس مجمع میں پھرایا۔ وہ ہر ایک کو سونگھتا تھا اور آگے بڑھ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ انگوٹھی والے آدمی کے پاس پہنچا تو اسے سونگھ کر ٹھہر گیا۔ قلندر نے اس آدمی سے انگوٹھی لے لی۔"

حکایت ختم کرنے کے بعد شیخ نے بادشاہ سے فرمایا:

"اگر لوگ کرامت یا کشف دکھائیں تو اس گدھے کی مانند ہیں اور اگر نہ دکھائیں' تو تم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ درویش صفائی اور کرامت سے خالی ہے۔"

یہ کہہ کر سیب اس کی طرف پھینک دیا۔ بادشاہ بڑا شرمند ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صاحب فوائح العرفان نے صفحہ ۹۸ پر اس امر کو صاف طور پر واضح کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اگر چہ اہل کمال کے نزدیک کشف و کرامات کی کچھ وقعت نہیں' لیکن جو عارف مخلوق کے افاضہ اور تلقین پر مامور ہو' اس سے خرق عادت باتیں سرزد ہوتی ہیں۔ جن سے لوگوں کا اعتقاد ان کے حق میں راسخ ہو۔ اس سے ان کے کمال میں کچھ نقصان پیدا نہیں ہوتا۔ خلاف اس کے سالک کے لئے جو بھی منازل راہ طے کر رہا ہو' ظہور خرق عادت خلل کا باعث ہوتا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

حضرت شیخ الکبیر گنج شکرؒ فرماتے ہیں:

دو شخص ابتداء میں غلباتِ شوق کی وجہ سے اسرار ظاہر کر دے۔ وہ اس کی خام کاری ہے' کیونکہ جہاں تک نگہداشت کی حد ہے وہاں تک اسے محفوظ رکھنا ہی چاہیے' لیکن جب درویش دوست کے اسرار سے مالا مال ہوجائے۔ اس وقت اگر اس کی زبان سے کوئی بات نکل جائے تو کوئی ہرج نہیں۔ کیونکہ جب جگہ ہی نہ رہے' تو وہ پھر کیا کرے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ:

"شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ہفتاد ہزار علوم درویشی مرتب کردہ بود و آں جملہ را بکردار رسانیدہ بودند۔ مرتبہ ایشاں بداں غایت رسیدہ بود کہ اگر نظر در آسمان مے کردند عظمت عظیم بدیدے۔ اگر نظر در زمین کر دے تا تحت الثریٰ معلوم گردیدے دبارہا فرمودے کہ رتبہ درویشی ازیں بیشتر است اگر گویم شنوندگان را زہرہ آب شود وایں ادنیٰ مرتبہ درویشی است۔"

"یعنی شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ نے درویشی کے ستر (۷۰) ہزار علوم طے کر لئے تھے اور ان تمام پر اپنے عمل کو حدِ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ انہیں اتنی روحانی قوت حاصل ہوچکی تھی کہ اگر آسمان کی جانب نظر اٹھاتے۔ عظمت عظیم بے حجاب مشاہدہ کرتے اور اگر زمین پر نظر کرتے تو تحت الثریٰ تک کی چیزیں دکھائی دینے لگتیں۔ بایں ہمہ وہ بارہا فرماتے تھے کہ درویشی کا مرتبہ اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ اگر کہہ ڈالوں تو سننے والوں کا زہرہ آب ہوجائے۔ یہ تو درویشی کا ادنیٰ درجہ ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

ایک دفعہ شیخ المشائخ' فریدالدین گنج شکرؒ کے ساتھ شریکِ سفر تھے۔ اچانک شام کے وقت کسی ایسے دریا پر جا پہنچے' جہاں کشتی وغیرہ کا انتظام نہ تھا۔ حضرت گنج شکرؒ بلا تامل آگے بڑھے اور سطح آب پر چلنے لگے۔لیکن حضرت شیخ الاسلامؒ دل سے فتویٰ لینے کے لئے رُک گئے کہ کرامت کا اظہار کروں یا نہ کروں۔

حضرت گنج شکرؒ نے کشف کے ذریعے حضرت کے اس تردد کو معلوم کر لیا۔ فرمایا:

''بھائی صاحب! یہ مقام بے حد خطرناک ہے۔ چوروں کا مسکن ہے۔یہاں کرامت کے اظہار میں کوئی حرج نہیں' بلاتکلف چلے آیئے۔'' یہ سن کر حضرت نے بھی سطح آب پر قدم رکھا اور طریفۃ العین میں دریا عبور کر گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ ملتان میں عبداللہ نامی روم سے کوئی درویش آیا۔ شہر بھر میں اس کی کرامتوں کا چرچا ہونے لگا۔ حضور کو علم ہوا تو حیران ہو کر فرمایا:

''یہ شعبدہ باز کہاں سے ٹپک پڑا؟''

خود بنفسِ نفیس اس کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا:

''کھڑے ہو کر دوگانہ ادا کرو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم نماز کس طرح پڑھتے ہو؟''

شیخ عبداللہ آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر کھڑے ہو گئے اور دوگانہ ادا کیا' مگر دو قدموں کے درمیان فاصلہ ذرا زیادہ رکھا۔

آپ نے فرمایا:

''دوبارہ پڑھو! قدموں کا فاصلہ زیاد ہے۔''

وہ دوبارہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا۔ مگر اس نے جتنی کوشش کی' قدموں کے فاصلہ کو درست نہ کر سکا اور اس کی ساری شیوخت کرکری ہو کر رہ گئی۔

marfat.com

آپ نے فرمایا:

''اُچ تشریف لے جایئے اور وہاں قیام کیجئے۔''

چنانچہ عبداللہ رومی وہاں چلے گئے اور آپ کی توجہ سے بڑے مرتبہ پر پہنچے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت محبوب الٰہی دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ شریعت کے معاملے میں بڑے متشدد تھے۔ ان کے زمانے میں علی کھیری نامی ایک شخص ہو گزرا ہے' جس درویش میں عشق اور درد نہ ہوتا۔ یہ اس کا معتقد نہ ہوتا۔ خواہ وہ کتنا زاہد اور عابد کیوں نہ ہوتا۔ علی برملا کہہ دیتا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ اس میں عشق نہیں۔ اس کی زبان سے بات تک درست نہیں نکل سکتی تھی۔ اس لئے عشق کو ''اشک'' کہتا تھا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی شہرت سن کر حاضر ہوا اور جو کچھ سن کر آیا تھا' اس سے زیادہ پایا۔ دلی عقیدت سے مرید ہوگیا۔ حضرت نے اسے اوراد و وظائف تلقین کئے اور وہ شہر کے باہر جا کر ایک حجرے میں معتکف ہوگیا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلامؒ سیر کرتے ہوئے اس کے پاس چلے گئے اور دروان گفتگو علی کھیریؒ نے مٹی کا ایک ڈھیلہ زمین پر دے مارا' جس سے وہ زر خالص بن گیا۔ حضرت شیخ الاسلام نے فوراً آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا:

یا غفور! یا غفور!! یا غفور!!!۔ علی! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

یہ کہہ کر آپ لوٹ آئے۔

دوسری مرتبہ جب ملنے گئے' تو شام کا وقت تھا۔ علی کھیریؒ نے چراغ کو ذرا سا اشارہ کیا' وہ جگمگا اٹھا۔ شیخ الاسلامؒ کو ملال پیدا ہوا کہ یہ عجیب آدمی ہے' جو مجھے طرح طرح کے تماشے دکھا رہا ہے۔ فرمایا:

''علی! شاید تجھے نفس امّارہ نے لے لیا ہے!'

یہ کہہ کر آپ چلے آئے۔ لیکن علی کھیری کا برا حال ہوا۔ واقعی اسے نفس امّارہ نے شکنجہ میں کس لیا۔ وہ طرح طرح کے مکروہات میں پھنس گیا۔ منجملہ ان کے ایک جوع البقرِ کا

marfat.com

عارضہ تھا کہ کھاتے کھاتے پیٹ نہ بھرتا۔ نہ عبادت میں لطف آتا اور نہ ہی وہ ذوق وشوق باقی رہا۔ ناچار تنگ آ کر بنگال کا رُخ کیا۔ یہاں حضرت سید جلال الدین تبریزیؒ مقیم تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا حال عرض کیا۔

آپ نے فرمایا: بھائی! جب تک تمہارے واسطے شیخ الاسلام اجازت نہ دیں' بندہ دعا نہیں کرسکتا۔

علی کھیری کو اس جواب سے سخت مایوسی ہوئی کہ اتنے دور دراز کے فاصلے پر جانے کو کون تیار ہوگا؟

شیخ نے ایک کاغذ پر لکھا:

''راندۂ آں برادر بما آمدہ است۔ اگر رخصت آں برادر باشد در حق اُو دُعا کنیم۔''

اس خط کو حضرت نے مصلّے کے نیچے رکھ دیا اور کھڑے ہوکر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر مصلّی اٹھا کر دیکھا' تو اس کی پشت پر یہ الفاظ مرقوم تھے۔

''چوں بطرف شمار فتہ است اگر ازاں فعل توبہ کند درحق او دعا بکنید۔''

شیخ جلال الدین نے پوچھا:

''اے علی! توبہ کرتے ہو؟''

عرض کی:

''ہاں! قبلہ توبہ کی۔''

اس پر شیخ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور علی کھیریؒ خواجہ علی ہوگیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا نے غلباتِ شوق میں یہ منادی کرا دی کہ ''آج جو شخص میرا منہ دیکھ لے گا۔ میں ضامن ہوں کہ قیامت کے دن اسے دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا۔''

marfat.com

جب یہ آواز اہل اشتیاق نے سنی تو گروہ در گروہ آپ کی زیارت کو جمع ہوئے۔ یہاں تک کہ خانقاہ کا صحن لوگوں سے بھر گیا۔ اس وقت عوام کی سہولت کے لئے آپ نے سواری کا گھوڑا طلب کیا اور سوار ہوکر شہر کو روانہ ہوئے۔ اعلانچی ہر طرف دوڑ پڑے اور جگہ جگہ اس امر کا ڈھنڈورا پٹ گیا۔ تمام شہر اپنا کاروبار چھوڑ کر حضرت کی زیارت کو دوڑا۔ آپ پر عجیب حالت طاری تھی۔ چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور حق بین نگاہیں جمال یار کے عکس کو منعکس کر رہی تھیں۔ آپ ایک ایک سے بڑے تپاک کے ساتھ مصافحہ کرتے اور فرماتے:

''اے بھائی! خدا کی قسم! قیامت کے دن تم دوزخ میں نہیں جاؤ گے۔''

رَہ رَہ کر ارشاد ہوتا:

''ہاں بھائی! جب خداوند کریم نے اپنی مخلوق پر اس قدر انعام کیا ہے' تو میں بخل کیوں کروں؟''

ضعیفی اور عالم پیری کے باوجود شیخ الاسلامؒ نے شہر کے تمام بازاروں کے چکر کاٹے اور محتاجوں اور بوڑھے آدمیوں کے ہاں خود چل کر پہنچے اور انہیں اپنی زیارت کرائی۔

اس وقت دوست نے ایک راز کے ظاہر کرنے کا حکم دیا تھا' اسے کون چھپاتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت گنج شکرؒ فرماتے ہیں' ایک مرتبہ میں اور برادرم مولانا بہاء الدین زکریا ایک ہی جگہ بیٹھے تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ دفعتہً آپ کھڑے ہوگئے اور ہائے ہائے کرکے رونے لگے۔ بار بار ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھتے اور زار زار روتے تھے۔

''میں نے پوچھا' بھائی! یہ کیا حالت ہے؟''

فرمایا: ''اُٹھ کر دیکھیں!''

میں نے کھڑے ہوکر نگاہ کی' تو بغداد کو سامنے پایا اور دیکھا کہ لوگ دروازہ کے باہر شیخ سعدالدین حمویہؒ کا جنازہ پڑھ رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

حضرت شیخ الاسلامؒ کا معمول تھا کہ اگر کوئی غریب الحال سید ملنے کو آتا' تو ایک خلعت اور سات اشرفی مرحمت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قحط کے ایام تھے۔ ملتان کے مضافات کا کوئی کمہار حاضر ہوا اور عرض کی کہ ''میں غریب سید ہوں' بھوکا مر رہا ہوں۔ خدا کے لئے مدد فرمایئے۔''

جونہی اس شخص نے اپنی گفتگو ختم کی' حضرت سر و قد کھڑے ہوگئے۔ بڑے ادب سے اسے اپنی مسند پر لاکر بٹھایا اور غلام کو حکم دیا کہ چودہ اشرفیاں اور دو فاخرہ خلعتیں آپ کو پیش کرو۔''

تمام خدام اور احباب تعجب سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ اس وقت تو ادب سے کچھ عرض نہ کر سکے۔ جب کمہار اشرفیاں اور فاخرہ خلعتیں لے کر چلا گیا' تو ایک خادم نے بڑھ کر عرض کی:

''حضور! یہ تو فلاں گاؤں کا کمہار ہے۔ جھوٹ بول کر حضرت سے اس قدر مال لے گیا۔''

حضرت نے فرمایا:

''تم ٹھیک کہتے ہو' مجھے بھی یہ بات معلوم تھی۔لیکن جب وہ میرے سامنے پیش ہوا' اس کے سر پر رسول اللہ ﷺ کا بابرکت ہاتھ تھا۔ اس وقت میں نے آنحضرت کی ہی تعظیم کی تھی اور اسی وجہ سے عام سادات کے مقابلے میں اسے دگنی نذر پیش کی۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ آپؒ ہاتھی پر سوار ہوکر شہر کو دیکھنے گئے۔ چوک میں ایک سوداگر غلاموں کو فروخت کر رہا تھا۔ اس نے چبوترے پر چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں بیچنے کے لئے کھڑی کر رکھی تھیں۔ آپ نے منشی کو حکم دیا کہ گھر کے لئے ایک لڑکی خرید لو۔ چنانچہ ایک قبول صورت اور ہونہار لونڈیا خرید لی گئی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کے محل میں ایسی بیسیوں خادمائیں پہلے سے موجود تھیں۔ یہ بھی ان کے ساتھ گھل مل گئی۔

marfat.com

دن گزرتے چلے گئے۔ لونڈیا جوان ہوکر بڑی حسین نکلی۔ اس زمانے میں غلاموں کی ہی حکومت تھی۔ خاندانی اونچ نیچ کی گنجائش تک نہ تھی اور پھر شیخ الاسلامؒ کے گھرانے میں جہاں محض ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم کا دور دورہ تھا اور یہ بھی اسی محلسرا کی شان تھی کہ خادمائیں چکی پر سے قرآن ختم کرکے اٹھتی تھیں اور کئی ان میں ایسی باکمال عارفہ تھیں، جن کا سارا وقت ذکر اذکار میں گزرتا تھا۔ بڑی بیگم لونڈیا کے حسن و جمال اور سگھڑ پنے کو دیکھ کر کبھی کبھی دل میں یہ سوچ بیٹھتی تھیں کہ ممکن ہے حضرت شیخ الاسلامؒ نے اسے اپنے کسی لڑکے کے لئے خریدا ہو، چنانچہ ایک دن کسی موقع سے اس کا ذکر حضرت شیخ الاسلامؒ سے کر بیٹھیں۔

''کیا جوان ہوچکی ہے وہ لونڈیا؟''

حضرت نے فکرمند ہوکر پوچھا:

''اچھا آج کھانا اسی کے ہاتھ بھجوانا۔''

چنانچہ دوپہر کو جب حضرت شیخ الاسلامؒ محل سرائے میں تشریف لائے، تو بڑی بیگم نے لونڈیا کو بلا کر حکم دیا کہ حضرت کی خدمت میں کھانا لے جاؤ۔

لونڈیا کو اس سے پہلے کبھی حضرت شیخ الاسلامؒ کی بارگاہ میں حاضری دینے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ وہ خوانچہ اٹھائے بڑے ادب سے پاؤں پر پاؤں رکھتی، دولت خانے میں داخل ہوئی۔ حضرت کی صاحبزادیاں اور پوتیاں پہلے سے حضور کے گرد جمع تھیں۔ حضرت ان سے دل لگی کر رہے تھ۔لیکن جونہی خادمہ پر نظر پڑی، دفعتہً سنجیدہ ہوگئے۔ ایک بار پھر لونڈیا کو دیکھا۔ خوفِ الٰہی سے بدن مبارک پر پسینہ آ گیا اور خدا ترس نگاہوں سے آنسوؤں کے قطرات ٹپک پڑے۔ صاحبزادیوں نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ گھبرا گئیں۔ بڑی بیگم کو اطلاع ہوئی وہ ہانپتی کانپتی تشریف لائیں۔

ابھی تک خادمہ کھانے کا خوان اٹھائے کھڑی تھی اور اسی طرح حضرت شیخ الاسلامؒ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہہ رہے تھے اور بچیاں سہمی ہوئی ایک طرف دُبکی بیٹھی تھیں۔ بڑی بیگم نے قریب پہنچ کر ادب سے پوچھا:

marfat.com

''حضور! یہ کیا حالت ہے؟ لونڈیا کبھی کی کھانا لئے کھڑی ہے۔ کھانا تناول فرمایئے۔''

حضور نے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا:

''بیگم کیا بتاؤں؟ زکریا کے گھر میں ایک لڑکی پلے پوسے' عمر گزارے اور پھر دوزخ کا ایندھن بنے۔ اس سے زیادہ میری بدقسمتی اور کیا ہوسکتی ہے۔''

لونڈیا بڑے غور سے حضور کی تقریر سن رہی تھی۔ جب اسے اپنی بابت یہ انکشاف ہوا تو اس کے ہاتھ سے کھانے کا طبق گر گیا اور وہ چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی۔ خادمائیں دوڑ کر آ گئیں۔ کسی نے جگہ صاف کی اور کئی اس لونڈیا کو اٹھانے لگیں۔

بڑی بیگم نے پھر حضرت کی خدمت میں عرض کی:

''حضور والا! آپ زمانہ کے غوث ہیں۔ اس لونڈی کے لئے دعا فرمائیں۔ ممکن ہے اللہ میاں اس کی تقدیر بدل دیں۔''

حضرت نے فرمایا:

''اے نیک بخت! خدا کی مشیت میں دخل دینا فقراء کا کام نہیں۔ تجھے کچھ علم ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے کی نجات کے لئے دعا مانگی تھی' تو انہیں کیا جواب ملا تھا؟''

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک خادمہ نے آ کر عرض کی:

''حضور! اجودھن سے حضرت فریدالدین تشریف لائے ہیں۔ فرماتے ہیں دوزخن لونڈیا کو میرے پاس بھیج دو۔''

یہ سنتے ہی آپ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا فرمایا:

''میرا بھائی آ گیا۔ لونڈیا کو جلدی بھیجو' وہ نجات کی کوئی راہ ضرور نکال لیں گے۔''

marfat.com

خادمائیں لونڈیا کو حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں لے گئیں۔آپ نے فرمایا:

''اے لونڈیا! پانی کا کوزہ بھرلا۔''

خادمہ پانی کا آفتابہ بھر لائی۔ آپ نے اسے ہاتھوں پر بہا دیا۔فرمایا:

''اور بھر لا۔''

لونڈیا دوسری بار کوزہ بھر لائی۔آپ نے اسے بھی اسی طرح ہاتھوں پر بہا دیا اور فرمایا:

''اور کوزہ بھر لا!''

لونڈیا تیسری دفعہ کوزہ بھر لائی۔آپ نے اس سے وضو کیا اور فرمایا:

''جا مبارک ہو! خدا نے تجھے دوزخ سے نجات دی۔''

لونڈیا دوڑتی ہوئی شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں پہنچی۔ آپ اسے دیکھتے ہی سجدے میں گر گئے اور خداوند کریم کا بڑا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد باہر تشریف لا کر حضرت گنج شکرؒ سے ملے اور فرمایا:

''بھائی! آپ نے کمال کیا' تین کوزوں سے لونڈیا کی قسمت بدل ڈالی۔''

حضرت فریدالدینؒ نے مسکرا کر عرض کی:

''ہاں بھائی! آج طبیعت ذرا اداس تھی۔آپ کے گھر کا حال معلوم کرنا چاہا۔مراقبہ میں سر جھکایا ہی تھا کہ حزن و ملال کا نقشہ نظروں میں پھر گیا۔ آپ کی محتاط طبع کا تو علم تھا' اس لئے افتاں و خیزاں اپنے آپ کو یہاں پہنچایا۔ الحمد للہ! کہ محنت بر آئی اور پانی کے چند کوزوں نے ہی اس لونڈیا کی لوح تقدیر کو صاف کر دیا۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ الاسلامؒ کے ایک مرید خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی بہت مال دار سوداگر تھے اور اکثر جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اردن سے بندرگاہ عدن کی طرف روانہ

marfat.com

ہوئے۔ ابھی آدھا سفر طے کیا تھا کہ سمندر میں ہولناک طوفان آ گیا۔ جہاز کا مستول ٹوٹ گیا۔ پانی کی لہریں جہاز کے اوپر سے گزرنے لگیں۔ قریب تھا کہ جہاز ڈوب جائے۔ اس وقت خواجہ کمال الدین انتہائی عاجزی سے شیخ الاسلامؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی:

''یا پیر دستگیر المدد! المدد!''

خدا کے حکم سے اسی وقت شیخ بہاء الدین زکریاؒ جہاز پر ظاہر ہوئے اور اہل جہاز کو نجات کی خوشخبری دے کر غائب ہوگئے۔ آناً فاناً ہوا بند ہوگئی۔ طوفان تھم گیا اور جہاز بندرگاہ عدن میں صحیح سلامت آ پہنچا۔ تمام اہل جہاز یہ کرامت دیکھ کر متحیر ہوئے اور سوداگروں نے اپنا تہائی مال نہایت محبت اور اخلاص سے خواجہ کمال الدین کے سپرد کیا کہ ملتان میں شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا دیں۔ خواجہ کمال الدین نے وہ مال لے کر اور نصف جواہر اپنے شامل کر کے خواجہ فخرالدین گیلانی کی معرفت ملتان بھجوائے۔

خواجہ فخرالدین، خواجہ کمال الدین کے بھانجے تھے اور نہایت متورع اور دیانت دار شخص تھے۔ قطع مسافت کے بعد ملتان پہنچے۔ انہوں نے شیخ الاسلام کو پہلی بار صرف تختۂ جہاز پر دیکھا تھا۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت کو اسی صورت اور لباس میں دیکھ کر زیادہ معتقد ہوئے اور تمام زر و جواہر جو کہ ستر لاکھ روپے کی مالیت کے تھے، بطور نذر کے پیش کیے۔ حضرت شیخ الاسلام نے وہ مال تین روز کے عرصہ میں مساکین اور فقراء میں تقسیم کر دیا۔ خواجہ فخرالدین حضرت کی فیاضی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنا تمام مال و اسباب شیخ کی نذر کر کے حضرت کے حلقۂ ادارت میں داخل ہوگئے اور تھوڑے سے عرصے میں ہی واصلانِ حق سے ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

حضرت خواجہ کم و بیش پانچ سال تک حضرت کی صحبت میں رہے۔ انہیں شیخ الاسلامؒ کے فرزند اکبر سلطان العارفین شیخ صدر الدینؒ سے زیادہ محبت تھی۔ اکثر وقت ان کی خدمت میں گزرتا تھا۔ اس کے بعد اجازت لے کر زیارت بیت اللہ کے ارادہ سے ارض

marfat.com

پاک کو روانہ ہوئے اور جدہ پہنچ کر رحمت حق سے واصل ہوئے۔ مولانا جمالی لکھتے ہیں کہ اب تک ان کا مقبرہ سمندر کے کنارے موجود ہے اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ مولانا جمالی کے اصل الفاظ یہ ہیں:

''چوں بمقام جدّہ رسید۔ برحمتِ حق پیوست۔ آلان مقبرہ متبرکہ او درکنار وریاہم در مقام فرخندہ جام جدّہ است و اغلب وقت اکثر مردم بداں خطیرہ مکرمہ توجہ دارند۔ ونذر وشکرانہ مے آرند۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک دفعہ شیخ الاسلامؒ کے چند ارادت مند بغداد سے ملتان چلے آتے تھے۔ اتفاق سے وہ ایسے بے آب وگیاہ صحرا میں آ پھنسے' جہاں انہیں پانچ روز تک پانی نہ ملا۔ پیاس سے سخت بدحواس ہوئے اور قریب تھا کہ ہلاک ہوجائیں۔ موت وحیات کی اسی کش مکش کے اندر انہوں نے شیخ الاسلام کا نام لے کر پکارا۔ اسی اثناء میں ایک درویش نمودار ہوا اور انہیں کوزہ سے پانی پلا کر چلا گیا۔ انہیں حضرت شیخ الاسلام کی زیارت کا پہلے اتفاق نہیں ہوا تھا۔ جب ملتان پہنچے' تو دیکھا کہ جس درویش نے لق ودق صحرا میں پانی پلایا تھا۔ وہی شیخ الاسلامؒ کے نام سے مسندِ ارشاد پر بیٹھا خلق خدا کو صراط المستقیم پر گامزن کر رہا ہے۔ بے اختیار اپنی ٹوپیاں اتار کر حضور کے قدموں میں ڈال دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محبوب الٰہی دہلوی فرماتے ہیں: ایک روز کوئی درویش حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوکر شرفِ بیعت سے مشرف ہوا۔ اس نے التماس کی کہ حضور! مجھے کوئی ایسی نعمت عطا فرمائیں کہ ملتان سے دہلی تک میری آنکھوں کے سامنے کوئی حجاب نہ رہے۔ حضور نے فرمایا: جاؤ یہ چلّہ کرو۔ جب یہ چلّہ پورا ہوگیا تو ملتان سے دہلی تک اس کی نظروں میں کوئی حجاب نہ رہا۔

marfat.com

اس نے پھر آ کر التماس کی اب میں چاہتا ہوں کہ فرش سے عرش تک میری نظروں میں کوئی حجاب نہ رہے۔ حضرت نے فرمایا:

''ایک چلّہ اور. پورا کرو۔''

جب پورا ہوگیا تو واقعی کوئی حجاب نہ رہا۔ تمام زمین اس کے سامنے تھی اور وہ ہر چیز کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ تحت الثریٰ سے عرش معلّٰی تک تمام اشیاء اور انوار و برکات بے حجاب نظر آ رہی تھی۔ اس نے حاضر ہوکر یہ کیفیت عرض کی۔ فرمایا:

''بس کر! اتنا کافی ہے۔''

لیکن درویش نے اس پر قناعت نہ کی۔ عرض کی:

''حضور! اب میں چاہتا ہوں کہ حجابِ عظمت تک کا مکاشفہ حاصل ہو!''

درویش کے اس مطالبہ سے جبین غوثیت پر شکن آ گئی۔ ناراض ہوکر فرمایا:

''ایسا نہ کہو! ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔''

ابھی زبان مبارک سے یہ فقرہ ادا بھی نہ ہوا تھا کہ درویش نعرہ مار کر گر پڑا اور وہ جاں بحق ہوگیا۔ یعنی واقعی وہ درویش جمال حقیقی کے مشاہدہ کی تاب نہ لاسکا اور حسن ازل کی شمع پر پروانہ وار تصدق ہوگیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ چند دلق پوش قلندر شیخ الاسلامؒ کے آستان قدس پر آئے۔ ایک ناشائستہ ہجوم ان کے ساتھ تھا۔ آپ اس وقت خلوت خانہ میں خواص کی تلقین و افاضہ میں مصروف تھے۔ انہوں نے بے ہنگم سا شور برپا کر دیا۔ خدام خانقاہ نے انہیں شور کرنے سے روکا۔ جب یہ باز نہ آئے تو حضرت کو اطلاع کی۔ آپ نے فرمایا:

''دروازہ بند کر دو۔''

خانقاہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ انہوں نے دروازے پر اینٹیں مارنی شروع کیں۔ آپ کو علم ہوا' تو خلوت خانہ سے باہر نکل آئے اور بڑے جوش میں فرمایا:

marfat.com

''میں یہاں خود تو نہیں بیٹھا' مجھے شیخ شہاب الدینؒ نے بٹھایا ہے'
مجھے مردِ خدا نے یہاں بٹھایا ہے۔ دروازہ کھول دو۔''
جب کھولا گیا تو قلندروں نے سرقدموں پر رکھ دیا اور واپس چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ حضرت مجلس میں تورات کی ایک حکایت بیان فرما رہے تھے۔ اتفاق سے تورات کا کوئی عالم بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ اس نے اس واقعہ کی صحت سے انکار کیا۔ شیخ الاسلامؒ نے غیب سے تورات کا ایک صحیفہ برآمد کرکے اس کے حوالے کیا۔ اس نے کھول کر دیکھا تو یہ واقعہ اسی طرح درج تھا' جیسے حضور نے فرمایا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک دفعہ حاکمِ وقت نے کسی قصور پر ایک شخص کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ وہ شخص عرصہ تک شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر رہا۔ ایک دن اس کی یہ حالت دیکھ کر حضور کو بڑی رقت ہوئی۔ اس شخص کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

''اگر کوئی آرزو ہوتو بیان کرو؟''
اس نے دونوں کٹے ہوئے ہاتھ آگے بڑھائے۔
حضرت شیخ الاسلامؒ نے آسمان کی طرف نظر کی اور عرض کی:
''دست بایں بے دست بدہ۔''
اسی وقت اس کے دونوں ہاتھ درست ہوگئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا جمالیؒ ''سیرالعارفین'' میں لکھتے ہیں کہ ایک عبداللہ نامی شیریں مقال اور خوش کلام قوال روم سے ملتان آیا۔ اور حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں قدم بوس ہوکر عرض کی کہ شیخ الشیوخ نے مجھ سے قوالی سنی ہے آپ بھی سنیں۔

marfat.com

حضرت نے فرمایا:

''اگر شیخ الشیوخ نے تجھ سے قوالی سنی ہے تو زکریاؒ بھی سنے گا۔''

عبداللہ کو اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ رات ہوئی تو ایک شخص سے فرمایا کہ عبداللہ اور اس کے ساتھی کو حجرے میں لے چلو۔ تیسرا کوئی شخص نہ تھا۔ دو آدمی وہ اور ایک آپ۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ مجھے اور میرے رفیق کو حجرے میں پہنچا دیا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد جب شیخ الاسلام اوراد سے فارغ ہوئے' تو تنہا حجرے میں تشریف لائے اور بیٹھ کر تقریباً نصف پارہ قرآن کا تلاوت فرمایا۔ اس کے بعد اٹھ کر حجرے کے دروازے میں زنجیر لگا دی اور مجھے فرمایا: ''ہاں! شروع کرو۔''

میں نے یہ شعر پڑھا۔

مستاں کہ شرابِ ناب خوردند
از پہلوئے خود کباب خوردند

جب اس بیت کی تکرار کی تو شیخ الاسلامؒ وجد میں کھڑے ہوگئے اور چراغ گُل کر دیا۔ حجرے میں اندھیرا ہوگیا۔ ہم اسی طرح گاتے رہے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا تھا کہ شیخ الاسلام گھوم رہے ہیں۔ جب پاس آتے تھے تو دامن دکھائی دیتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام جنبش اور حرکت کر رہے ہیں' لیکن تاریکی کی وجہ سے یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ ضرب پر حرکت کرتے ہیں یا بغیر ضرب۔ جب سماع ختم ہوا' تو حضرت نے دروازہ کھول دیا اور حجرے سے باہر تشریف لے گئے۔ میں رات بھر مع اپنے رفیق کے اسی حجرہ میں رہا۔ صبح ہوئی تو شیخ الاسلامؒ نے خادم کے ہاتھ خلعت فاخرہ اور بیس اشرفیاں بھجوا دیں۔''

محبوب الٰہیؒ دہلوی فرماتے ہیں کہ عبداللہ قوال ملتان سے رخصت ہوکر اجودھن آیا اور حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرّہٗ کی خدمت میں چند یوم بسر کئے۔ یہاں سے دہلی پہنچا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس قوال کو دیکھا تھا۔ دہلی سے پھر واپس اجودھن آیا اور حضرت گنج شکرؒ سے عرض کی کہ میں ملتان جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ راستہ پُرخطر ہے۔ دعا فرمایئے تاکہ میں صحیح سلامت ملتان پہنچ جاؤں۔ آپ نے فرمایا:

marfat.com

یہاں سے فلاں حوض تک میرا علاقہ ہے وہاں تک تو تم سلامت جا پہنچو گے۔ وہاں سے ملتان تک شیخ بہاء الدین کا علاقہ ہے۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ میں حضرت گنج شکرؒ سے یہ بات سن کر چل پڑا۔ جب حوض کے نزدیک پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہاں ڈاکہ پڑتا ہے۔ مجھے شیخ کی بات یاد آ گئی اور بلا دھڑک چلا گیا۔ اللہ نے ڈاکوؤں کو اس راہ سے دور پھینک دیا' وہ راستہ بھول گئے اور میں صحیح سلامت حوض پر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ بعدازاں شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کو یاد کیا اور کہا یہاں تک تو فریدالدین گنج شکرؒ کی حد تھی' صحیح سلامت پہنچ گیا ہوں۔ اب آگے آپ کی حد ہے' اب آپ ذمہ دار ہیں۔ جب میں حوض سے آگے بڑھا' تو راہزن ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے للکارتے ہوئے آ پہنچے۔ میں نے گھبرا کر شیخ الاسلام کو مدد کے لئے پکارا۔ راہزن اسی وقت ڈر کر بھاگ گئے اور میں صحیح سلامت ملتان پہنچ گیا۔ جب حاضر خدمت ہوا تو میں جامۂ سقر لاتی جو ناگور کے علاقہ میں بُنا جاتا ہے پہنے ہوئے تھا۔ حضرت نے مجھے اس لباس میں دیکھ کر فرمایا: ''یہ شیطانی لباس ہے' اسے اتار دے۔''

حضرت محبوب الٰہیؒ دہلوی فرماتے ہیں کہ عبداللہ قوال کو یہ بات شاق گزری اور حرص اس لباس کے اتارنے میں مانع ہوئی۔ بے ساختہ کہہ بیٹھا کہ لوگوں کے گھر سونے چاندی سے بھرے پڑے ہیں' اس پر نظر نہیں کرتے اور ایک گیلم کہنہ جو اٹھنی میں خریدی جا سکتی ہے' انہیں بری معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے دیکھا کہ قوال دائرۂ ادب سے نکلا جاتا ہے۔ فرمایا:

''عبداللہ ہوش میں آ! اور زبان سنبھال۔ حوض کے کنارے جب
ڈاکوؤں نے تجھے سراسیمہ کر رکھا تھا۔ ذرا اس وقت کو یاد کر کہ آخر
زکریا ہی تیری نجات کا موجب بنا۔''

عبداللہ یہ فرمان سن کر سخت نادم ہوا اور قدم بوس ہو کر اپنے قصور کی معافی چاہی۔ شیخ الاسلامؒ کی تو شان ہی یہی تھی کہ معافی پر معافی دیتے تھے اور جبینِ ولایت پر شکن تک نہیں آنے دیتے تھے۔ عبداللہ کو نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کا دامن دینوی اور دنیاوی سعادتوں سے بھر دیا۔

marfat.com

وصالِ مبارک

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے بفضلہٖ تعالیٰ بہت طویل عمر پائی تھی۔ آپ نے اپنی حیات مقدس میں اندرون اور بیرون سندھ بہت سی حکومتوں کو بنتے اور بگڑتا ہوئے دیکھا تھا۔ آپ ہی کے عہد میں سلطان شمس الدین التمش جوکہ علماء وفضلا کا بہت بڑا قدردان تھا۔ ۲۰ شعبان ۶۳۳ھ بمطابق ۲۸ اپریل ۱۲۳۶ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ سلطان کے انتقال کے بعد شہزادہ رکن الدین سلطان بنا مگر محض چند ماہ کے بعد ہی اس کو معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ رضیہ سلطانہ جوکہ سلطان التمش کی جواں سال بیٹی تھی حکمران بن گئی۔

رضیہ سلطانہ بھی کچھ زیادہ عرصہ حکمرانی نہ کر پائی تھی کہ ایک جنگ میں شہید ہوگئی۔ رضیہ سلطانہ غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے دلی عقیدت رکھتی تھی۔ ایک بغاوت کو دور کرنے کے لئے جب وہ یہاں آئی تھی تو اس نے خاص طور پر آپ کی قدمبوسی کی تھی اور آپ کی خدمت عالیہ میں ایک گاؤں لنگر کے واسطے بطور نذر پیش کیا تھا۔

رضیہ سلطانہ کے بعد ۲۸ رمضان المبارک ۶۳۸ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۲۴۰ء کو معزالدین بہرام شاہ نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ یہ بھی دو برس سے زیادہ حکمرانی نہ کر سکا اور امراء نے ایک سازش کے ذریعہ اس کو قتل کروا دیا۔ اس کے بعد اعزالدین التمش کو تخت نصیب ہوا مگر یہ بھی تھوڑے عرصہ کے بعد تخت سے محروم کر دیا گیا۔ اب سازشی امراء نے تخت پر

marfat.com

بٹھانے کے لئے سلطان رکن الدین التمش کے بیٹے علاؤالدین کو قید سے نکالا اور تخت پر بٹھایا۔ یہ اپنے دو چچاؤں ناصر الدین اور جلال الدین کے ہمراہ قصر سفید کے اندر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہا تھا۔

اعزالدین نے اپنے ایک چچا ناصرالدین کو بھڑائچ کی عملداری سپرد کی اور دوسرے چچا جلال الدین کو قنوج کی۔ چار برس کے بعد سازشی امراء کا دل اعزالدین سے بھی بھر گیا اور انہوں نے چکر چلا کر ۲۳ محرم الحرام ۶۴۴ھ ۲۹ مئی ۱۲۴۷ء کو ناصر الدین کو سلطان بنا دیا گیا جس نے اپنے معتمد خاص غیاث الدین بلبن کو اپنا وزیراعظم کا منصب عطا کیا اور تمام معاملات اس کے سپرد کر دیئے' جس نے تمام سازشی عناصر کی خوب بیخ کنی کی۔

۶۴۹ھ بمطاق ۱۲۵۲ء میں سلطان ناصر الدین ملتان آیا اور غوث بہاؤ الدین زکریاؒ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے پاس ہمیشہ ہی شیخ الاسلام کا منصب رہا مگر تواریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ دہلی جاتے تھے یا نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے دہلی میں اپنا کوئی نائب مقرر فرما دیا ہو۔ مگر اس بات سے سب ہی اتفاق کرتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ دین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔

غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی عمر سعید اس وقت تقریباً ۹۶ برس ہوچکی تھی۔ آپ تمام دن اپنے حجرہ پاک میں ہی گوشہ نشین رہتے اور کسی سے بھی ملاقات نہ فرماتے صرف نماز باجماعت کے لئے ہی حجرہ پاک سے باہر تشریف لاتے اس کے بعد دوبارہ حجرہ پاک میں چلے آتے۔ اسی طرح کوئی بھی حجرہ پاک میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ نے سختی سے منع فرما رکھا تھا۔ ایک واقعہ کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب شام ڈھلنا شروع ہوئی تو ایک خادم چراغ جلانے کے لئے حجرہ پاک میں داخل ہونے لگا تو حضرت شاہ رکن عالمؒ نے اس سے فرمایا کہ ''حجرہ' انوار الٰہی سے جگمگا رہا ہے بھلا چراغ جلانے کی کیا ضرورت ہے۔''

marfat.com

اس نے جب اصرار کیا تو شاہ رکن عالم نے ارشاد فرمایا کہ ''بھلے میاں! اندر مت جاؤ وگرنہ بے ہوش ہوجاؤ گے تم بھلا اس نور کی تاب کس طرح لا سکتے ہو؟''

ملفوظ المخدوم از حضرت مخدوم جہانیاںؒ جہاں گشت بخاریؒ ص ۶۳۵ پر رقم ہے تو اسی طرح دن رات گزرتے چلے جا رہے تھے کہ ایک روز حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صدر الدین عارفؒ کو اپنے پاس بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ:

''برخوردار! اچ میں ایک درویش رہتا ہے جو جوہرِ لطیف رکھتا ہے اور صاحبِ استعداد ہے۔ اس نے اب تک کسی درویش کا دامن نہیں پکڑا۔ اس نے ہمارے خانوادہ سے پورا نصیبہ حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکا لیکن میرے انتقال کے بعد وہ تمہاری طرف متوجہ ہوگا اور خرقہ کی درخواست کرے گا۔ اس وقت ''جذبۂ حق'' نے اس پر مجذوبانہ کیفیت طاری کر رکھی ہے۔ جب وہ تمہاری خدمت میں حاضر ہو پہلے دن اسے ملاقات کا موقع نہ دینا بلکہ تین روز تک تخلیہ میں بٹھا کر قرآن مجید کی تلاوت کرانا' تاکہ وہ جذبہ و مستی کے غلبہ سے باہر نکل آئے اور شعور کے ساتھ آدابِ صحبت بجا لانے کے قابل ہو سکے۔

اس کے بعد طلب کر کے اس کو اپنی ارادت میں داخل کر لینا۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین والملتہ کے خرقۂ مبارک کے سوا تمام تبرکات جو لباس پر مشتمل ہیں بوجہ برابر اسے بانٹ دینا اور کہنا ''نصف لی و نصف لک۔''

حضرت شاہ صدر الدین عارف علیہ الرحمۃ نا صرف آپ کے

marfat.com

فرزند ارجمند تھے بلکہ مرید بھی تھے۔ آپ دونوں رشتہ محبوبیت کے درجہ تک پہنچ چکے تھے۔ یہ وہ ایام تھے جب حضرت اقدس کے طرزِ عمل سے رنگ فراق جھلکتا تھا۔ چنانچہ شاہ صدرالدین عارف علیہ الرحمۃ ایک مرید صادق احمد ایک سعادت مند فرزند کی طرح سایہ کی طرح آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ جب آپ حجرہ پاک میں داخل ہوتے تو شاہ صدرالدین عارف علیہ الرحمۃ حجرہ پاک کے دروازہ پر ہی بیٹھے رہتے۔

یہ ۷ صفر المرجب ۶۶۱ھ بمطابق ۱۹ دسمبر ۱۲۶۳ء کا روز تھا جب حضرت شاہ صدر الدین عارف علیہ الرحمۃ حجرہ پاک کے دروازہ پر گہری سوچوں میں گم تھے کہ معاً ایک نورانی صورت بزرگ نمودار ہوئے۔ انہوں نے شاہ صدرالدین عارف علیہ الرحمۃ کوایک سبز رنگ کا خط پکڑاتے ہوئے فرمایا کہ اس خط کو جلدی سے شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا دیا جائے۔

اس خط کے مندرجات کے سلسلہ میں بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ اس میں درج تھا کہ

"اِرجِعِی اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَۃً."

حضرت شاہ صدر الدین عارف علیہ الرحمۃ ایک صاحب نظر بزرگ تھے۔ آپ اس خط کو پڑھ کر یقیناً سہم گئے اور سمجھ گئے کہ یہ کیسا خط ہے۔ یہ خط آپ نے حسب الارشاد والدِ بزرگوار کی خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ جب آپ حجرہ پاک سے باہر تشریف لائے تو آپ نے دیکھا مگر خط لانے والے بزرگ کو نہ پایا۔ آپ کو ہر چہار جانب سے یہ آواز آ رہی تھی، "دوست بدوست رسید۔"

marfat.com

حضرت شاہ صدر الدین عارف علیہ الرحمۃ سمجھ گئے کہ کیا کچھ ہو چکا ہے۔ آپ ایک ولی کامل تھے۔ آپ جلدی سے حجرہ پاک میں داخل ہوئے' آپ نے وہاں دیکھا کہ والدِ محترم اور مرشدِ کامل سربسجود ہیں اور آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین کے لئے پرواز کر گئی ہے۔

حضرت شاہ صدر الدین عارف علیہ الرحمۃ نے حجرہ مبارک سے باہر آ کر آپ کی رحلت کا جونہی اعلان فرمایا تو پورے شہر میں گویا کہرام مچ گیا۔ پورے شہر سے لوگ جوق در جوق حجرہ پاک کی جانب بڑھے چلے آ رہے تھے۔ وہاں پر جمع ہونے والے صرف آپ کے عقیدت مند تھے۔ ان میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی تھے۔ حیف' صد حیف کہ اس وقت تو ہندو مسلم سبھی ایک بزرگ کامل کے آستانہ پر ایک جیسے جذبات لئے ہوئے حاضر ہو جاتے تھے مگر آج تو ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اہل اسلام ہی ایک جگہ جمع نہیں ہو پاتے۔ کہیں کوئی مسلک ہے تو کہیں کوئی مسلک۔ آج تمام عالم اسلام ہی الگ الگ مسلک کا حامل دکھائی دے رہا۔ ہر مسلک اپنی الگ پہچان بنانا چاہتا ہے۔ افسوس۔

ایک روایت ہے کہ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی میتِ مطہر کو شیخ عمر عمودی علیہ الرحمۃ نے غسل دیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب آپ کا جنازہ پاک حجرہ پاک سے باہر لا گیا تو ہزاروں عقیدت مند جمع ہو چکے تھے اور ہر جانب آپ کے عقیدت مند ہی دکھائی دے رہے تھے۔ آپ کی نماز جنازہ کی امامت حضرت شاہ صدر الدین علیہ الرحمۃ نے فرمائی اور اسی حجرہ پاک میں آپ کی تدفین کر دی گئی جس میں آپ نے برسوں عبادت الٰہی کی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ۔

رفتہ رفتہ یہ خبر پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور مہینوں تک یہ معمول رہا کہ روزانہ ہی ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مزار اقدس پر عقیدت مند حاضر ہوتے رہے۔ حسبِ سابق ان سب کی خاطر مدارت ہوتی ۔ یہی کیفیت سینکڑوں سال بھی بعد قائم ہے۔ آپ کے

marfat.com

عرس مبارک پر آج بھی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں اور آپ کے مزارِ اقدس سے فیض روحانی حاصل کرتے ہیں۔

خزینۃ الاصفیاء کی جلد اول کے صفحہ نمبر ۲۹۹، ۳۰۰ پر درج ہے کہ:

''جس روز حضرت شیخ الاسلامؒ نے دارِ فانی سے عالم بقا کو انتقال فرمایا، حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ پاک پتن شریف میں موجود تھے اور ذکر و مراقبہ میں مصروف تھے۔ دفعتہً آپ پر غشی کا عالم طاری ہوا۔ جب اس حالت کو کافی دیر گزر گئی تو خدام کو سخت فکر لاحق ہوئی۔

ایک صاحب حجرہ شریف سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا خرقہ اٹھا لائے اور اسے حضرت شیخ الکبیرؒ کے اوپر ڈال دیا۔ اس سے آپ فوراً ہوش میں آ گئے اور آبدیدہ ہو کر شیخ عبداللہ بلخی کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:

''آج برادرم بہاؤ الدین کا وصال ہوگیا۔ میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے کہ ایک ہزار فرشتے ان کے آگے اور شیخ شہاب الدین سہروردی ان کے پیچھے ہیں اور شیخ بہاؤ الدین کو آسمان کی طرف لئے جاتے ہیں۔''

اس کے بعد فرمایا:

''آیئے! اور اپنے بھائی کا جنازہ پڑھیں۔'' اس کے بعد خانقاہ میں موجود تمام افراد وضو کر کے جمع ہوگئے اور تمام لوگوں نے شیخ الکبیر کی امامت میں غوث بہاؤ الدین زکریا کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔''

marfat.com

اولادِ پاک:

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے دونکاح فرمائے تھے۔ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ کا نام رشیدہ بانو تھا جو کہ آپ کی چچا زاد تھیں۔ ان سے حضرت شاہ صدرالدین عارف، شیخ علاؤ الدین محمد، شیخ شہاب الدین انوری اور شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پیدا ہوئے۔

آپ کی دوسری زوجہ محترمہ کا نام بی بی شہر بانو تھا۔ ان سے شیخ قدوۃ الدین محمد، شیخ شمس الدین محمد محبوبِ خدا اور شیخ ضیاء الدین تولد ہوئے۔ ان میں سے شیخ ضیاء الدین اور شیخ برہان الدین لاولد تھے۔ باقی تمام صاحبان اولاد تھے۔ آپ کی ایک نواسی جو کہ بی بی رشیدہ بانو سے تھیں میر حسینی سے بیاہی گئیں تھیں۔ بی بی شہر بانو سے دو بیٹیاں بھی پیدا ہوئیں جن کے نام نور بی بی اور سلطان بی بھی تھے۔ نور بی بی کا بیاہ فخرالدین عراقی کے ساتھ ہوا تھا جن سے سید کبیر الدین عراقی پیدا ہوئے۔ نور بی بی کا انتقال آپ کی حیات ہی میں ہوگیا تھا اور آپ ہی نے اپنے نواسہ سید کبیر الدین عراقی کی پرورش کی تھی۔

حضرت سلطان بی بی کی شادی حضرت حمیدالدین حاکم، سلطانِ تارکین کے ساتھ ہوئی جن سے خاندانِ جلیلہ مورثِ اعلیٰ شیخ نورالدینؒ پیدا ہوئے تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

marfat.com

عظیم اینڈ سنز کی عظیم کتابیں

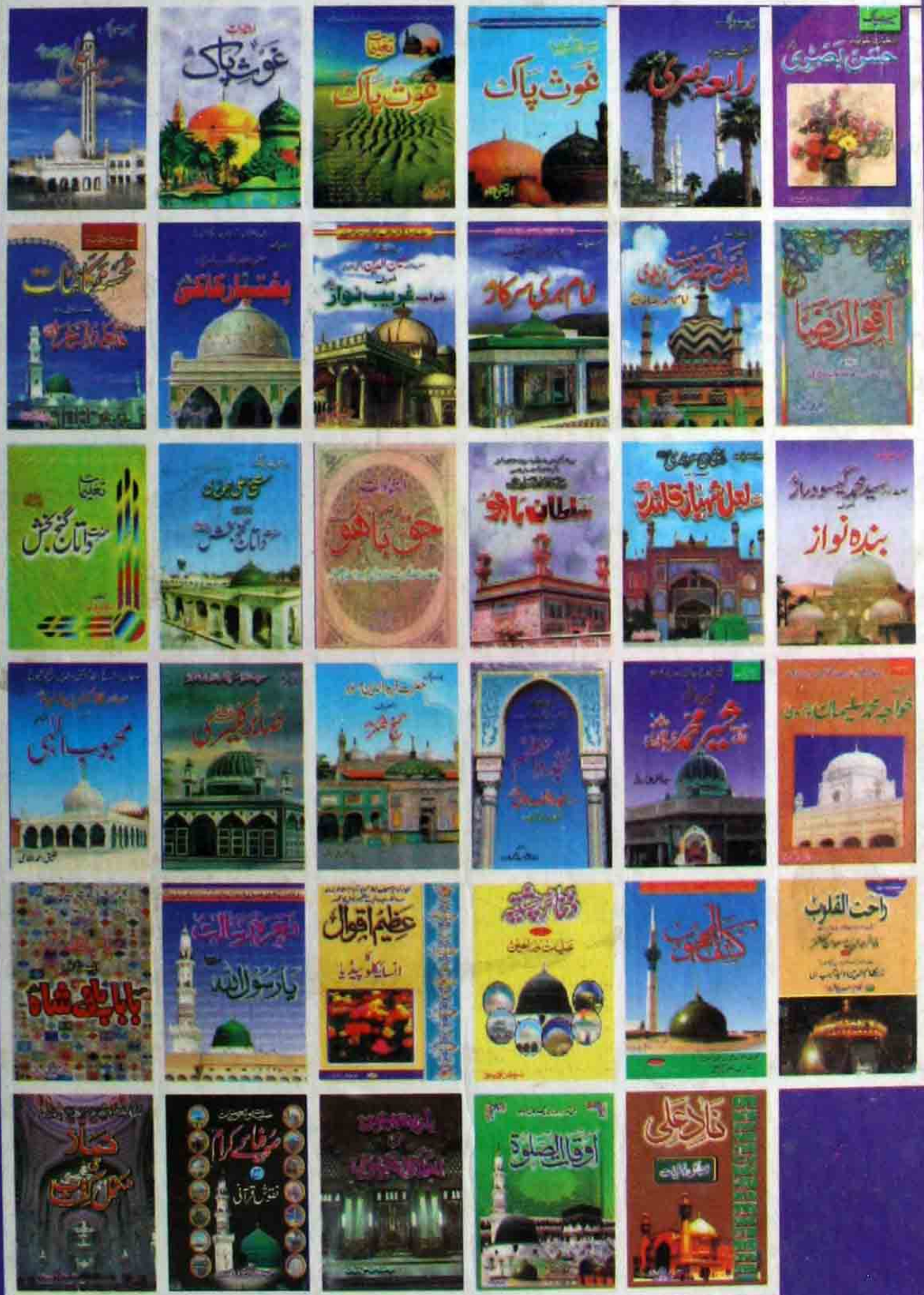

Azeem & Sons Publisher

Urdu Bazar Lahore. Voice # 042-7231806